رازداں
ایم۔ اے راحت
PDFBOOKSFREE.PK
2

ڈاکٹر کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ برآمدے میں آکر وہ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ پھر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور کمزور سی آواز میں بولا۔ "تم ہپناٹزم سے خاصی واقفیت رکھتے ہو!"

"کیوں ڈاکٹر!" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"تمہارے بولنے کا انداز سوفیصدی ایسا ہی تھا جیسے ہپناٹزم کا کوئی معمول بولتا ہے!"

"ہاں تھوڑی بہت واقفیت تو ہے!" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے جواب دیا لیکن ڈاکٹر اس وقت بالکل مرجھایا ہوا تھا۔ "تم یہاں بہت پریشان ہو ڈاکٹر؟" چند ساعت کے بعد میں نے پوچھا۔

"ہاں ۔ اس وقت میں نے ایک ایسا فیصلہ کیا ہے جس کے بارے میں پچھلے پندرہ سال سے صرف سوچتا رہا ہوں۔ میں خود کو اس فیصلے پر عمل کے لئے تیار نہیں کرپایا تھا لیکن آج..........."

"میں اس بارے میں کچھ جان سکتا ہوں ڈاکٹر!"

"شہاب! تمہاری حیثیت کچھ بھی ہو' میں نے خلوص دل سے تمہیں اپنا دوست بنالیا ہے اور آئندہ زندگی تمہاری ساتھ ہی گزارنے کا اردہ رکھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ مجھے زندہ کسی دوسری جگہ دیکھنا پسند نہیں کریں گے لیکن پوری زندگی میں ایک بار تو موت کا خطرہ مول لیناہی پڑتا ہے۔ میں اس زندگی سے اب اکتا چکا ہوں"۔

"افسوس ۔ میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتا ڈاکٹر!"

"مجھے ایک بات کا جواب دو"۔ ڈاکٹر مجھے گھورتا ہوا بولا۔

"ضرور!"

"مجھے اپنے ساتھ رکھنا پسند کرو گے"۔ یار ساری زندگی میں میرا کوئی اپنا نہیں ہے۔ میں ہمیشہ اپنائیت کے لئے بھٹکتا رہا ہوں"۔

"دل و جان سے ڈاکٹر! تمہیں میرے ساتھ کبھی تکلیف نہیں ہو گی!"

"میں خود بھی تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔ اب یہ بتاؤ تم کرنل جہانگیر کے لئے کام کر رہے ہو؟"

"ہاں!"

"تمہاری حیثیت کیا ہے؟"

"ایک جاسوس کی"۔

"تمہارے وسائل بھی ہوں گے؟"

"بلاشبہ!"

"جن لوگوں سے تمہارا واسطہ ہے شہاب! وہ بے حد خطرناک ہیں۔ میں نہیں جانتا ان کے مقابلے میں تم کیا ثابت ہو گے۔ لیکن میں کہہ چکا ہوں کہ میں نے زندگی میں پہلی بار ان سے الگ ہونیکا خطرہ مول لیا ہے۔ چنانچہ نتیجہ کچھ بھی ہو۔ اس کے علاوہ شہاب! میں تم سے اس سلسلے میں مزید کچھ گفتگو بھی کرنا چاہتا ہوں۔ دیکھو اعتماد کر چکے ہو تو تم بھی ہر خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہو جاؤ"۔

"میں نہیں سمجھا ڈاکٹر! آپ کی مراد کس خطرے سے ہے؟"

"میرا مطلب ہے کہ تم بھی اپنے آپ کو مکمل طور پر میرے سامنے کھول دو۔ یقیناً یہ چیز تمہارے لئے تشویشناک ہو گی لیکن تمہیں بھی یہ خطرہ مول لینا ہی چاہیے اور اس سلسلے میں ہم ایک دوسرے پر مکمل طور پر اعتماد کریں گے!"

"اوہ نہیں ڈاکٹر! میں دوسری قسم کا انسان ہوں۔ تم میرے بارے میں ذرا بعد میں جان سکو گے، خطرات میں پڑنا اور ان سے نکلنا تو ہمارا کاروبار ہے!" میرے اندر میری فطرت ابھر آئی اور ڈاکٹر میری صورت دیکھنے لگا۔

"تب ٹھیک ہے مجھے بتاؤ تم کیا کر رہے ہو؟"

"کسی حد تک تمہیں معلوم ہے ڈاکٹر!"

"نہیں میرے دوست! ڈاکٹر کا ایک مخصوص مقام ہے، اسے اس مقام سے آگے

نہیں بڑھایا جاتا۔ میرا جو کام ہے میں وہی کام کرتا ہوں۔ باقی معاملات سے مجھے لاعلم ہی رکھا گیا ہے اور چونکہ یہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے اس لئے اب میں نے تجسّس بھی ختم کر دیا ہے۔ میں صرف وہ کام کرتا ہوں جو میرے سپرد کیا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ جاننے کی کوشش بھی نہیں کرتا لیکن اس وقت صورت حال کچھ دوسری پیش آگئی ہے۔ اس لئے میں اس کا خواہشمند ہوں"۔

"خوب.......... ڈاکٹر کیا تم پہلے مجھے یہ بتانا پسند کرو گے کہ تمہارا اپنا کام کیا ہے؟"

"ہاں یقیناً۔ جب میں تم سے ایک اہم بات معلوم کر رہا ہوں تو اپنے بارے میں سب کچھ بتا دینا میرا فرض ہے!"

"تب پھر بتاؤ، کہ ان لوگوں کے ساتھ تمہارا کام کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"دراصل شہاب! میری ایک آنکھ جو تم دیکھ رہے ہو عجیب وغریب خصوصیات کی حامل ہے!" ڈاکٹر ٹی ٹی نے اپنی آنکھ پر لگا ہوا کنٹیکٹ لینس اتار دیا اور میں اس کی آنکھ کی جانب دیکھا۔ عجیب وغریب چیز تھی۔ شیشے کی طرح چمکتی ہوئی آنکھ جس میں عجیب وغریب رنگ تڑپ رہے تھے اور ان رنگوں کا امتزاج ایک عجیب وغریب کیفیت کا حامل تھا۔ میں نے پھرتی سے اس پر سے نگاہ اٹھالی اور ڈاکٹر نے کنٹیکٹ لینس دوبارہ اس پر فٹ کر لیا۔ یہ آنکھ ذہین ترین سائنسدانوں کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ ہے اور یہی آنکھ مجھے دینے کے بعد ہمیشہ کے لئے مجھے اپنا غلام بنالیا گیا۔ پندرہ سال پہلے میری یہ آنکھ ایک حادثے میں ضائع ہو گئی تھی اور کچھ رحم دل انسانوں نے مجھے یہ آنکھ واپس کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے سوچا کہ ایک لاوارث اور بے سہارا انسان کے ساتھ یہ احسان کرکے ساری زندگی کے لئے اسے اپنا مطیع کر لو اور وہ اس میں کامیاب ہو گئے۔ جو آنکھ مجھے دی گئی وہ عجیب وغریب خصوصیات کی حامل تھی۔ اس آنکھ سے میں ہر انسان کو مسخر کر سکتا ہوں۔ اس کے ذہن کی گہرائیوں میں پہنچ سکتا ہوں، اور اسے جو حکم جس میعاد تک کے لئے دوں وہ اس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عمل کرتا رہے گا۔ اس آنکھ سے میں دیواروں میں سوراخ کر سکتا ہوں۔ وزنی چیزیں اٹھا کر دور لے جاسکتا ہوں اور وہ سب کچھ کر سکتا ہوں جس کا تصور کسی انسان سے نہ کیا جاسکے۔ گویا انہوں نے مجھے ایک مشینی انسان بنا دیا لیکن مجھ سے میرے احساسات نہ چھین سکے۔ فطرتاً میں تخریب پسند نہیں بلکہ انسان دوست تھا اور انسان دوست ہوں۔ ایک ایسے شخص کو اگر انسانوں کے خلاف استعمال کیا جائے، تو پھر

اس کی ذہنی کیفیت زیادہ اچھی تو نہیں رہ سکتی۔ میرے دوست! میں تو زندگی سے پھول چننے کا قائل تھا۔ مجھے زندگی میں زہر بھرنے اور آگ لگانے کا کام سونپا گیا' تو ان کے درمیان میں کس طرح خوش رہ سکتا ہوں۔ میں حالات کے ہاتھوں اس طرح جکڑا گیا تھا کہ ان سے بغاوت کی سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور یہی کمزوری میری مجبوری بنی رہی۔ میں انہی واقعات کے ہاتھوں گھٹتا رہا لیکن اب دل چاہتا ہے کہ ویرانے چھوڑ کر گلستان اپنائے جائیں اور آج میں نے عملی قدم اٹھالیا ہے اور تم میرے رہنما ہو شباب! میں نے ایک بار کہا تھا کہ مجھے یہاں سے بھگا کر لے چلو۔ یقین کرو وہ بات مذاق میں ضرور کہی گئی تھی لیکن وہ بھی میرے دل کی پکار تھی!"

"سیاہ فاموں اور لڑکیوں کا کھیل بھی اسی آنکھ کا کرشمہ تھا؟" اس کے خاموش ہونے کے بعد میں نے سوال کیا۔

"ہاں سو فیصدی!"

"اور نیشی؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بھی میری تسخیر ہے۔ بس حادثات اور بے بسی نے میری شخصیت مسخ کردی۔ اتنا کچلا گیا ہوں کہ اپنی صورت بھول گیا ہوں"۔

"ان لوگوں کو جانتے ہو جن کے ہاتھوں کھلونا بنے رہے ہو؟"

"کبھی نہیں جان سکا"۔

"کیا مطلب؟"

"کھیل انفرادی نہیں ہے۔ ایسی قوتیں شامل ہیں جن کی نشاندہی کوئی نہیں کرسکتا۔ یہ وہ قوتیں ہیں جو اس وقت دنیا کا کھیل چلا رہی ہیں۔ جو حکومتیں بدلواتی ہیں' جو قتل عام کراتی ہیں' جن کی سازشیں بین الاقوامی ہیں۔ میں تو ایک ادنیٰ کارکن ہوں!"

"کسی کام کی نوعیت تمہیں نہیں بتائی جاتی ڈاکٹر!" میں نے کسی قدر بے تکلفی سے پوچھا۔

"یقین کرو تم سے ایک لفظ جھوٹ نہیں کہوں گا!"

"تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ یہاں تمہارے کام کے مقاصد کیا ہیں؟"

"خدا کی قسم نہیں!"

"لیکن ان لوگوں کو تو تم جانتے ہو گے جو تمہیں مقامی طور پر ہدایات دیتے ہیں؟"

"ہاں!"

"مجھے ان کے بارے میں کچھ بتاؤ گے؟"

"یہاں ان کا سربراہ البرٹ پیکو ہے اور اس کا نائب ڈریک نوبل"۔ ڈاکٹر ٹی نے جواب دیا۔ اور پھر میرا بدن سرد ہوگیا۔ ان دوناموں کی نشاندہی بتاتی تھی کہ ڈاکٹر جھوٹ نہیں بول رہا۔ چند ساعت میں نے خاموشی اختیار کی پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "تم مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو ڈاکٹر؟"

"یہی کیا تم کیا کر رہے ہو؟"

"میں نے کرنل جہانگیر کا نام لیا تھا نا۔ کرنل فوج میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں لیکن ایک سرکاری فائل کی گمشدگی ان کے لئے تباہ کن بن گئی ہے اور پرائیویٹ طور پر وہ اس کے حصول کے لئے میرا تعین کر چکے ہیں۔ میں اسی لائن پر کام کر رہا ہوں"۔

"فائل اب تمہیں نہیں مل سکے گی!" ڈاکٹر وثوق سے بولا۔

"کیوں ڈاکٹر؟"

"اس لئے کہ وہ اوپر جا چکی ہے یعنی تمہارے ملک سے نکل چکی ہے لیکن وہ نامکمل ہے اور ایک اور فائل کے بغیر اس کی حیثیت بیکار ہے۔ کرنل کو اسی دوسرے فائل کے لئے مجبور کیا جارہا ہے!"

"ہاں آپ کا خیال درست ہے لیکن ڈاکٹر کیا ہما کو آپ نے ہپناٹائز کیا تھا؟"

"ہاں' اسے ایک مخصوص طریقے سے ہپناٹائز کیا گیا ہے۔ یعنی اسے ہدایت دی گئی ہے کہ وہ مختلف کیفیات کا شکار رہے گی۔ صحیح الدماغ ہونے کے باوجود صحیح الدماغی کی باتیں نہیں کرے گی اور جب اسے آواز دی جائے گی تو وہ حاضر ہو جائے گی اور جو ہدایات دی جائیں گی ان پر عمل کرے گی۔ فائل بھی اسی نے چوری کیا تھا!"

"کیا وہ ذہنی طور پر بالکل ناکارہ ہو چکی ہے ڈاکٹر!"

"قطعی نہیں۔ اگر اس کے ذہن سے یہ تاثر ختم کردیا جائے تو وہ نارمل ہو جائے گی!"

"ایک اور شخص کو بھی آپ نے ہپناٹائز کیا تھا؟"

"ہاں اس کا نام شارق تھا!"

"بالکل۔ اس کی ذہنی کیفیت کیا ہے؟"

"بڑی خوفناک قوت ارادی کا مالک تھا۔ تین دن تک اسے نشہ آور ادویات دی گئیں اور اس کے بعد یہ یقین کرنے کے بعد کہ اس پر کامیابی مشکل ہے' اس کی ذہنی کیفیت منتشر کردی گئی؟"

"اوہ' کیا وہ اب درست نہیں ہو سکتا!"

"ہو بھی چکا ہو گا وہ دیر تک یہ نقصان برداشت نہیں کرسکے گا اور نارمل ہو جائیگا۔ اگر نہ ہوسکا تو ہلکے سے جھٹکے سے اسے اعتدال پر لا سکتے ہیں۔ لیکن..........."

"ہاں ڈاکٹر! وہ ہمارا ساتھی تھا!"

"اوہ۔ اوہ لیکن اسے تو خان جلال اپنے ساتھ لے گیا تھا!"

"آپ خان جلال سے واقف ہیں؟" میں نے گہری سانس لے کر پوچھا۔

"وہ مجھ میں بہت دلچسپی لیتا ہے۔ کئی بار پیش کش کرچکا ہے کہ میں اس کے ساتھ رہوں لیکن البرٹ اور ڈریک کا دوست ہے اور بروں کے دوست بھی برے ہی ہوتے ہیں!" ڈاکٹر نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

"ہوں' تو پھر اب کیا پروگرام ہے ڈاکٹر؟"

"میں نے تمہاری پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ تیل کالونی میں ہر نئے آنے والے سے محتاط رہتے ہیں۔ تمہارے بارے میں بھی وہ تشویش کے شکار تھے۔ دراصل دو آدمیوں نے خان جلال کی سیرگاہ میں داخل ہو کر گڑ بڑ کی تھی۔ خان جلال اور ڈریک ان کی تلاش میں ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ دونوں آدمی کرنل جہانگیر کے گھر گئے تھے' وہ ایسے لوگوں سے باخبر رہنا چاہتے ہیں جو پوشیدہ ہوں"۔

"ہوں!" میں نے گہری سانس لی۔ "وہ کارڈ کیسا تھا ڈاکٹر جو رات کو تمہیں پیش کیا گیا تھا!"

"فوری طلبی کا نشان!"

"خوب۔ میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"میں دل وجان سے اب تمہارے لئے کام کروں گا۔ اب تک تخریبی کاروائیوں میں شریک رہا تھا۔ اب دوسرا رخ اختیار کروں گا۔ ابھی وہ لوگ تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہوں گے۔ اس کے بعد دوسرا پروگرام ہے جو مجھے پہلے ہی بتا دیا گیا تھا!"

"اوہ۔ وہ کیا؟"

"رات کو میں تمہیں اپنے ساتھ ڈریک کے ہاں لے جاؤں گا وہاں کرنل کی بیٹی ہما کو تمہارے سامنے پیش کیا جائیگا۔ اس کے علاوہ ایک شخص سے تمہاری شناخت بھی کرائی جائے گی وہ تمہیں دیکھ چکا ہے۔ لیکن وہ تمہارے سامنے نہیں آئے گا!"

"وہ کون ہے؟"

"ڈریک کا دوست ٹول"۔

"اوہ' ٹھیک ہے اس کی پرواہ مت کرو"۔ میں نے مسرت سے کہا۔

"جانتے ہو اسے؟"

"ہاں رات کو اس نے مجھے پہچان لیا تھا!"

"رات کو؟"

"اچانک ہی کلب میں آگیا تھا اور تمہاری دوست کیٹی کو لے اڑا تھا لیکن میں نے اسے اس گستاخی کا مزہ چکھا دیا"۔

"میرے خدا! تو رات کو ہنگامہ بھی کردیا؟ لیکن کیا مزہ چکھایا تم نے اسے؟"

"اس کی لاش گٹر کے ذریعہ کہیں دور جاچکی ہوں گی!" میں نے جواب دیا اور ڈاکٹر دیر تک متحیرانہ نگاہوں سے میری صورت دیکھتا رہا پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "اس کا مطلب ہے کہ خان جلال کی سیرگاہ میں؟"

"ہاں میں ہی تھا!"

"اور کرنل کی بیٹی کے لباس میں ڈیٹیکٹر بھی تم نے رکھوایا تھا؟"

"ہاں!"

"ان معاملات میں یہ لوگ بہت تیز ہیں۔ اپنے لباس میں کوئی ایسی چیز مت رکھنا۔ ان کے ہاں لگے ہوئے آلات فوراً پتہ چلا لیتے ہیں!" ڈاکٹر نے بتایا اور میں نے طویل سانس لے کر گردن ہلادی۔ "ٹھیک ہے ڈاکٹر! میں خلوص دل سے تمہارا شکرگزار ہوں۔ تو ہما ان کے قبضے میں ہے!"

"ہاں' اور وہ اسے واپس بھیجنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ویسے اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ اس کے ذریعہ وہ کرنل کو مجبور کرنا چاہتے ہیں!"

"کسی طور یہ پتہ چل سکتا ڈاکٹر کہ ان کا مقصد کیا ہے؟"

"یقین کرو۔ ابھی تک میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔ اس کی ضرورت ہی نہیں

محسوس کی تھی لیکن اب کوشش کروں گا!"

"میں خلوص دل سے تمہاری اس دوستی اور مہربانیوں کا شکر گزار ہوں ڈاکٹر! اور اس کے جواب میں' میں تمہارے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں!" میں نے متاثر ہو کر کہا۔

"بس یار! زندگی کے ان ہنگاموں سے اکتایا ہوا ہوں۔ بقیہ سانسیں اپنی پسند کے مطابق گزارنے کا خواہشمند ہوں اور فیصلہ کر لیا ہے کہ اب خواہ کچھ ہو جائے' ان کا آلہ کار نہیں بنوں گا!" ڈاکٹر نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ وہ سنجیدہ نظر آرہا تھا پھر میں نے گفتگو کا موضوع بدل دیا۔ تمہاری محبوبہ نیشی روز تم سے ملنے آتی ہے ڈاکٹر..........؟"

"ہاں میں نے اسے اس کے لئے مجبور کر دیا ہے"۔

"ویسے تمہارا فن حیرت انگیز ہے۔ اس سے تو تم بے شمار کام لے سکتے ہو"۔

"بے شک۔ لیکن چند لوگوں کے ہاتھوں میں محدود ہوں۔ صرف وہی فائدہ اٹھاتے رہے ہیں لیکن اب.........."

"اب حالات بدل جائیں گے ڈاکٹر! بے فکر رہو"۔ میں نے کہا اور ڈاکٹر کسی خیال میں کھو گیا۔ تب میں نے اس سے اجازت طلب کی۔ اور ڈاکٹر مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

"تو پھر شام کو!"

"جو حکم ہو!"

"ٹھیک آٹھ بجے کلب آجاؤ۔ اس دوران مجھے ہدایات ملیں گی۔ ان لوگوں نے حالات سے باخبر رہنے کے لئے بڑے جال پھیلا رکھے ہیں۔ وہ ہر جگہ ہونیوالی گفتگو سے باخبر رہتے ہیں۔ اس لئے کسی بھی ایسی جگہ جہاں کے بارے میں ہمیں بھروسہ نہ ہو' گفتگو میں احتیاط رکھنا!"

"بہتر ڈاکٹر۔ ایسا ہی ہو گا!" میں نے جواب دیا اور رسمی گفتگو کے بعد میں وہاں سے نکل آیا۔ میرے خیال میں مجھے کامیابی کا ایک مختصر راستہ نظر آگیا تھا۔ ڈاکٹر کی مدد سے بہت کچھ ہو سکتا تھا۔ یوں تو میں کام کر ہی رہا تھا لیکن ڈاکٹر نے اس رخ میں میری پوزیشن کافی مضبوط کر دی تھی۔ میں فوراً میجر یوسف کے مکان کی طرف نہیں گیا بلکہ کچھ دیر تک مختلف علاقوں میں چکر لگاتا رہا۔ مجھے ماجد کی تلاش تھی لیکن ماجد کہیں بھی نہیں مل سکا۔ میں نے اسے اس کے مخصوص ٹھکانے پر بھی تلاش کیا تھا اور پھر جب کہیں بھی اس کا پتہ

نہ چل سکا تو میں واپس میجر یوسف کے مکان پر پہنچ گیا۔ یہاں کا ماحول حسب معمول تھا۔ تبسم سے ملاقات ہوئی لیکن وہ کچھ روٹھی روٹھی سی تھی۔ "اپنی تقدیر ہی خراب ہے"۔ اس نے مسخرے پن سے کہا۔

"کیسے پتہ چلا آپ کو؟" میں نے پوچھا۔

"بس حالات.......... آپ کے آنے سے خوشی ہوئی تھی لیکن آپ دن رات اس علاقے کا سروے کرتے رہتے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے ہم لوگوں کے درمیان آپ کا دل نہیں لگا؟"

"یہ بات تو نہیں ہے مس تبسم!"

"چھوڑیئے ان رسمی باتوں کو۔ حقیقت کہہ دینا بڑی ہمت کا کام ہے!"

"آپ کو مجھ سے شکایت ہے؟"

"نہیں اپنے آپ سے ہے؟ بہرحال کہاں کہاں گھوم آئے؟"

"اس علاقے کے خوشنما مناظر سے خود کو یہاں جذب کر لیا ہے۔ بس انہی میں کھویا کھویا رہتا ہوں!" میں نے جواب دیا۔

"بے جان چیزوں سے بہت دلچسپی ہے آپ کو؟"

"حسین ماحول' لہلہاتے سبزہ زار' مسکراتے پھول بے جان تو نہیں ہوتے!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے آپ حقیقت سے منہ موڑ لینے والوں میں سے ہیں۔ تصویر کے دوسرے رخ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے آپ کو؟"

"دوسرا رخ؟" میں نے اسے بغور دیکھا۔

"کسی کی ذات کے صحرا میں بھی تو جھانک کر دیکھیں۔ ممکن ہے آپ کی توجہ ان صحراؤں میں کوئی پھول کھلا دے!" تبسم کی آواز ابھری۔

"میں نہیں سمجھا مس تبسم!" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"میں آپ پر اپنی قابلیت کا رعب جھاڑ رہی تھی۔ آپ نے دیکھا نہیں میں کتنی عمدہ گفتگو کر لیتی ہوں"۔ اس نے کہا لیکن اس ہنسی کا کھوکھلا پن میں نے اچھی طرح محسوس کیا تھا۔ اسی وقت بیگم یوسف آنکلیں' اور یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

شام کو میجر یوسف نے مجھے چھاپ لیا۔ "میں کرنل سے کم مضطرب نہیں ہوں۔

اب یہ اس کا ہی نہیں، میرا بھی معاملہ ہے کیونکہ ریٹائر ہی سہی میں بھی فوجی ہوں اور ہر فوجی ذہنی طور پر اپنے وطن کی ماں ہوتا ہے۔ وطن کے لئے میری مامتا بے قرار رہتی ہے اور یہ مسئلہ انفرادی نہیں یعنی صرف کرنل کی ذات اس میں ملوث نہیں بلکہ اصل سازش میرے وطن کے خلاف ہے۔ فائل کا کرنل کی ذات سے کیا تعلق؟"

"آپ نے ٹھیک کہا میجر! میں آپ کے جذبات کی دھڑکن سن رہا ہوں!"

"تب پھر بتاؤ۔ کچھ کر سکے؟"

"بدستور مصروف ہوں اور آپ کو صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ میرا وقت ضائع نہیں ہو رہا"۔ میں نے جواب دیا اور میجر کی آنکھوں میں مسرت کی چمک نظر آنے لگی۔ گویا۔ گویا........"

"ہاں آگے بڑھ رہا ہوں۔ اور بہت جلد کچھ کر دکھاؤں گا!"

"لیکن میرا حصہ؟ مجھے بھی تو استعمال کرو!" میجر نے کہا۔

"وقت آنے والا ہے میجر! آپ کے بغیر تو کیس مکمل ہی نہیں ہو گا!"

"تم نے کچھ لوگوں کی خواہش ظاہر کی تھی۔ میں نے ان کا بندوبست کر لیا ہے!"

"اوہ بے شک میجر! لیکن حالات اب بدل گئے ہیں۔ اب انہیں ریزرو میں رکھیں کسی بھی وقت ہمیں ان کی ضرورت پیش آ سکتی ہے"۔

"ہوں"۔ میجر گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

میرے ذہن میں شام کی کرید لگی ہوئی تھی اور بلاشبہ شام کا کھیل بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ میں ان لوگوں کے درمیان جا رہا تھا جو اس سلسلہ میں خاص حیثیت رکھتے تھے اور بہرحال یہ ایک بڑی کامیابی تھی کہ میں اس سازش کے سربراہوں سے واقف ہو گیا تھا یعنی البرٹ پیکو اور ڈریک نوبل........ اب ان لوگوں کے گرد تفتیش کا جال بچھایا جا سکتا تھا۔

ٹھیک آٹھ بجے میں کلب کی عمارت میں داخل ہو گیا۔ کاروں کی قطار میں مجھے ڈاکٹر ٹی ٹی کی کار بھی نظر آ گئی تھی۔ چنانچہ میں اطمینان سے چلتا ہوا اندر پہنچ گیا۔ ٹی ٹی لان پر اپنی مخصوص میز پر موجود تھا لیکن اس کے سامنے ایک انتہائی حسین لڑکی موجود تھی اور دونوں ہنس ہنس کر گفتگو کر رہے تھے۔ تو ڈاکٹر نے اپنا کام شروع کر رکھا ہے۔ میں نے سوچا اور میں ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ "آپ لوگوں کی گفتگو کے دوران دخل اندازی کی

معافی چاہتا ہوں"۔ میں نے جھک کر شائستگی سے کہا۔

"اوہ۔ شہاب! آؤ بیٹھو۔ تمہارے بارے میں ہی گفتگو ہو رہی تھی!"

"شکریہ ڈاکٹر!" میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"میری نئی دوست کیلی پیٹرسن! اور کیلی یہی مسٹر شہاب ہیں!"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر!" کیلی نے اپنا نازک ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ "آپ ہی کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے"۔

"تعجب ہے آپ دونوں کی حسین گفتگو میں میں کیوں ٹپک پڑا؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر ٹی ٹی اپنے دوست کا انتظار کر رہے تھے بس اسی ضمن میں............ دراصل ایک ہفتہ قبل ڈاکٹر کو میں نے دعوت دی تھی کہ آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھائیں لیکن بھول گئے اور بھول جانا ان کی پرانی عادت ہے۔ میں نے پہلے انہیں ان کے مکان پر تلاش کیا اور پھر وہاں پہنچ گئی۔ موجود تھے موصوف کہنے لگے میرے ایک دوست آ رہے ہیں اس لئے نہیں جا سکتا۔ اب آپ ہی بتائیے مسٹر شہاب کیا یہ مناسب بات ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ آپ چلے جائیں ڈاکٹر" میں کسی قدر سنبھل گیا۔ لڑکی کوئی عام حیثیت نہیں رکھتی تھی۔

"مشکل ہے!" ڈاکٹر بولا۔

"لیکن میں نے اپنے چند دوستوں کو بھی مدعو کیا ہے اور مسٹر شہاب! میں آپ سے بھی درخواست کرتی ہوں کہ آپ بھی میری دعوت قبول کریں!"

"اگر ڈاکٹر کو اعتراض نہ ہو تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں! اگر شہاب کو بھی دعوت دی جائے تو پھر مجھے کیا اعتراض ہے!" ٹی ٹی نے جلدی سے کہا اور میں معاملہ سمجھ گیا۔

"آپ کے دوست میرے بھی تو دوست ہیں۔ ڈاکٹر ایسی کیا بات ہے؟ میرا خیال ہے اب ہمیں چلنا چاہیے۔ کیوں مسٹر شہاب!"

"جیسی آپ لوگوں کی مرضی!" میں نے شانے ہلا کر کہا۔ میں سمجھ گیا کہ مجھے لے جانے کے لئے یہ پروگرام ترتیب دیا گیا ہے۔ بہرحال میں مستعد تھا۔ ہم باہر نکل آئے۔

لڑکی کے پاس اپنی کار موجود تھی اس لئے میں اور ڈاکٹر ایک کار میں آ گئے۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے ڈاکٹر کو دیکھا اور ڈاکٹر نے گردن ہلادی لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ بھی کیا تھا۔ سفر کے دوران بالکل خاموشی رہی اور ہم دور دراز کی ایک خوبصورت اور کشادہ عمارت میں داخل ہوگئے۔ وسیع لان دونوں طرف پھیلا ہوا تھا اور کنارے کنارے بے شمار درخت لگے ہوئے تھے۔ وسیع پورچ میں کئی کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ ہماری کاریں بھی ان کے نزدیک جاکھڑی ہوئیں۔ لڑکی بڑے تپاک سے ہمیں اندر لے گئی۔ پھروہ ہمیں ایک انتہائی حسین ڈرائینگ روم میں لے گئی۔

"کیلی کے اعلیٰ ذوق کی داد دو شہاب! یہ ان کا ذاتی ڈرائینگ روم ہے۔ ان کے ڈیڈی کا ڈرائینگ روم دوسرا ہے!" ڈاکٹر بولا۔

"حسین لوگوں کی پسند بھی حسین ہوتی ہے ڈاکٹر! اس سے زیادہ کیا کہوں!"

"شکریہ مسٹر شہاب! اگر چند لمحات کی اجازت دیں تو میں ذرا دوسرے مہمانوں کو دیکھ آؤں؟"

"ضرور!" ڈاکٹر نے کہا اور کیلی گردن خم کرکے باہر نکل گئی۔ اس لڑکی کی چال کے بارے میں کیا خیال ہے؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"بے حد دلکش!"

"مگر اونچی چیز ہے!"

"کیا مطلب؟"

"اسے پھانسنے کی اجازت نہیں ہے!"

"اوہ"۔ میں نے ڈاکٹر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ میں اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ ڈاکٹر اچانک غیرمحتاط کیوں ہوگیا۔ بہرحال میں نے اپنی طرف سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ چند لمحات کے بعد کیلی ایک طویل القامت شخص کے ساتھ اندر داخل ہوگئی جو اعلیٰ قسم کے سوٹ میں ملبوس تھا۔ ادھیڑ عمر تھا لیکن کافی توانا آدمی نظر آتا تھا۔

"ہیلو ڈاکٹر! میں نے سنا ہے کہ آپ ہماری دعوت بھول گئے تھے!"

"معذرت خواہ ہوں مسٹر پیکو! یہ میرے دوست شہاب تیموری ہیں!"

"ہیلو!" طویل القامت شخص نے میری طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ اس کے ہاتھ کی گرفت اس کی توانائی کی مظہر تھی اس کے علاوہ اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں

کی اور اس نے ہمیں کھانے کے کمرے میں چلنے کی دعوت دی۔ "دوسرے لوگ پہنچ چکے ہیں اسلئے باقی گفتگو کھانے کے بعد ہوگی!" اس نے کہا اور ہم دونوں اٹھ گئے۔ کھانے کی میز بھی بہت شاندار تھی۔ طویل میز کے گرد چار آدمی موجود تھے۔ ان کے علاوہ ملازم موجود تھے جو مقامی تھے اور عمدہ وردی میں ملبوس تھے۔ ہمارے لئے کرسیاں گھسیٹی گئیں اور ہم بیٹھ گئے۔

"تمہاری دوست کہاں ہے؟" مسٹر پیکو نے کیلی سے پوچھا۔

"میں اسے لاتی ہوں"۔ کیلی بولی اور باہر نکل گئی۔ میں نے خود کو پتھرالیا تھا۔ اس وقت میرے چہرے کی ہر شکن میرے کنٹرول میں تھی اور میں اپنے اعصاب پر قادر تھا۔ کیلی ہما کے ساتھ اندر داخل ہوئی اور دوسروں کے ساتھ میری نگاہیں بھی اس کی طرف اٹھ گئیں۔ میں نے سرد اور پرسکون نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اور شناسائی کی ایک رگ بھی نہیں پھڑکنے دی۔ ہما کو میرے بالکل سامنے بٹھایا گیا تھا۔ لیکن مجھے خود پر اعتماد تھا۔ پھر کھانا شروع ہوگیا۔ اس دوران ہلکی پھلکی گفتگو بھی ہوتی رہی۔ ہما ایک خوبصورت لباس میں تھی اور حسب معمول نظر آرہی تھی۔ بہرحال میں جانتا تھا کہ چند نگاہیں میرا بھرپور جائزہ لے رہی ہیں لیکن میں نے خود کو ہپناٹائز کرلیا تھا اور اپنے ذہن کو سمجھا رہا تھا کہ وہ ہما کو نہیں پہچانتا۔ چنانچہ ان لوگوں کو کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔

کھانا ختم ہوگیا اور ہم سب وہاں سے نکل آئے۔ کیلی ہما کو لے کر چلی گئی اور ایک شخص میرے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ مجھ سے گفتگو کرنے لگا۔ درمیانے قد کا گٹھے ہوئے بدن کا آدمی تھا۔ "اتفاق سے ہمارا تعارف نہیں ہوسکا۔ میرا نام ڈریک نوبل ہے!"

"مجھے شہاب کہتے ہیں!"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ کیا مشغلہ ہے آپ کا!"

"بس چھوٹا سا کاروبار کرتا ہوں!" میں نے خوش اخلاقی سے جواب دیا۔

"ہم تو ملازمت پیشہ لوگ ہیں۔ وطن سے دور، پڑے ہیں' آیئے۔ اس نے دوستانہ انداز میں کہا۔ ڈاکٹر ٹی پیکو کے ساتھ کہیں چلا گیا تھا۔ میں ڈریک کے ساتھ چل پڑا۔ اور وہ مجھے لئے ہوئے ایک عجیب سے کمرے میں پہنچ گیا۔ یہ کمرہ چوڑا کم تھا اور لمبا زیادہ۔ زمین پر سرخ قالین بچھا ہوا تھا اور اس کے آخری سرے پر صرف ایک کرسی رکھی ہوئی تھی!

"آپ تشریف رکھئے مسٹر شہاب!" اس نے کرسی کے قریب پہنچ کر کہا۔

"اور آپ؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ کرسی آپ کے لئے ہے!" ڈریک نے عجیب سے لہجے میں کہا اور اسی وقت پورا کمرہ تاریک ہوگیا۔ گہرا تاریک .... میں ساکت رہ گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ ڈریک پھرتی سے مجھ سے دور ہوگیا ہے۔ پھر دروازے کے قریب ایک چہرہ نظر آیا۔ صرف چہرہ باقی جسم تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ لیکن وہ چہرہ کسی گلوب کی طرح روشن تھا اور میں اسے پہچان سکتا تھا۔

چہرہ ڈاکٹر ٹی ٹی کا تھا۔ ایک لمحے کے لئے میرا ذہن وسوسوں میں ڈوب گیا لیکن دوسرے لمحے میری قوت ارادی عود کر آئی۔ ڈاکٹر ٹی ٹی کی آنکھوں سے شیشہ علیحدہ ہوگیا اور اب اس آنکھ سے چنگاریاں پھوٹتی نظر آرہی تھیں۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ تب ایک آواز میرے کانوں میں ابھری۔ نرم اور ٹھنڈی آواز جو ڈاکٹر ٹی ٹی کی تھی۔ "کرسی پر بیٹھ جاؤ"۔ لیکن میرا ذہن پوری طرح جاگ رہا تھا۔ میں کسی طرح خود کو کمزور نہیں پا رہا تھا۔ ایک لمحے میں، میں نے فیصلہ کیا کہ اس کی ہدایت پر عمل کروں اور میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ روشن چہرہ آہستہ آہستہ میرے قریب ہوتا جارہا تھا!

روشن چہرہ مجھ سے چند فٹ کے فاصلے پر آکر رک گیا۔ میں پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔ تب میرے ذہن میں ایک تحریک ہوئی اور یوں لگا جیسے کوئی سرگوشی کے انداز میں کچھ کہہ رہا ہو۔ میں نے اس سرگوشی پر غور کیا اور اس کے الفاظ واضح ہوگئے۔ شہاب! تمہیں اپنا کردار یاد رہنا چاہیئے۔ تم ذہین انسان ہو میرے الفاظ کے مطابق عمل کرو۔ تمہارا ذہن جاگ رہا ہے اور اس وقت ہم ایک مشکل سے گزر رہے ہیں!

میں نے ایک گہری سانس لی۔ چند لمحات قبل ایک خیال میرے ذہن میں پیدا ہوا تھا اور وہ خیال تھا کہ کیا ڈاکٹر ٹی ٹی نے میرے خلاف کوئی گہری سازش کی ہے لیکن ان خفیہ الفاظ سے یہ شک دور ہوگیا تھا۔ ڈاکٹر سو فیصدی میرے مفاد میں کام کر رہا تھا۔ ان لوگوں کے ایماء پر اس نے یہ سب کچھ کیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے ہوشیار بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ میں تیار ہوگیا۔

"جاگنے والے! تمہاری آنکھیں بند ہونی چاہیں کیونکہ تم سو رہے ہو۔ کیا تم سو رہے ہو؟ تم سو رہے ہو، گہری نیند........... تمہیں نیند آرہی ہے۔ ہاں تمہیں نیند آرہی

ہے۔ سو جاؤ........... گہری اور پر سکون نیند گہری اور پر سکون نیند........... سو جاؤ........... !

آواز نے کہا اور میری آنکھیں بند ہوگئیں۔ چند ساعت خاموشی رہی۔ پھر اس کی آواز دوبارہ ابھری۔ "کیا تم سو رہے ہو؟"

ہاں "........... میں نے خوابناک آواز میں کہا۔ میں سو رہا ہوں۔" "ہاں، میں گہری نیند سو گیا ہوں۔"

"لیکن تمہارا ذہن جاگ رہا ہے۔ تم اپنے بارے میں سب کچھ بتاؤ گے میجر یوسف سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟"

"میں ان کے ایک عزیز دوست کا بیٹا ہوں۔ وہ مجھے رشتہ داروں سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں!"

"کرنل جہانگیر سے تمہارا کیا رابطہ ہے؟"

میں نے اس سوال کے جواب میں چند ساعت کی خاموشی اختیار کی پھر بولا۔ "میرے ذہن میں کسی کرنل جہانگیر کا نام محفوظ نہیں ہے!"

"یہاں تم کس مقصد کے تحت آئے ہو؟"

"تبدیلی آب و ہوا کے لئے۔ میجر یوسف اپنی لڑکی سے میری شادی کرنا چاہتے ہیں!"

"اس کے علاوہ اور کوئی مقصد؟"

"کچھ نہیں!"

"اس لڑکی ہما کو جانتے ہو؟"

"نہیں، میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔" میں نے جواب دیا، اور ٹی ٹی خاموش ہوگیا۔ چند ساعت خاموشی رہی پھر ٹی ٹی نے کہا۔ "اب تم اس ماحول کو اور ان تمام باتوں کو بھول جاؤ گے۔ تمہیں کچھ بھی یاد نہیں رہے گا!"

"میں خاموش ہی رہا تھا۔ پھر روشنی ہوگئی لیکن میری آنکھیں بند ہی رہی تھیں۔ میں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ اس دوران کیا ہوتا رہا ہے؟ لیکن پھر چند ساعت کے بعد دوبارہ تاریکی پھیل گئی۔ اور ٹی ٹی کی آواز دوبارہ ابھری۔ "ہما! کیا تم اس نوجوان کو پہچانتی ہو؟"

"نہیں! میں نے پہلے کبھی اسے نہیں دیکھا!"

"کرنل جہانگیر کے پاس بھی نہیں؟"

"نہیں کبھی نہیں!"

"اچھی طرح یاد کرو!"

"میں نے اچھی طرح یاد کرلیا ہے!" ہما نے کہا اور پھر خاموشی۔ اس کے بعد دوبارہ روشنی ہوگئی اور چند ساعت کے بعد میں نے آنکھیں کھول دیں۔ عجیب و غریب کمرے میں میرے اور کیلی کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ کیلی مسکرارہی تھی۔ "خاموش کیوں ہو ڈیئر! کوئی گفتگو کرو۔"

"ایں۔" میں نے کھوئے کھوئے انداز میں اسے دیکھا۔

"یوں لگتا ہے جیسے تم بیٹھے بیٹھے سو گئے ہو۔ کیا بات ہے طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"ہاں نہ جانے کیوں۔ نہ جانے کیوں مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے جیسے چند لمحات میری زندگی سے نکل گئے ہوں۔ مجھے ان لمحات کی باتیں یاد نہیں ہیں..........!"

"اوہ۔ تو تم جاگتے میں سو جانے کے عادی ہو۔ بہرحال بڑی دلچسپ شخصیت ہے تمہاری' مجھے پسند آئی ہے۔ کیا ہماری ملاقاتیں آئندہ بھی ہوتی رہیں گی؟"

"اگر تم پسند کرو کیلی!"

"میں نے تو تمہیں پسند کرلیا ہے۔" کیلی نے کہا اور اسی وقت ڈاکٹر ٹی ٹی' اور ایک شخص اس کمرے میں آگئے اور ہمارا سلسلہ گفتگو رک گیا۔

"بھئی اب واپسی کا فیصلہ کرو۔ خاصی دیر گزر چکی ہے۔" ٹی ٹی نے کہا اور میں کھڑا ہوگیا۔ "اجازت!" میں نے پر اخلاق انداز میں کہا اور وہ سب ہمیں باہر تک چھوڑنے آئے۔ اور پھر رسمی گفتگو کے بعد میں نے گہری سانس لی اور مسکرانے لگا۔

"بڑے مرحلے سے گزر گئے۔ اب کم از کم تیل کالونی میں تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ویسے تم جیسے ذہین لوگ مجھے بے حد پسند ہیں۔ کیا عمدگی سے تم نے اپنا کردار نبھایا۔ یوں لگتا ہے جیسے تمہیں ہپناٹزم کے بارے میں بھی بہت کچھ معلومات حاصل ہیں!"

"کوئی خاص نہیں ڈاکٹر! بہر حال تم ایک اچھے دوست ہو!" "یہی خیال میرا تمہارے بارے میں ہے اور تم یقین کرو' میں اب تمہارے لئے بہت کچھ کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"میرے مشن کی تکمیل میں تمہارا بہت بڑا ہاتھ ہوگا ڈاکٹر! میں نے بہت سی

امیدیں تم سے وابستہ کر رکھی ہیں!"

"یہ مشن اب تنہا تمہارا نہیں رہ گیا میرے دوست! میں بھی اسے اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں۔ یوں سمجھ لو ٹی ٹی اب تم میں سے ایک ہے۔ مجھے اب تک آقاؤں کے درمیان زندگی گزارنی پڑی ہے۔ اب پہلی بار میں دوستوں کے درمیان گزاروں گا۔ غلامی اور دوستی میں بڑا فرق ہوتا ہے!"

"مجھے تمہاری دوستی پر ناز ہے۔ میرا خیال ہے مجھ سے ملاقات کے لئے تم پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جائے گی!"

"اب تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ لوگ تمہاری طرف سے بڑے مایوس ہوئے ہیں۔"

"آؤ........... تو کل ملاقات ہوگی!"

"کلب میں؟"

"ہاں!"

"میں انتظار کروں گا۔" ٹی ٹی نے کہا اور پھر ہم رخصت ہوگئے۔ میں میجر یوسف کی رہائش گاہ میں داخل ہوگیا تھا۔ ڈرائینگ روم میں روشنی نظر آئی۔ شاید کوئی وہاں موجود تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر میں اسی طرف بڑھ گیا۔ اندر داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور میجر یوسف اٹھ کر دروازے کے نزدیک پہنچ گئے۔ مجھے دیکھ کر انھوں نے پر سکون انداز میں گردن ہلائی اور ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ میں اندر داخل ہوگیا۔ اندر جو شخص موجود تھا اسے دیکھ کر میرے چہرے کی رگوں میں ہلکی سی کھچاوٹ پیدا ہوگئی۔ یہ ماجد تھا۔

"ہیلو!" ماجد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو ماجد!" میں نے صورت حال کا جائزہ لے لیا تھا۔ میجر یوسف بہرحال ایک قابل اعتماد شخصیت کے مالک تھے۔ چنانچہ ماجد نے یقیناً خود کو ان سے نہیں چھپایا ہوگا لیکن اس کی آمد یہاں کس سلسلے میں ہوئی ہے؟" میں نے سوچا اور ماجد کے نزدیک پہنچ گیا۔

"میں کافی دیر سے تمہارا انتظار کررہا ہوں!" ماجد بولا۔

"خیریت؟" میں نے میجر یوسف کی جانب دیکھتے ہوئے صوفے پر بیٹھتے ہوئے

پوچھا۔

"ایک پیغام لایا ہوں!"

"اوہ کس کا............؟"

"ڈاکٹر برہان کا!" ماجد نے جواب دیا اور میجر یوسف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھئی اب تم لوگ گفتگو کرو۔ میں تمہیں تھوڑی دیر کے لئے گفتگو کرنے کا موقع دے دوں!"

"شکریہ میجر یوسف!" ماجد نے کہا اور میجر یوسف کمرے سے باہر نکل گیا۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے ماجد کو دیکھا اور پھر سوال کیا۔ "کیا ڈاکٹر برہان نے اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ میجر کے سامنے تم اپنے آپ کو اس کا نمائندہ ظاہر کردو!"

"ہاں! ڈاکٹر کے خیال میں میجر قابل اعتماد آدمی ہے!" ماجد نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے یہ بتاؤ' غائب کہاں ہوگئے تھے؟" میں نے پوچھا۔ "کہیں نہیں' یہیں تھا۔ بس ایسی جگہوں پر چھپتا پھر رہا ہوں' جہاں عام لوگوں کی نگاہیں نہ پہنچ سکیں!"

"خوب............ پیغام کیا ہے؟"

"پیغام یہ ہے کہ اب سے تھوڑی دیر بعد تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔ اگر تم اب سے تھوڑی دیر قبل مل گئے ہوتے تو ہم پہلے ہی نکل گئے ہوتے یہاں سے!"

"کہاں؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے پہلے ہم یہاں سے نکل چلیں' راستے میں تمہیں تفصیلات بتا دوں گا۔ ویسے میں نے میجر سے بات کرلی ہے اور میجر اس بات پر تیار ہیں کہ ہمیں ایک مخصوص راستے سے تیل کالونی سے نکال دیں۔ میجر یہاں کے سیکیورٹی آفیسر ہیں اور انہیں بہت سی ایسی جگہوں کا علم ہے جہاں سے ہمیں خاموشی سے باہر نکالا اور داخل کیا جاسکتا ہے!"

"ٹھیک ہے اگر یہ بات تھی تو پھر بے چارے میجر کو باہر جانے دینے کی کیا ضرورت تھی!"

"وہ خود ہی چلے گئے ورنہ میں نے تو ان سے اس بات کی استدعا نہیں کی تھی!" ماجد نے جواب دیا اور ہم دونوں کھڑے ہوگئے۔ چند ساعت کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ میجر کافی فاصلے پر دروازے میں کھڑا نظر آرہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ ہماری جانب متوجہ ہوگیا۔

"کیوں خیریت؟"

"بس میجر آپ چلے ہی آئے' ورنہ ہمارے درمیان کوئی خاص گفتگو تو ہونی نہیں تھی۔ اپنا مقصد آپ کو بتا چکا تھا اب آپ ہمیں باہر نکالنے میں ہماری مدد کریں!"

"بہتر ہے آؤ!" میجر نے کہا اور ہم اُس کے ساتھ چل پڑے میجر ہمیں بہت سے پر پیچ راستوں سے گزار کر تیل کالونی کی ایک ایسی سمت لے آیا جہاں ایک چھوٹا سا گیٹ تھا اور اس گیٹ پر سیکیورٹی کے چند افراد مستعد تھے۔ میجر نے ان میں سے ایک شخص کو طلب کر کے کچھ ہدایات دیں اور اس نے گردن جھکا دی۔ پھر وہ تیزی سے ایک طرف چلا گیا تھا۔ میجر ہماری طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ میں نے جیپ منگوائی ہے۔ تم اس راستے کو ذہن نشین کر لینا اور واپس بھی اسی راستے سے آجانا۔ میں یہاں متعین لوگوں کو خاص ہدایات کردوں گا۔ جیپ جہاں تم پسند کرو گے' تمہیں چھوڑ دے گی اور پھر واپس آجائے گی!"

"بہت بہت شکریہ میجر!" میں نے کہا اور میجر نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد جیپ پہنچ گئی اور ہم اس میں بیٹھ کر چل پڑے۔ راستے میں کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی تھی کیونکہ جیپ ڈرائیور ہمارے ساتھ تھا۔ بہرصورت ہم اس عمارت تک پہنچ گئے جو ڈاکٹر برہان کی مخصوص عمارت تھی اور پھر میں اور ماجد جیپ ڈرائیور سے رخصت ہوکر اندر داخل ہوگئے۔ یہاں میں نے فیضان کو بھی دیکھا تھا۔ "بڑا پراسرار ماحول ہے! بڑی معنی خیز فضا ہے۔ ڈاکٹر برہان کہاں ہیں؟" میں نے سوال کیا اور فیضان مسکرانے لگا۔ "ڈاکٹر برہان موجود نہیں ہیں۔ ویسے تم جو کچھ کر رہے ہو شہاب! اس سے ہمارے دلوں پر سانپ لوٹ رہے ہیں!"

"بھئی اب اس میں قصور سانپوں کا ہے' میرا کیا قصور ہے؟" میں نے بھی پر مزاح انداز میں کہا اور ماجد بھی مسکرانے لگا۔

"اوہو' تو آجکل تم تیل کالونی میں میرے خلاف بھی جاسوسی کررہے ہو؟"

"میں کچھ نہیں کررہا جناب! جو کچھ کررہا ہے ڈاکٹر برہان کررہا ہے۔"

"بہت خوب! تو ڈاکٹر برہان نے تمہیں میرے پیچھے لگا رکھا ہے؟"

"ہاں ------- درپردہ مجھے تمہاری ہی نگرانی کرنی پڑ رہی ہے۔ اگر یہ نہ کر رہا ہوتا تو اس دن ٹول ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔"

"یہ بات تو درست ہے!" میں نے اعتراف کیا پھر فیضان سے بولا۔

"ہاں تو ڈیئر فیضان! کیا چکر ہے جلدی بتاؤ!"

"بس ڈاکٹر برہان کا پیغام ہے کہ کرنل جہانگیر کو اس کی رہائش گاہ سے اغوا کر لیا جائے، تھوڑا سا شور و غل بھی کیا جائے اور دھائیں دھوئیں بھی ہونی چاہیئے اور اس کے بعد میں اور ماجد کرنل جہانگیر کو لے کر دار الحکومت چلے جائیں گے۔ اس کے لئے تمام تیاریاں مکمل کرلی گئی ہیں۔"

"اوہ خوب............ یہ ڈاکٹر برہان کی ہدایت ہے!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے پوچھا اور وہ دونوں میری شکل دیکھنے لگے۔ پھر فیضان بولا۔ "کیوں کوئی خاص بات ہے اس میں؟"

"نہیں بالکل نہیں، یہ بالکل الگ چیز ہے اور میرا خیال ہے ڈاکٹر برہان نے بہتر سوچا ہے۔"

"تو پھر کیا خیال ہے؟"

"خیال کی کیا بات ہے فیضان! جیسے ڈاکٹر برہان نے کہا ہے ویسے ہی کیا جائیگا!" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور ان کے ساتھ چلنے پر آمادگی ظاہر کردی۔

کرنل جہانگیر کی رہائش گاہ بدستور خاموش تھی۔ ایک عجیب سی سوگواری طاری تھی اس پر۔ ویسے یہ عمارت بھی خوب تھی۔ مجھے اس میں کبھی سیدھے راستے سے داخل ہونے کی توفیق ہی نہیں ہوئی تھی۔ ہم تینوں سیاہ چست لباسوں میں ملبوس تھے۔ ماجد اور فیضان کے پاس اسٹین گنیں تھیں حالانکہ یہ سب کچھ بے سود تھا لیکن نہ جانے ڈاکٹر برہان کی اس میں کیا مصلحت تھی؟ یہاں تو کوئی مقابلہ کرنے والا بھی موجود نہیں تھا۔ ویسے زبیر خان بے چارہ نہ جانے کہاں چلا گیا تھا مجھے اس شخص سے ہمدردی تھی اور خطرہ تھا کہ کہیں وہ کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہوگیا ہو۔ جذباتی آدمی تھا۔ اگر جذبات کی رو میں بہہ کر براہ راست خان جلال تک جا پہنچا تو اس کے ہاتھوں بچ نہ سکے گا۔ بہرحال میں اس کے لئے کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ ان معاملات سے فرصت ملتی تو اس کے بارے میں سوچا جاتا لیکن یہ معاملہ تو طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا تھا۔ کرنل جہانگیر کی خوابگاہ تک پہنچنے کے سارے راستے معلوم تھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ گزرتے ہوئے میں نے زبیر خان کے کمرے پر بھی نگاہ ڈالی تھی لیکن اس کی موجودگی کے آثار نہیں نظر آئے۔ ہاں وہ معصوم

لڑکی موجود تھی جس کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ پیدا ہی کرنل جہانگیر کی تیمارداری کے لئے ہوئی ہے۔

نرس شاید اونگھ رہی تھی۔ ہمارے قدموں کی چاپ پر چونک پڑی اور پھر اس کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئیں۔ ماجد نے اس کے سینے پر اسٹین گن کی نالی رکھ دی اور فیضان نے کلوروفارم کا رومال عقب سے اس کے چہرے پر رکھ دیا۔ پھر اسے احتیاط سے ایک طرف لٹا دیا گیا اور اس کے بعد ہم کرنل جہانگیر کے کمرے میں داخل ہوگئے۔ کرنل مسہری پر کروٹ لئے لیٹا تھا۔ نہ جانے اس بیچارے کی کیا کیفیت تھی لیکن وہ سو نہیں رہا تھا۔ قدموں کی آہٹ پر اس نے کروٹ بدلی اور پھر ہمیں دیکھ کر پھرتی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس وقت کوئی مزاحمت ہمارے حق میں بہتر نہیں تھی۔ اس لئے فوراً کرنل پر قابو پالیا گیا۔ اسے بے ہوش کرکے احتیاط کے ساتھ باہر لایا گیا اور اس گاڑی میں پہنچا دیا گیا جو ہم نے ایک سمت کھڑی کر دی تھی۔ پھر ہم تینوں واپس کرنل کی کوٹھی میں آگئے اور اس کے بعد اسٹین گنیں غرانے لگیں۔ ہم ایسے دروازوں، کھڑکیوں اور دروازوں کو نشانہ بنا رہے تھے جن میں کسی کی موجودگی کا امکان نہیں تھا۔ خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ اندر سے خوف و دہشت میں ڈوبی آوازیں ابھرنے لگیں۔ ملازم وغیرہ اس طرح چیخ رہے تھے جیسے گولیاں براہ راست ان کے جسموں میں لگ رہی ہوں۔ کئی منٹ تک ماجد اور فیضان گولیاں چلاتے رہے۔ اس کے بعد ہم واپس گاڑی کے نزدیک پہنچ گئے۔ ماجد نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور وین اسٹارٹ ہوکر واپس پلٹ پڑی۔

پروگرام کے مطابق مجھے تیل کالونی جانے والی سڑک پر اس کچی پگڈنڈی کے قریب اتار دیا گیا جو اس طویل راستے سے کالونی کے اس چھوٹے گیٹ تک جاتی تھی جہاں سے ہم آئے تھے۔ فیضان اور ماجد کو یہاں سے ایک نزدیکی بستی جانا تھا اور پھر وہاں سے بذریعہ ٹرین دار الحکومت۔ چنانچہ وہ مجھے خدا حافظ کہہ کر چلے گئے اور میں یہ سفر پیدل طے کرنے لگا۔ صبح کی روشنی نمودار ہو چکی تھی جب میں گیٹ پر پہنچا۔ اندر داخل ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ جب میں میجر کی رہائش گاہ میں پہنچا تو سامنے ہی تبسم نظر آ گئی۔ اس نے مجھے دیکھ لیا تھا لیکن اس کے ہونٹوں پر استقبالیہ مسکراہٹ نمودار نہ ہوئی۔ وہ سپاٹ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ نیند اور تھکن سے برا حال تھا لیکن اسے نظرانداز بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ میں اس کی طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو تبسم!"

"ہیلو!" وہ خشک انداز میں بولی۔

"بہت صبح جاگ گئیں؟"

"کچھ لوگ راتوں کو سوتے بھی نہیں۔ میں اگر جلدی جاگ گئی تو کونسی تعجب کی بات ہے؟" اس نے کہا۔

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن انسان صبح ہی جاگ جائے تو اسے چائے ضرور پینی چاہئے!" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اسے بھی جو راتوں کو سوتا ہی نہ ہو۔"

"ہاں اُس کے لئے تو کم از کم دو پیالیاں ہونی چاہئیں!" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"آیئے! میں ملازمہ سے کہہ دوں!" تبسم نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ چائے کے لئے کہہ کر وہ ایک کھلی جگہ آ بیٹھی۔ "اور سنایئے' کیسی گزر رہی ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہوں۔"

"محسوس ہو رہا ہے۔ ویسے بعض اوقات انسان خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار لیتا ہے جیسے میں!" تبسم نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا!"

"آپ کے آ جانے سے بڑی مسرت ہوئی تھی۔ میرا تو یہاں دل لگتا ہی نہیں۔ بڑا ویران سا ماحول ہے کوئی دلچسپی کوئی دلکشی نہیں لیکن آپ کو اپنے ہاتھوں سے خود کھو بیٹھی۔ نہ اس دن ڈاکٹر ٹی ٹی سے ملاقات ہوتی' نہ یہ دن دیکھنا پڑتا۔"

"اوہ' یہ بات ہے۔ ویسے ٹی ٹی دلچسپ آدمی ہے۔ آپ اس سے ملتی کیوں نہیں ہیں!"

"اس کی دلچسپیاں میری فطرت سے میل نہیں کھاتیں۔ وہ اپنی ہی نسل کی لڑکیوں کے لئے دلچسپ ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے ہاں اخلاقی قدریں کچھ اور ہیں۔ آپ نے اس دوران جائزہ لے لیا ہوگا کہ مقامی لڑکیاں اس کی دوست نہیں ہیں!"

"بے ضرر انسان ہے صرف لڑکیوں کے درمیان بیٹھنے کا شائق۔"

"ممکن ہے اس کے احباب بے ضرر نہ ہوں۔" تبسم نے میرے اوپر چوٹ کی۔

"ویسے اس نے آپ کے دوستوں کی تعداد میں کافی اضافہ کر دیا ہوگا!"

"کوئی خاص نہیں!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن تبسم کے انداز میں کبیدگی نظر آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد چائے آ گئی اور اس نے خاموشی سے اپنے اور میرے لئے چائے بنا کر ایک پیالی مجھے پیش کر دی۔ چائے پینے کے بعد میں نے اس سے اجازت طلب کی۔ "اب سوئیں گے؟" اس نے خفیف مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"ہاں' سخت نیند آ رہی ہے!"

"ناشتہ بھی نہیں کریں گے؟"

"دوپہر کو کھانا ہی کھاؤں گا۔ میجر اگر پوچھیں تو براہ کرم آپ انہیں بتا دیں۔"

"خیر یہی بات تو میں انہیں بتا نہیں سکتی کیونکہ اول تو میری زبان ان کے سامنے نہیں کھل سکتی اور پھر کچھ بھی ہے' آپ ہمارے مہمان ہیں۔ ویسے میری نصیحت ہے کہ رات کی نیند دن میں کبھی پوری نہیں ہوئی اس لئے کبھی کبھی رات کو بھی سو لیا کریں۔"

"بہتر!" میں نے جواب دیا اور پھر میں اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس وقت کچھ سوچنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ بس سخت نیند کا شکار تھا اس لئے لیٹتے ہی گہری نیند سو گیا۔ پوری رات جاگا تھا اس لئے ساڑھے گیارہ بجے تک سوتا رہا۔ پھر آنکھ کھل گئی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو تبسم دوبارہ نظر آ گئی۔ "آپ ہی کو دیکھنے آ رہی تھی۔ آیئے کھانا لگنے والا ہے۔" کھانے کے بعد دیر تک تبسم سے گفتگو ہوتی رہی۔ وہ مشکوک تھی اور اس کا خیال تھا کہ ڈاکٹر ٹی ٹی نے مجھے اپنی بری باتوں میں شریک کر لیا ہے۔ بہرحال میں نے اس کے خیالات کی تصدیق یا تردید نہیں کی اور اس کی کیفیات سے دلچسپی لیتا رہا۔ اس نے بتایا تھا کہ اسے کچھ دنوں کے لئے باہر جانے کی اجازت مل گئی ہے اور وہ اپنی ایک عزیزہ کے ہاں دارالحکومت جانے کا ارادہ رکھتی ہے!

شام تک میں گھر میں رہا اور کوئی کام نہیں تھا۔ البتہ سورج چھپنے کے تھوڑی دیر بعد میں نے لباس تبدیل کیا اور خاموشی سے باہر نکل گیا۔ میجر یوسف آج کچھ زیادہ ہی مصروف تھا اس لئے شام کو بھی اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ آٹھ بجے میں کلب کی عمارت میں داخل ہو گیا۔ ٹی ٹی اپنی میز پر موجود اور ضرورت سے زیادہ ہی کھلا ہوا تھا۔ اس کے لباس کی خوشبو کی لہریں دور دور تک پھیل رہی تھیں۔ نہایت قیمتی اور عمدہ تراش کے سوٹ میں ملبوس تھا!

"ہیلو ڈاکٹر!"

"ہیلو جان من آؤ!" ڈاکٹر نے میرا استقبال کیا۔

"بہت اسمارٹ نظر آ رہے ہو ڈاکٹر!"

"اوہ شکریہ! آج کسی نئے شکار کا ارادہ ہے۔ ذرا انتخاب تو کرو۔ ویسے میرے لئے ایک مشکل ہے یہاں!"

"وہ کیا ڈاکٹر؟"

"حالانکہ یہاں کئی ملکوں کی لڑکیاں موجود ہیں۔ یہ سب آپس میں ایک دوسرے کی دوست بھی نہیں ہیں لیکن مجھ سے سبھی واقف ہو گئی ہیں اور نہ جانے کیوں یہ مجھ سے کتراتی ہیں۔ ان میں سے بیشتر کا خیال ہے کہ میں عورتوں کا رسیا ہوں۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا ڈاکٹر!"

"بس کبھی کبھی ان کے خیالات پڑھنے کا کوئی موقع مل جاتا ہے۔" میں نے اپنی اس آنکھ سے اور بھی بہت سے سخت تجربات کئے ہیں جن کا اظہار میں نے ان لوگوں پر نہیں کیا ورنہ وہ مجھے اس سلسلہ میں بھی استعمال کرنا شروع کر دیتے لیکن اپنے طور پر کام چلاتا ہوں۔"

"مثلاً ڈاکٹر!" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہپناٹزم کا ایک اصول تو یہ ہے کہ کسی کو ٹرانس میں لا کر اسے اپنا مطیع کر لیا جائے اور اس سے اپنے احکامات کی تعمیل کرائی جائے۔ اس میں تھوڑی سی ترمیم میں نے کی ہے وہ یہ کہ کسی کے ذہن پر اس طرح اثر انداز ہوا جائے کہ اس کی اپنی سوچ اپنی شخصیت برقرار رہے، ہاں اس کے خیالات چرائے جائیں یعنی صرف اس کی سوچ سے رابطہ قائم ہو جائے، اس کے خیالات آرام سے وصول کئے جاتے رہیں۔ دراصل میں جن لوگوں کے چنگل میں ہوں، ان سے سخت بددل ہوں۔ اس لئے میں نے کبھی سنجیدگی کے ساتھ اپنی اس قوت کو دوسرا رنگ دینے کے بارے میں نہیں سوچا۔ اگر میں کوشش کروں تو آرام سے ٹیلی پیتھ بھی بن سکتا ہوں۔ ہپناٹزم ایک درخت کی حیثیت رکھتا ہے جس سے علوم کی لاتعداد شاخیں پھوٹتی ہیں بس ان شاخوں کا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔"

"خوب! لیکن اپنی ذات کے لئے تو آپ یہ کوشش کر سکتے ہیں ڈاکٹر!"

"کیوں نہیں! اگر تمہارے ساتھ رہنے کا موقع ملا تو میں ان علوم پر بھی دسترس

حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ "اوہ اسے دیکھو!" ڈاکٹر نے ایک دراز قامت لڑکی کی طرف اشارہ کیا جو ابھی ابھی اندر داخل ہوئی تھی۔ میں نے اس طرف دیکھا۔ سڈول بدن کی مالک حسین لڑکی تھی۔ لمبے سیاہ بال اس کے حسن میں دلکشی کا باعث تھے! "نئی شکل ہے!" ڈاکٹر نے کہا اور پھر اپنی میز سے ایک پلیٹ اٹھا کر نیچے پھینک دی۔ لڑکی نے چونک کر اس طرف دیکھا اور ڈاکٹر کا مقصد پورا ہو گیا۔ شاید وہ یہی چاہتا تھا کہ ایک بار کسی طور پر لڑکی سے نگاہ مل جائے۔

ویٹر نزدیک آ گیا اور ٹوٹی پلیٹ کے ٹکڑے چننے لگا۔ پھر وہ صفائی کر کے چلا گیا لیکن ڈاکٹر کی یہ حرکت میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ "اسے متوجہ کرنا مقصود تھا۔ اب اس سے نگاہیں مل گئیں اور میں نے ذہنی طور پر اس سے رابطہ قائم کر لیا۔ وہ میرے ٹرانس میں نہیں ہے، لیکن میں اس کے خیالات ضرور پڑھ سکتا ہوں۔" ٹی ٹی نے کہا۔

"بہت خوب ڈاکٹر! میرا خیال ہے وہ آ رہی ہے!"

"ایک منٹ!" ڈاکٹر بولا اور اس کی نگاہیں لڑکی کا تعاقب کرنے لگیں۔ پھر وہ گردن ہلا کر بولا۔ "نہیں! سویڈن کی باشندہ ہے!"

"یہ کس طرح معلوم ہو گیا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میں نے اس کے ذہن سے سوال کیا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"ذہنی رابطے کی بنیاد پر میں اس کے ذہن میں کوئی تحریک پیدا کر سکتا ہوں۔ وہ غیر اختیاری طور پر اس کے بارے میں سوچے گی اور مجھے اس کا جواب مل جائے گا۔ پھر میں نے اس وقت اس کے ذہن میں وطن کا خیال پیدا کیا اور اس نے فوراً سویڈن کے بارے میں سوچا۔ مجھے جواب مل گیا!"

"کیا یہ صرف اس آنکھ کا کارنامہ ہے ڈاکٹر!" میں نے تعجب سے پوچھا اور ڈاکٹر کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "بات یہ ہے ڈیئر شہاب! میں ان لوگوں کے بیشتر تجربات کا شکار رہا ہوں۔ طویل عرصہ تک وہ مجھے تختہ مشق بناتے رہے ہیں۔ خود میرا اپنی ذات پر کوئی تصرف نہیں رہا ہے لیکن بعض اوقات مجھے اپنے اندر کچھ عجیب خصوصیات کا احساس ہونے لگتا ہے جن کا میں نے مناسب تجزیہ نہیں کیا مگر چھوڑو ان باتوں کو۔ میرے بارے میں تو جانتے ہی رہو گے فی الحال اس کے بارے میں سوچو کیا

میں اسے یہاں بلاؤں؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"یقیناً یہ تمہارے لئے مشکل بات نہیں ہے کیونکہ میں تجربہ کر چکا ہوں!" میں نے مسکرا کر کہا اور ڈاکٹر لڑکی کی جانب دیکھنے لگا۔ لڑکی ایک میز پر بیٹھ چکی تھی۔ میں اس کا جائزہ لیتا رہا اور پھر میں نے اسے میز سے اٹھتے ہوئے دیکھا وہ ہماری طرف آ رہی تھی۔ ہماری میز کے نزدیک پہنچ کر وہ الجھی الجھی سی کھڑی ہو گئی۔

"ہیلو!" ڈاکٹر نے اپنی ٹائی درست کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟" لڑکی نے پوچھا۔

"کیوں نہیں بیٹھ سکتیں!"

"شکریہ!" لڑکی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ وہ کسی قدر متعجب سی نظر آ رہی تھی۔ پھر وہ چٹکی سے اپنی پیشانی مسلنے لگی۔

"خیریت؟ آپ کسی قدر پریشان نظر آ رہی ہیں!" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"آپ لوگ نہ جانے میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں۔ یقین کریں آپ کے نزدیک آنے کا کوئی مقصد نہیں ہے بس ایک دم خیال آیا اور میں یہاں چلی آئی۔"

"تو اس میں حرج بھی کیا ہے؟ یہ سب ایک دم ہی ہوتا ہے!" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"کیا؟"

"عشق، محبت، پیار ایک ہی چیز ہے اسے کتنے ہی نام دے دیئے جائیں!"

"اوہ، نہیں۔ براہ کرم ایسی کسی چیز کے بارے میں نہ سوچیں۔" لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چلئے ٹھیک ہے نہیں سوچتے لیکن اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے آپ ایک دوست ہی کی حیثیت سے آ گئیں۔ کیا پئیں گی!"

"میں اپنی میز پر ہی بیٹھنا چاہتی ہوں مجھے امید ہے آپ لوگ محسوس نہیں کریں گے!" وہ اٹھ گئی اور پھر واپس اپنی میز پر پہنچ گئی۔ ڈاکٹر مسکرانے لگا تھا!

"یہ کیا ہوا ڈاکٹر؟"

"ایک دلچسپ تجزیہ......... آج تفریح ہی رہے!"

"کیا مطلب؟"

"میں نے اس کے ذہن پر ہلکی سی گرفت کی تھی اور اس سے کہا تھا کہ وہ یہاں آ جائے لیکن میز پر پہنچتے پہنچتے میں نے اسے گرفت سے آزاد کر دیا اور وہ سوچنے لگی کہ وہ ان اجنبیوں کے درمیان کیوں آ گئی۔ پھر اس نے سوچا کہ ہم لوگ اسے فلرٹ تو نہیں سمجھ رہے۔ اس احساس کے تحت اسے شرمندگی ہونے لگی اور وہ واپس چلی گئی لیکن............"

"لیکن کیا ڈاکٹر؟"

"ابھی وہ پھر آئے گی!" ڈاکٹر نے کہا اور دوبارہ لڑکی کی طرف دیکھنے لگا اور چند ہی ساعت کے بعد وہ دوبارہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ہمارے نزدیک آ کر بیٹھ گئی لیکن پھر بری طرح چونک پڑی۔ اس نے متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "نہ جانے......... نہ جانے مجھے کیا ہو رہا ہے؟ میں میں........."

"ایسا ہی ہوتا ہے......... ایسا ہی ہوتا ہے......... آپ بلاوجہ گھبرا رہی ہیں......... بالکل ایسا ہی ہوتا ہے......... رومانس کی تمام داستانیں اٹھا کر پڑھ لیں۔ سب میں یہی کچھ ہے۔ قدم خودبخود کھنچے چلے آتے ہیں۔ کسی دوسری جگہ دل نہیں لگتا لیکن آپ پریشان کیوں ہیں؟ تشریف رکھیں۔"

اس بار لڑکی انکار کی ہمت نہ کر سکی لیکن وہ نروس تھی۔ پھر ڈاکٹر نے اس کے لئے ہلکی شراب منگوائی اور اس نے شرمندہ سے انداز میں کئی پیگ پئے لیکن اس کے بعد وہ ٹھیک ہو گئی تھی۔

"تعارف ابھی تک نہیں ہوا!" ڈاکٹر نے کہا۔

"میرا نام ریتا گراہم ہے۔ سویڈن کی باشندہ ہوں۔ ایک ماہ پہلے سویڈن سے یہاں آئی تھی!"

"بڑی خوشی ہوئی مس ریتا! میں ٹی ٹی ہوں اور یہ شہاب!" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا۔ مجھے بھی اخلاقاً ایسا کرنا پڑا تھا۔ تھوڑی دیر میں ریتا ہم دونوں سے خاصی بے تکلف ہو گئی۔ اس نے پروفیسر ٹی ٹی اور میرے بارے میں بھی خاصی معلومات حاصل کیں۔ میرے بارے میں اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ میں مقامی ہوں۔ تب اس نے مجھ سے فرمائش کی کہ اگر ممکن ہو سکے تو میں اسے مقامی زبان کے بارے میں کچھ بتاؤں اور اسے یہاں کے حالات سے آگاہ کروں۔

"مجھے آپ کے وطن کے بارے میں جاننے کا بڑا شوق ہے۔ یہاں چند لوگوں سے میری ملاقات ہوئی ہے لیکن وہ سب کے سب خشک اور مصروف سے انسان ہیں۔ عموماً مقامی لوگ تو کلب کی تفریحات میں دلچسپی ہی نہیں لیتے!"

"ہاں شاید ان کی مصروفیات انہیں اجازت نہ دیتی ہوں!" میں نے جواب دیا۔

"بہرحال مسٹر شباب! آپ لوگوں سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ حالانکہ اس وقت بھی میں اپنے میں یہ تجویز نہیں کرسکی کہ کونسا جذبہ مجھے اپنی میز سے اٹھاکر یہاں لایا تھا!"

"کمال کی بات ہے؟"

"اس میں سوچنے کی بات ہی کیا ہے آخر' میں اس جذبے کی نشاندہی کرچکا ہوں!" ڈاکٹر ٹی ٹی نے کہا۔

"نہیں ڈاکٹر! آپ یقین کریں ایسی کوئی بات نہیں ہے!"

"خیر ہو یا نہ ہو' اب تو تم ہماری دوست بن ہی گئیں۔" ڈاکٹر نے نشیلی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں کیوں نہیں!" اس نے جواب دیا۔

"کیا میں تمہیں رقص کی پیش کش کرسکتا ہوں!" ڈاکٹر بولا۔

"آپ ضرور............ ضرور............ کیوں نہیں!" ریتا نے جواب دیا اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ پھرجب رقص کے لئے موسیقی شروع ہوئی تو ڈاکٹر نے مجھ سے معذرت کی اور ریتا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر ڈانس فلور کی طرف چلا گیا۔ میں اس شخص کی حیرت انگیز شخصیت پر غور کرنے لگا۔ بلاشبہ اپنی ذات میں ایک عجیب و غریب انسان تھا۔ بہت ساری چیزوں پر قادر لیکن ذہنی طور پر بچوں کی مانند............ وہ رقص کرتا رہا اور میں اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ اتفاق کی بات تھی کہ مجھ سے کسی نے رقص کی فرمائش بھی نہیں کی تھی اور نہ ہی میں اس وقت اس موڈ میں تھا۔ میں سکون سے رقص کرنے والے جوڑوں کو دیکھتا رہا اور پہلے راؤنڈ کے خاتمے پر وہ دونوں واپس آگئے۔ ریتا ہنس رہی تھی۔ "مسٹر ٹی ٹی بہت دلچسپ انسان ہیں' مجھے ان کی شخصیت بے حد پسند آئی ہے لیکن آپ نے رقص نہیں کیا مسٹر شباب!"

"ہاں میں رقص دیکھ کر لطف اندوز ہوتا رہا!"

"دوسرے راؤنڈ میں تم شباب کے ساتھ رقص کرو گی!" ڈاکٹر نے فراخدلی کا مظاہرہ کیا۔

"ضروری نہیں ہے ڈاکٹر! میں آپ کے رقص سے بھی خوش ہوں!"

"ہرگز نہیں۔ کیوں مس ریتا!"

"اوہ ضرور............" ریتا نے کہا اور جب دوسرے راؤنڈ کے لئے موسیقی شروع ہوئی تو ریتا نے میری آنکھوں میں جھانکا۔ "جاؤ شباب! میری طرف سے اجازت ہے!" ڈاکٹر ٹی ٹی نے کہا اور میں اٹھ گیا۔ ریتا بے حد سڈول اور گداز تھی لیکن اس کے ذہن میں الجھن اب بھی باقی تھی۔ "اس میں کوئی شک نہیں ہے مسٹر شباب! کہ آپ دونوں بے حد دلچسپ اور پرکشش ہیں لیکن یقین کریں' میں اب بھی اس الجھن میں ہوں کہ آپ میرے ذہن میں کیوں آئے؟"

"کیا کہا جاسکتا ہے مس ریتا! بہرحال یہ پریشانی کی بات بھی نہیں ہے۔ آپ سوچنا ہی چھوڑ دیں!" میں نے جواب دیا۔

"غیرفطری سی بات ہوگی۔ تاہم آپ سے مل کر میں بہت خوش ہوں۔ آپ بھی یہاں سروس کرتے ہیں؟"

"نہیں! میں اپنے ایک عزیز کے پاس آیا ہوں جو یہاں ملازم ہیں۔ ویسے میں دارالحکومت میں رہتا ہوں!"

"اوہ............ بہت خوب! یہ تو بہت ہی خوشی کی بات ہے! اب تو میں آپ سے فرمائش کروں گی کہ کچھ وقت مجھے دیں اور اپنے ملک کی سیر کرائیں۔ کیا آپ میرے لئے کچھ وقت نکال سکتے ہیں؟"

"ضرور مس ریتا! ابھی تو میں یہاں کافی دن قیام کروں گا۔ آپ کے والدین اجازت دے دیں گے آپ کو؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں............ اس میں کیا حرج ہے؟ آپ میرے دوست ہیں!" لڑکی بولی اور میں سوچنے لگا کہ واقعی یہ ایک احمقانہ سوال ہے۔ یورپ کے والدین تو کبھی کے ایسے حقوق سے محروم ہوچکے ہیں۔ بہرحال میں نے اس سے وعدہ کرلیا۔ ظاہر ہے اس وعدے کا کسی ذریعے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ ایک کاروباری نوعیت کے الفاظ تھے جو ضرورت کے تحت ادا کرنے پڑے تھے!

تیسرا راؤنڈ ریتا نے ڈاکٹر ٹی ٹی کے ساتھ پورا کیا اور چوتھے راؤنڈ میں بھی میں نے ٹی ٹی کو ہی ناچنے کا موقع دیا۔ وہ بے حد خوش نظر آ رہا تھا' بالکل نوجوانوں کی سی حرکتیں کر رہا تھا اور میں اس کی شخصیت کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ شخص کیسی بھی خصوصیات کا حامل کیوں نہ ہو ذہنی طور پر بچہ ہی ہے۔ میں نے سوچا اور پھر جب میں اور ٹی ٹی واپس آ رہے تھے تو راستے میں میں نے اس سے سوال کیا۔ "ڈاکٹر میرے سلسلے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"میں آج بھی دن بھر کوششوں میں مصروف رہاں ہوں۔ تم بے فکر رہو اور یہ نہ سوچو کہ میں تمہاری جانب سے غافل ہوں' کیونکہ اب تو یہ سوال صرف تمہارا ہی نہیں بلکہ میرا بھی بن چکا ہے۔ چونکہ میں ان لوگوں سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں اور اس کی یہی صورت ہے کہ تمہیں کامیابی ہو چنانچہ تم سوچ لو کہ جس قدر ممکن ہوسکا میں تمہیں اس سلسلے کی تفصیلات سے آگاہ کر دوں گا!"

"شکریہ ڈاکٹر ٹی ٹی!" میں نے کہا۔

"سب سے بڑی بات یہ ہے!" ڈاکٹر ٹی ٹی بولا۔ "کہ ہم اس سلسلے میں کوئی مناسب طریقہ کار اختیار کریں۔ اصل میں ہم طریقہ کا تعین نہیں کر سکے!"

"یہ بھی ٹھیک ہے ڈاکٹر ٹی ٹی! چنانچہ بہتر یہ ہے کہ کل دن میں آپ سے ملاقات کروں' اور اس ملاقات میں ہم اس سلسلے میں بھی کوئی فیصلہ کرلیں!"

"کل دن میں' ہاں ٹھیک ہے لیکن یہ ملاقات میرے گھر پر نہیں ہونی چاہئے!" ٹی ٹی بولا۔

"قطعی نہیں بلکہ کسی بالکل اجنبی جگہ پر۔ ویسے اب ہمیں شک کی نگاہوں سے بھی نہیں دیکھا جائے گا کیونکہ وہ لوگ ہماری طرف سے مطمئن ہو چکے ہیں!" اور پھر ہم نے دوسرے دن کی ملاقات کے لئے جگہ کا تعین کرلیا۔

میجر یوسف کی رہائش گاہ پر واپس آکر میں اس سلسلے میں غور کرنے لگا اور بہت سے خیالات مجھ پر حملہ آور ہوگئے۔ یہ معاملہ طول کھینچ گیا تھا۔ مجرم ایک طرح سے سامنے تھے لیکن ان کے خلاف کوئی ثبوت بھی نہیں تھا اور نہ ہی صحیح جرم کھل کر سامنے آیا تھا۔ اس سلسلہ میں کوئی............ کوئی............ اور دفعتاً میں اچھل پڑا۔ ڈاکٹر ٹی ٹی اگر واقعی خلوص دل سے میری مدد پر آمادہ ہے جیسا کہ اس نے اظہار کیا ہے تو اس سے پورا پورا

فائدہ کیوں نہ اٹھایا جائے۔ اس کی قوت کسی ایسی شخصیت پر تو استعمال ہوسکتی ہے جو براہ راست ان لوگوں سے متعلق ہے اور وہ شخصیت کیلی پیٹرسن کی بھی ہوسکتی ہے۔ ظاہر ہے ڈاکٹر اس سے ملاقات بھی کر سکتا ہے۔ میں اس خیال کے تانے بانے بنتا رہا اور پھر دوسری صبح میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر میجر یوسف سے گفتگو کی۔ "اس موضوع پر آپ سے کوئی گفتگو نہیں ہوسکی میجر! لیکن آج آپ سے بات کرنا ضروری تھا!"

"مجھے بھی رات کو ایک اہم اطلاع ملی ہے شہاب! رات کو میں کئی بار تمہارے پاس آیا تھا لیکن تم موجود نہ تھے!"

"اوہ' کیا اطلاع ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کرنل جہانگیر کو اس کی رہائش گاہ سے اغوا کرلیا گیا ہے۔ خاصا ہنگامہ بھی ہوا ہے۔ پولیس کا خیال ہے کہ دو گروہوں نے یہ کوشش کی ہے اور ان میں آپس میں جنگ بھی ہوئی ہے!" میجر یوسف نے کہا۔

"کیا یہ خبر اخبارات میں آگئی ہے میجر!"

"نہیں بلکہ اخبارات کو یہ خبر چھاپنے کی ممانعت کر دی گئی۔ ایک اہم شخص سے فون پر میری گفتگو ہوئی تھی وہ پولیس میں ایک اعلیٰ عہدیدار ہے۔ وہ یہ بات جانتا تھا کہ میں اور کرنل گہرے دوست ہیں۔ افسوس شہاب! بے چارہ کرنل مصیبتوں کا شکار ہوگیا ہے۔ نہ جانے اس کی تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ اس کا ستارہ بری طرح گردش میں آگیا ہے۔ اسی افسر نے ایک اور اطلاع بھی دی ہے!"

"وہ کیا؟"

"چند روز قبل کرنل کی بیٹی بھی اغوا کرلی گئی تھی اور وہ ابھی تک لاپتہ ہے!"

"ہوں! دونوں باتیں میرے علم میں ہیں میجر!" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور میجر چونک پڑا۔

"کرنل کے اغوا کا علم ہے تمہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں ہم ان ستاروں کا تعاقب کر رہے ہیں جو گردش میں آگئے ہیں اور ایک ایک کرکے ہم ان ستاروں کو گردش سے باہر لا رہے ہیں۔ آپ ایک ذمہ دار اور میری اپنی نگاہ میں اپنے وطن کے مخلص انسان ہیں اس لئے ذاتی رسک پر چند انکشافات کر رہا ہوں!"

"تمہارا شکریہ شہاب! اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہوں گا!"

"سازش کا گڑھ تیل کالونی ہے اور یہاں ایک ایسا گروہ موجود ہے جو مکمل طور پر ہمارے وطن کے مفادات کے خلاف ہے!"

"اوہ! کیا تم اس گروہ کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کر سکتے ہو!"

"صاحبزادی تبسم کا خیال ہے کہ میں چند آوارہ گردوں کے ساتھ مل کر صرف آوارہ گردی کر رہا ہوں لیکن میجر..........!"

"ارے وہ بچی ہے۔ اس کی کسی بات سے اس کا اظہار ہوا ہے تو براہ کرم تم اس پر توجہ نہ دینا۔ وہ حقیقت سے لاعلم بھی تو ہے!" میجر نے میری بات درمیان سے کاٹ دی۔

"نہیں میجر! میں جانتا ہوں۔ آپ ان لائنوں پر نہ سوچیں۔ ہاں تو آپ کو مطمئن کرنے کے لئے عرض کر رہا ہوں کہ کرنل ہماری تحویل میں ہیں۔"

"کک..........کیا مطلب؟"

"ہاں انہیں ہم نے اغوا کیا ہے۔ ان کی حفاظت اور انہیں مزید الجھنوں سے بچانے کے لئے یہ ضروری تھا!"

"خدا کی پناہ! کیا یہ حقیقت ہے۔ واقعی اس سے عمدہ ترکیب کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ کرنل اگر خود روپوش ہوتا تو وہ مختلف طریقوں سے اس پر دباؤ ڈال سکتے تھے لیکن اغوا کا ڈرامہ..........واقعی بہترین خیال تھا!"

"یہ اسی رات کی بات ہے جب میں آپ سے اجازت لے کر باہر گیا تھا اور میرا دوست میرے پاس آیا تھا!"

"سمجھ گیا۔ میں سمجھ گیا!" میجر کے چہرے پر خوشی کے تاثرات تھے۔

"اس کے باوجود میجر! وہ لوگ بھی اسے ڈرامہ سمجھ سکتے ہیں اور دباؤ کی کوشش وہ ضرور کریں گے اور آپ کی اطلاع کے لئے یہ بھی عرض ہے کہ کرنل کی لڑکی ہما یہاں تیل کالونی میں موجود ہے!" میں نے کہا اور کرنل اچھل پڑا۔

"کیا..........کیا یہ حقیقت ہے؟" اس نے ہیجان کے عالم میں کہا۔

"ہاں میجر!"

"اور تم ان لوگوں کا پتہ چلا چکے ہو جو اس کے اغوا کے ذمہ دار ہیں..........!"

"بلاشک!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب.......... تب تم اسے برآمد کیوں نہیں کرا دیتے! ان لوگوں کو قانون کے حوالے کیوں نہیں کرا دیتے! یہ تو بہترین موقع ہے!"

"یہ ممکن نہیں ہے میجر! آپ بہت نیچے پیمانے پر ان کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ بات صرف کرنل جہانگیر کی نہیں ہے۔ ہمیں ان لوگوں کی سازش کا راز بھی معلوم کرنا ہے آخر وہ کیا کر رہے ہیں؟"

"لیکن کرنل جہانگیر بے چارہ تختہ مشق بنا ہوا ہے!"

"کسی نہ کسی کو تو بننا ہی تھا۔ ہمیں پورا پورا احساس ہے لیکن مجبوری ہے!"

"میں کرنل کے لئے بہت پریشان ہوں لیکن تم لوگوں کی کارکردگی بھی اعلیٰ پیمانے کی ہے اس لئے کافی اطمینان ہوا ہے۔ بہرحال میری طرف سے اس پیش کش پر یقین کر لو کہ میں ہر سطح پر تمہارے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں خواہ مجھے اس کے لئے اتنی ہی مشکلات کا شکار کیوں نہ ہونا پڑے جتنی بے چارہ جہانگیر اٹھا رہا ہے!"

"آپ کا خلوص قابل قدر ہے میجر یوسف! میں دل سے آپ کی اس پیش کش کی قدر کرتا ہوں۔ بہرحال میں ان تمام معاملات میں آپ کے مکمل تعاون کا طلبگار ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں اس تعاون سے محروم نہ رہوں گا!"

"تمہیں یہ الفاظ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے!"

"دراصل میجر! اس سلسلے میں مجھے کچھ ایسے اقدامات بھی کرنا پڑیں گے جو آپ کی یا خواتین کی نگاہوں میں ناپسندیدہ ہوں لیکن آپ یقین کریں کہ وقت کی ضرورت کے تحت یہ انتہائی ضروری ہوں گے۔ بس میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں!"

"میں بھی جہاندیدہ انسان ہوں شہاب! تم نے ایسا کیوں سوچا کہ میں کسی غلط فہمی کا شکار ہوں گا۔"

"ہرگز نہیں میجر یوسف! بس میں نے یونہی آپ کو آگاہ کرنا مناسب سمجھا۔ ممکن ہے آج رات یا کل رات میں یہاں کسی خاتون کو لے کر آؤں' لیکن آپ یقین کریں کہ وہ صرف ضرورت کے تحت ہو گا!"

"مجھے یقین ہے اور تم یہ کام بے تکلفی اور اعتماد سے کر سکتے ہو!"

"بہت بہت شکریہ میجر! میں آپ سے کرنل جہانگیر کے بارے میں پہلے ہی عرض کر سکتا تھا لیکن ابھی بہت سے معاملات میرے ذہن میں صاف نہیں ہیں تاہم میں بھرپور کوشش کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور میجر نے اعتماد سے گردن ہلا دی۔

میجر یوسف سے یہ گفتگو کرنے کے بعد میں خاصی حد تک مطمئن ہو گیا تھا۔ جو پروگرام میں نے ترتیب دیا تھا اس کے تحت ٹی ٹی سے ملاقات کرنا باقی تھا۔ میرے چیف ڈاکٹر برہان نے اس کیس کے بہت سارے معاملات اپنے ہاتھ میں لے لئے تھے۔ مختلف مواقع پر مجھے یوں محسوس ہوا تھا کہ یہ معاملہ میرے ہاتھ سے نکل کر ہماری پوری ٹیم کا معاملہ بن گیا ہے لیکن نہ تو مجھے اس سے اختلاف تھا اور نہ میں اس میں ہتک محسوس کرتا تھا کیونکہ میرے ذہن میں اس قسم کی کوئی بات ہی نہیں تھی' کوئی بھی کیس ہم سب کی مشترکہ محنت سے حل ہوتا تھا اور اگر اس میں ڈاکٹر برہان اور دوسرے لوگ بھی شامل ہو گئے تھے تو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی میری فطرت کے خلاف تھی کہ میں ڈاکٹر برہان کی انگلی پکڑ کر چلنا شروع کر دیتا۔ اس کی جانب سے مجھے جو ہدایات مل رہی تھیں ان پر بھی عمل کر رہا تھا اور اپنے طور پر بھی کوشش کر رہا تھا چنانچہ آج ڈاکٹر ٹی ٹی سے بے حد اہم گفتگو کرنی تھی اور بلاشبہ یہ ایک اہم قدم تھا۔ وقت مقررہ پر ڈاکٹر ٹی ٹی کی متعین کردہ جگہ پر پہنچ گیا اور ہم دونوں گفتگو کے لئے میجر یوسف کی رہائش گاہ پہنچ گئے۔ تبسم کہیں گئی ہوئی تھی۔ صرف بیگم یوسف تھیں جنہوں نے سادہ دلی سے ہمیں خوش آمدید کہا تھا اور پھر انہوں نے خاطر مدارت کا انتظام بھی کر دیا۔

"ہاں ڈاکٹر! آپ نے یقیناً" کوئی بہتر ترکیب سوچی ہو گی!"

"ہاں کچھ سوچا ہے میں نے اس بارے میں!"

"مجھے بتانا پسند کریں گے؟"

"ظاہر ہے تم سے مشورہ بھی ضروری ہے!"

"تو پھر............؟"

"کیلی پیٹرسن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" ڈاکٹر نے سوال کیا اور میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ تو ڈاکٹر نے بھی یہی سوچا ہے جو میں نے سوچا تھا لیکن اب یہ سہرا ٹی ٹی کے سر ہی رہے تو بہتر ہے یہ میں نے سوچا اور اسی لئے میں نے فوراً" کہا۔

"بہت عمدہ سوچ ہے ڈاکٹر! بلا مبالغہ انتہائی ذہانت آمیز!"

"اس سوال سے تم کس نتیجے پر پہنچے؟"

"کیلی ان لوگوں میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے غالباً" اس کا قیام بھی مسٹر پیکو کے ساتھ ہے۔ وہ سارے معاملات سے واقف معلوم ہوتی ہے۔ ڈاکٹر اگر آپ کسی طرح اسے ٹرانس میں لا کر ہدایت کریں کہ وہ آج رات کلب پہنچ جائے اور پھر وہاں سے اسے ہم لوگ کسی ایسی جگہ لے جائیں جہاں اس سے معلومات حاصل کی جا سکیں۔ اس طرح ہمیں بڑی مدد مل سکتی ہے اور ممکن ہے ہم کوئی مفید ذریعہ دریافت کر سکیں!" میں نے کہا اور ڈاکٹر ٹی ٹی منہ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے حلق سے کوئی آواز نہیں نکل سکی تھی۔

"کیا آپ میرے خیال سے متفق نہیں ہیں ڈاکٹر!" میں نے سوال کیا اور ڈاکٹر تھوک نگل کر بولا۔ "کیا تمہیں ٹیلی پیتھی سے واقفیت ہے؟ سچ بولنا شہاب! جب ہم دوست بن گئے ہیں تو خود کو ایک دوسرے سے چھپانا ناانصافی ہے!"

"نہیں ڈاکٹر! ایسی کوئی بات نہیں بلکہ ہم دونوں نے حیرتناک طور پر ایک ہی بات سوچی ہے۔ یقین کریں میں نے رات کو کافی سوچنے کے بعد جو فیصلہ کیا تھا وہ یہی تھا کہ ہم کیلی پیٹرسن کو ہدف بنائیں!"

"تب یہ واقعی حیرت کی بات ہے' اسے تم یکساں ذہانت کا نام دے سکتے ہو! بہرحال تم اس پروگرام سے متفق ہو؟"

"مکمل طور پر!"

"لیکن ہم لڑکی کو کہاں لے جائیں گے!"

"اسی جگہ لائیں گے ڈاکٹر! میں نے انتظامات کر لئے ہیں۔ ہمیں کوئی دقت نہیں ہو گی!"

ڈاکٹر دیر تک مجھ سے اس سلسلہ کے اہم پہلوؤں پر گفتگو کرتا رہا پھر بولا۔ "ٹھیک ہے اب مجھے اجازت دو۔ ہاں شام کو آٹھ بجے حسب معمول کلب میں ملاقات ہو گی اور تم فکر مت کرنا ہمیں گفتگو کرنے کا موقع مل جائے گا!"

"او کے ڈاکٹر!" میں نے کہا اور ڈاکٹر کو باہر تک چھوڑ کے آیا۔ اس کے جانے کے بعد میں دوسرے اقدامات پر غور و خوض کے بعد میں نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ ہما کو ان لوگوں کے چنگل سے نکال لیا جائے۔ ممکن ہے جھلائے ہوئے لوگ اسے نقصان پہنچانے کی

کوشش کریں۔ فی الوقت ہما کو میجر یوسف کے ہاں چھپایا جاسکتا ہے اور اس کے بعد کسی مناسب موقع پر اسے بھی دارالحکومت پہنچا دیا جائے گا! یہ فیصلے اطمینان بخش تھے۔ شام کو حسب معمول میں تیار ہو کر کلب پہنچ گیا۔ وقت سے کچھ پہلے آگیا تھا۔ ڈاکٹر ابھی تک نہیں پہنچا تھا اور چند ہی منٹ کے بعد مجھے ڈاکٹر کی صورت نظر آگئی۔ حسب معمول ایک خوبصورت لباس میں ملبوس تھا۔ بڑی اٹھلاتی ہوئی چال چلتا ہوا وہ مجھ تک پہنچا اور پھر مجھ سے ہاتھ ملا کر بیٹھ گیا۔ میں نے بہت سے ہونٹوں پر مسکراہٹیں دیکھی تھیں لیکن ڈاکٹر ان سب باتوں سے بے نیاز تھا۔ وہ ایسی کسی چیز کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔

"کیسے ہیں مسٹر ٹی ٹی؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک ہیں!" ڈاکٹر بولا اور پھر ایک دم چونک پڑا۔ "ارے یہ مصیبت.......... افوہ ادھر ہی آ رہی ہے!" میں نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا اور میں بھی ایک لمحے کے لئے سٹپٹا گیا۔ ریتا گراہم اسی طرف آ رہی تھی۔

"کیا دوسرا پروگرام طے ہے ڈاکٹر!"

"ہاں' اب سے چند منٹ کے بعد وہ پہنچنے والی ہے۔ میں نے سب کچھ ٹھیک کر لیا ہے!" اس دوران ریتا ہمارے پاس پہنچ چکی تھی۔ وہ بے تکلفی سے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی اور مسکرا کر بولی۔ "کیسے ہیں آپ دونوں..........؟"

"تمہیں کیسے لگ رہے ہیں؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"بہت ہی عمدہ' بے حد اسمارٹ!" وہ ہنس کر بولی۔

"یہ بات تم ہم دونوں میں سے کسی ایک کے بارے میں کہہ رہی ہو یا دونوں کے..........؟"

"دونوں کے.......... مقامی لوگوں میں مسٹر شہاب ایک نمایاں شخصیت کے مالک نظر آتے ہیں اور ڈاکٹر ٹی ٹی.......... وہ تو پورے یورپ کے نمائندہ ہیں۔ خوش اخلاق' خوش لباس!"

"نہیں چلے گی خاتون! ہم دونوں گہرے دوست ہیں۔ آپ کو ہم دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ دوسرا اس کے حق میں دستبردار ہو جائے گا!"

"کیا مطلب؟ کیا دوستی میں اس کی ضرورت بھی پیش آتی ہے!" ریتا نے سوال کیا۔

"صرف خواتین کی دوستی میں!" ٹی ٹی نے جواب دیا اور ریتا کسی قدر سنجیدہ ہو گئی۔

"کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے مسٹر شہاب!" اس نے پوچھا۔

"میں کسی بھی سلسلہ میں اپنے دوست سے اختلاف نہیں رکھتا!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ریتا کی سنجیدگی کچھ گہری ہو گئی۔ تب اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "معذرت خواہ ہوں پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ میں فلرٹ نہیں ہوں۔ نہ جانے کون سے جذبے کے تحت آپ کے درمیان آگئی تھی لیکن اس طرح منسوب ہونا مجھے پسند نہیں ہے اس لئے میں آپ کی دوستی کی اہل نہیں ہو سکتی!" وہ اٹھ گئی۔ ہم دونوں میں سے کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ ہم سے کافی دور چلی گئی تھی۔ غالباً کافی بددل ہو چکی تھی۔ ابھی ہم نے اس پر کوئی تبصرہ بھی نہیں کیا تھا کہ کیلی پیٹرسن اندر آتی نظر آئی۔

"بڑا اچھا ہوا۔ ورنہ خواہ مخواہ ہمارے پروگرام میں گڑبڑ ہو جاتی۔" ڈاکٹر نے آہستہ سے کہا۔

"پروگرام کیا ہے ڈاکٹر؟" میں نے پوچھا۔

"تم اس کے ساتھ رقص کرو گے۔ میں پہلے ہی راؤنڈ میں اٹھ کر اپنی کار میں چلا جاؤں گا۔ راؤنڈ کے خاتمے پر تم اس سے باتیں کرتے ہوئے باہر آجانا' وہ تم سے پورا تعاون کرے گی!"

"اوکے!" میں نے کہا کیلی سیدھی ہماری میز پر آگئی تھی۔

"ہیلو شریف لوگو! میرا خیال ہے ہم لوگ ایک دوسرے کے لئے اجنبی نہیں ہیں!" وہ بولی اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"اوہ کیلی سوئٹ ہارٹ! تم تو ہمیشہ کے لئے ذہنوں پر چھا جانے کی حیثیت رکھتی ہو۔ اس کے بعد یہ سوال کیا معنی رکھتا ہے!" ڈاکٹر نے گردن خم کر کے کہا۔

"آپ کیسے ہیں جناب؟"

"ٹھیک ہوں مس کیلی! آپ سے دوبارہ ملاقات کا خواہاں تھا!"

"میں آگئی۔" وہ ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔ "ہاں ڈاکٹر میرے لئے بلو جگ منگوائیں۔ شکریہ!" اور ڈاکٹر نے چٹکی بجا کر ویٹر کو طلب کیا۔ میں نے اور ڈاکٹر نے اپنے

لئے ایک علیٰحدہ مشروب منگوالیا اور کیلی کے لئے لیڈیز کاک ٹیل کا بلوجگ طلب کرلیا گیا۔ مشروب سرو ہو جانے کے بعد وہ بڑے خوشگوار انداز میں اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ پینے لگی۔ بے حد خوبصورت اور اسمارٹ لگ رہی تھی اور اس کے کسی بھی انداز سے یہ نہیں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کسی قسم کے ٹرانس میں ہے اور یہ ڈاکٹر کا کمال تھا۔ ہم لوگ دلچسپ گفتگو کے دوران مشروب سے شغل کرتے رہے اور انتظار کرتے رہے کہ رقص کے لئے موسیقی شروع ہو۔ موسیقی شروع ہوئی تو میں نے ڈرامائی انداز میں کیلی سے رقص کی فرمائش کی اور وہ میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہوگئی۔ دوسرے جوڑے بھی جوبلی فرش کی طرف چل پڑے۔ ڈاکٹر اس طرح اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا تھا جیسے وہ بھی رقص کے لئے جا رہا ہو لیکن وہ غیر محسوس انداز میں دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اٹھتے ہوئے وہ بل کی رقم چھوڑ گیا تھا۔

رقص کے دوران کیلی مجھ سے گفتگو کرتی رہی۔ اس نے میرے رقص کی تعریف کی تھی اور پھر وہ پراسرار مشرق کے بارے میں باتیں کرتی رہی۔ "یہاں کے بعض لوگ اب بھی ان روایات پر پورے اترتے ہیں جو مشرق کے بارے میں مشہور ہیں!"

"آپ نے محسوس کیا ہے؟"

"ہاں۔ خاص طور پر آپ سے ملاقات کے بعد!"

"اوہ، میں تو ایک معمولی سا انسان ہوں!"

"حالانکہ مشرق کسی دور میں پراسرار روایات کا حامل تھا، ہم لوگ اس کی کہانیاں بڑے تعجب سے سنتے تھے لیکن نہ جانے کیوں وہ خود کو چھوڑ کر مغرب کی تقلید میں مصروف ہوگیا ہے اور یہ تقلید اس سے اس کی کشش چھین رہی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟"

"مغرب کی چمک خیرہ کن ہے اور تیز چمک میں انسان دور تک نہیں دیکھ سکتا!" میں نے جواب دیا۔

"یہی بات ہے جہاں اس چمک کا اختتام ہوتا ہے وہاں اتنی گہری تاریکی ہے کہ خود اہل مغرب خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ اس اتھاہ تاریکی کے بعد انہیں روشنی کی کوئی رمق نظر نہیں آتی اور وہ خلا میں ہاتھ پاؤں مارنے کے سوا اور کچھ نہیں کرسکتے!"

"آپ کو مشرق کی سادگی پرکشش محسوس ہوتی ہے؟"

"بے حد میں نے مشرق پر بہت کچھ پڑھا اور اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ

جاننے کی شوقین رہی ہوں!" کیلی نے جواب دیا۔ موسیقی بند ہوگئی تھی اور تالیوں کے شور کے ساتھ رقص کا پہلا راؤنڈ ختم ہوگیا تھا۔

"مشرق کے لئے سفر کرتے ہوئے آپ کے ذہن میں یہ خیالات بھی ہوں گے کہ اب آپ اس پرکشش سرزمین پر جا رہی ہیں!"

"دیوانی تھی۔ یہاں میری ملاقات چند افراد سے ہوئی تھی بے حد نفیس لوگ تھے۔ اتنے بااخلاق کہ ان سے دور ہونے کو دل نہ چاہے لیکن پھر وہ چلے گئے۔ مجھے انہوں نے اپنے وطن آنے کی دعوت دی تھی لیکن میں............"

"ہاں آپ کچھ بتا رہی تھیں!"

"بس میں ان تک نہ پہنچ سکی!" وہ پژمردہ سے انداز میں بولی۔

"یہاں آنے کے بعد بھی!" میں نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں حالات نے اجازت ہی نہیں دی۔" وہ میرے ساتھ عقبی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"یقیناً کچھ ایسی ہی کچھ ناگزیر وجوہ ہوں گی جن کی بناء پر آپ اپنے پسندیدہ لوگوں سے بھی نہیں مل سکیں!" میں نے ڈاکٹر کو اشارہ کیا اور اس نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔

"کچھ وجوہ اپنی ذات میں ہی گھٹ جاتی ہیں ہم انہیں زبان پر نہیں لاسکتے!" کیلی ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"میں آپ کے لئے افسردہ ہوں مس کیلی پیٹرسن! کاش میں آپ کے کسی کام آسکتا!" میں نے پرخلوص لہجے میں کہا۔

"تم مشرقیوں میں یہ خوبی بھی ہوتی ہے۔ میں نے بارہا محسوس کیا ہے ہم لوگ تہذیب و تمدن کے لئے بڑے بڑے ادارے قائم کرتے ہیں لیکن عملی طور پر ہم صفر ہیں! جہاں کوئی حاسد ہمارے کسی درمیان حائل ہوا ہم پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ لیکن آپ لوگ.........!" وہ کہہ رہی تھی اور اسی اثناء میں ہم منزل پر پہنچ گئے۔ کار رکنے کے بعد وہ میرے ساتھ کار سے نیچے اتر آئی۔ ڈاکٹر ٹی ٹی ہم دونوں کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اندر چلتے ہوئے اس نے کاغذ کا ایک پرزہ میری طرف بڑھا دیا اور میں نے روشنی میں اسے پڑھ کر جیب میں رکھ دیا۔

"ہم لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا تجزیہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آپ لوگ جس سے مخلص ہوتے ہیں اس کے لئے زندگی قربان کر دیتے ہیں۔ میں آپ کو خوش کرنے کے لئے یہ بات نہیں کہہ رہی۔ ایک ٹھوس حقیقت بیان کر رہی ہوں۔" کیلی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"دوستوں کے لئے سب کچھ کیا جاسکتا ہے مس کیلی' بشرطیکہ وہ بھی مخلص ہوں۔"

"کیوں نہیں' خلوص کی راہیں دو طرفہ طریقوں سے استوار ہوتی ہیں میں جانتی ہوں۔" کیلی پیٹرسن نے جواب دیا۔

"مجھے یقین ہے کہ آپ ان لوگوں کے ہاتھوں کسی مجبوری کا شکار ہیں!"

"ہاں اور مجبوری بھی ایسی جس کا کوئی حل پاس نہیں ہے!"

کیلی ڈاکٹر کی موجودگی سے قطعی لاتعلق نظر آرہی تھی۔

"ویسے آپ مسٹر پیکو کی بیٹی نہیں معلوم ہوتیں کیونکہ ان کا نام البرٹ پیکو ہے اور آپ کیلی پیٹرسن کہلاتی ہیں۔ مسٹر پیٹرسن کون ہیں؟"

"میرے ڈیڈی!" کیلی کی آواز میں ایک سسکی سی تھی۔

"کیا وہ زندہ ہیں؟ اور مسٹر پیکو سے ان کا کیا تعلق ہے؟"

"اپنے ہی ہاتھوں الجھنوں کا شکار ہوگئے تھے۔ شریفانہ زندگی گزارتے تھے اور ایک اچھا مقام حاصل تھا انہیں لیکن ان سازشیوں کے جال میں پھنس گئے۔ بس ابتدا میں جذبہ ملی نے انہیں مجبور کیا تھا۔ کچھ ایسی ہی جذباتی گفتگو کی گئی تھی ان سے لیکن آہستہ آہستہ انہیں احساس ہوا کہ وہ کچھ جرائم پیشہ لوگوں کے آلہ کار بن چکے ہیں لیکن اس جذبہ ملی کے تحت ان سے ایسے ایسے کام کرائے گئے کہ حکومت ان کی دشمن ہوگئی اور جب پانی سر سے اونچا ہوگیا تب وہ جاگے لیکن اب انہیں ڈوبنے سے کون بچاسکتا تھا سوائے ان لوگوں کے جو انہیں جرائم کی زندگی میں لائے تھے چنانچہ انہیں مردہ قرار دیدیا گیا۔ ان کی لاش بھی منظر عام پر لائی گئی اور اس کی تدفین بھی کردی گئی لیکن وہ زندہ تھے اور زندگی کی ضمانت یہی تھی کہ وہ ان جرائم پیشہ لوگوں کے لئے کام کرتے رہیں ورنہ وہ کسی بھی وقت انہیں حکومت کے حوالے کر دیتے اور ان کی زندگی ہی ان کے جرائم کا ثبوت بن جاتی"۔

"لیکن آپ ان لوگوں کے ہاتھ کیسے لگیں؟"

"ظاہر ہے اپنے ڈیڈی کی وجہ سے۔ ڈیڈی اعصابی مریض بن گئے تو ان کی کسران کی بیٹی سے پوری کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا اور مجھے تمام حالات سے آگاہ کرکے میرے ڈیڈی سے ملا دیا گیا۔ ان کی زندگی کی خوشی میرے لئے برداشت سے باہر تھی لیکن اس خوشی کو قائم رکھنے کے لئے مجھے اپنی قربانی دینی پڑی اور اس کے بعد تو میں اس کی زندگی کی عادی ہوگئی۔ اب میرے ڈیڈی ان کے پاس ہیں لیکن مجھے خوشی ہے کہ وہ زندہ ہیں!"

"واقعی افسوسناک کہانی ہے لیکن جرائم پیشہ افراد کے اس گروہ کا سرغنہ کون ہے؟"

"کبھی نہیں معلوم ہوسکا اور نہ معلوم ہوسکتا ہے۔ نہ جانے کہاں کہاں ان کے جال پھیلے ہوئے ہیں۔ لوگ بدلتے رہتے ہیں۔ میں خاصی سینئر ہوچکی ہوں۔ ویسے مسٹر پیکو کے ساتھ مجھے تقریباً تین سال گزر چکے ہیں!"

"گویا مقامی سربراہ مسٹر پیکو ہی ہیں!"

"ہاں اور مسٹر ڈریک ان کے اسسٹنٹ!"

"دوسرے لوگ بھی ہوں گے؟"

"ایون گرے کی پوری ٹیم اس گروہ سے متعلق ہے!"

"لیکن یہاں وہ کس پروگرام کے تحت آئے ہیں؟"

"ان کے پروگرام ذاتی نوعیت کے نہیں ہوتے بلکہ عموماً وہ حکومتوں کے لئے کام کرتے ہیں۔ کوئی نامعلوم طاقت یہ نہیں چاہتی کہ آپ کا ملک تیل کی پیداوار میں کوئی نمایاں مقام حاصل کرے۔ چنانچہ ان لوگوں کی مدد سے اس نے اپنی اس خواہش کی تکمیل کا راستہ تلاش کرلیا اور براہ راست اس کوشش میں ملوث نہیں ہوئی۔ رہی اس طاقت کی بات تو نہ جانے گروہ کے کس درجے کے لوگوں کو اس بارے میں معلوم ہوگا۔ عام لوگ اس بارے میں کچھ نہیں جانتے وہ تو صرف کارکن ہیں اور انہیں پلان دے کر بھیجا گیا ہے۔ خوبصورت پلاننگ میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اب یہی دیکھ لیں کہ وہ یہاں کس خوبصورتی سے اپنا کام کر رہے ہیں!"

"مثلاً ان کی پلاننگ کیا ہے؟"

"ایون گرے تیل کی کھدائی کے ایک خاص شعبے سے تعلق رکھتی ہے اور وہ یہاں آپ کے لئے کام کر رہی ہے۔ میرے خیال میں آپ کے ملک میں طویل عرصہ تک

کام نہیں ہوسکے گا اور اس کے لئے انہوں نے ایک کاؤنٹر پلان بھی بنا رکھا ہے!"

"وہ پلان کیا ہے؟"

"آپ کا ایک پڑوسی ملک اندرونی بحران کا شکار ہے۔ ایسے حالات پیدا کئے گئے ہیں کہ آپ کے ملک سے اس کے تعلقات خراب سے خراب تر ہوتے چلے جائیں اور یہ اختلافات کوئی سنگین صورت حال اختیار کر جائیں۔ اس طرح آپ کی توجہ اس سمت رہے اور کسی گڑبڑ کی پوری ذمہ داری آپ اس ملک پر ڈال دیں۔ اس کے لئے آپ کے فوجی ڈیپارٹمنٹ سے ایک فائل حاصل کی گئی ہے جس کی مدد سے انہیں اپنے کام میں آسانی ہو جائے۔ اس فائل کے ذریعہ پڑوسی ملک کو ورغلایا جاسکتا ہے لیکن ان کی بدقسمتی سے وہ فائل نامکمل ہے اور شاید اسی بنیاد پر ان کا کام رکا پڑا ہے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے ایک ایسے شخص کا انتخاب بھی کیا ہے جو یہاں بااثر ہے اور اس شخص کا نام خان جلال ہے۔ یہ شخص پڑوسی ملک سے ہمدردی رکھتا ہے اور اس کا کارکن ہے۔ چنانچہ اگر فائل کا راز کھل بھی جائے تو اس شخص کو سامنے کرکے سارا کھیل ان کے حق میں ہو جائے گا اور وہ صاف بچ جائیں گے۔ کوئی جواب ہے اس پلاننگ کا..........!" شدت جذبات سے میرا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔ اس وقت میں یہ باتیں ریکارڈ کرسکتا۔ کاش مجھے حالات کے اس رخ کا علم ہو جاتا لیکن اب افسوس کے سوا کیا حاصل تھا؟ بہرحال یہ انکشاف معمولی نوعیت کا نہیں تھا۔ میں نے ڈاکٹر ٹی ٹی کا چہرہ دیکھا اور ڈاکٹر مسکرا دیا۔ پھر وہ کیلی پیٹرسن کی آنکھوں میں دیکھتا آگے بڑھ گیا۔ "تمہاری یہ معلومات سو فیصد حقائق پر مبنی ہیں؟"

"ہاں میں ان لوگوں میں گرین کارڈ رکھتی ہوں"۔

"ہاں، تب تم ریکارڈ روم سے بھی واقف ہوگی!" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"ہاں!" کیلی نے جواب دیا۔

"تمہارا شکریہ کیلی! لیکن اب تم ایک کام کرو گی لیکن پوری ذہانت اور احتیاط کے ساتھ۔ ریکارڈ روم سے پلان گائیڈ فائل نکال لاؤ۔ ریکارڈ.......... روم.......... سے.......... پلان گائیڈ فائل نکال لاؤ۔ یہ فائل حاصل کرکے تم اسی جگہ آؤ گی۔ کل ٹھیک نو بجے یا اگر فائل حاصل کرنے میں دقت ہو تو پرسوں ٹھیک نو بجے۔ اس دوران تم اپنا کام مکمل کرلو گی!"

"میں اپنا کام مکمل کرلوں گی!"

"میں ریکارڈ روم کی انچارج ہوں!" کیلی نے جواب دیا اور اس بار ڈاکٹر ٹی ٹی کا چہرہ بھی سرخ ہوگیا۔ خوشی کی وجہ سے میرا بھی برا حال تھا۔ کیلی کو اس کام میں کوئی دقت نہ ہوگی۔ ڈاکٹر نے میری طرف دیکھا اور میں نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ گردن ہلا دی۔ تب ڈاکٹر نے کیلی کو مخاطب کرکے کہا۔ "لیکن ڈیئر کیلی! تم بے حد خوبصورت رقص کرتی ہو۔ افوہ کتنی دیر سے تم ان کے ساتھ رقص کر رہی ہو جو لمحات تمہاری زندگی سے کم ہوتے ہیں تمہیں کبھی یاد نہیں آئیں گے۔ تم تردد ہی نہیں کرو گی اور صرف اپنا کام کرو گی۔ کیا تم نے ذہن نشین کرلیا؟"

"ہاں، میں نے ذہن نشین کرلیا"۔

"اب تمہیں اسی جگہ ہوش کی منزل میں آنا ہے جہاں تم رقص کر رہی تھیں!" ڈاکٹر نے کہا اور کیلی خاموش ہوگئی۔ تب ڈاکٹر نے مجھے اشارہ کیا اور میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ "اسے گاڑی میں لے چلو۔ ہمیں بہت جلد واپس کلب پہنچنا ہے۔ فکر مت کرو۔ ابھی یہ تمہارے احکامات کی تعمیل کرے گی"۔

دیر کرنا بے سود تھا۔ خوشی اور تحسین سے میرے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے۔ میں نے کیلی کا بازو پکڑ کر اٹھایا اور باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کار برق رفتاری سے کلب کی طرف دوڑ رہی تھی اور میرا ذہن ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ ڈاکٹر تو کار لے کر ایک طرف چلاگیا اور میں کیلی کے ساتھ گھوم کر ایک دوسرے راستے سے کلب کے ہال میں داخل ہوگیا۔ رقص کا آخری راؤنڈ جاری تھا۔ میں جلدی سے رقص کرنے والوں میں شامل ہوگیا۔ کیلی پرسکون نظر آرہی تھی۔ پھر رقص ختم ہونے کے بعد تالیاں گونجیں تو وہ چونک پڑی اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ "بے حد حسین رقص کرتے ہو۔ جب تک یہاں قیام ہے، روزانہ کلب آیا کرو۔ میں اب تھک گئی ہوں۔ کیا تم مجھے اجازت دو گے..........؟"

کیلی کے جانے کے بعد بھی میں اور ٹی ٹی وہیں رکے رہے۔ ٹی ٹی اپنی میز پر نظر آرہا تھا چنانچہ میں اس کے پاس جا بیٹھا اور ہم نے ایک مشروب طلب کرکے اس کے سپ لینا شروع کر دیئے۔

"مطمئن ہو..........؟" اس نے پوچھا۔

"تمہارے شکریہ کے لئے میرے پاس الفاظ ہیں ڈاکٹر.......... تم نے.........."

"جو کچھ کیا ہے اس میں میرا اپنا مفاد بھی وابستہ ہے۔ میں اس غلامی سے تنگ آچکا ہوں"۔

"ایک حماقت ہوگئی ہے ڈاکٹر!"

"کیا؟"

"کاش میں اس کی گفتگو ریکارڈ کرسکتا؟" میں نے حسرت سے کہا۔

"اول تو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے کیونکہ وہ فائل ضرور لے آئے گی اور اگر تم اہمیت سمجھتے ہو تو واپسی میں میری جیب سے پوائنٹ فور کا ریکارڈر نکال لینا۔ یہ کام میں نے کرلیا ہے"۔ ڈاکٹر نے جواب دیا اور ایک بار پھر میرے پورے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ میں ڈاکٹر کی شکل دیکھتا رہ گیا۔ یہ شخص واقعی میرے لئے انتہائی کارآمد ثابت ہو رہا تھا اور اگر یہ میرے ساتھ مستقبل میں بھی رہا تو میں بیش بہا فائدے حاصل کرسکتا ہوں۔ "کیوں کیا سوچنے لگے!" چند منٹ کے بعد ڈاکٹر ٹی نے پوچھا۔

"آپ کے ذہن میں اس کی گفتگو ریکارڈ کرنے کا خیال کیسے آگیا ڈاکٹر.........!"

"بس یونہی! میں نے سوچا شاید اس کی ضرورت پیش آ جائے۔ یہ ٹیپ ریکارڈر مجھے میرے ایک شناسا نے تحفتہً دیا تھا۔ پہلی بار استعمال کیا ہے میں نے!"

"آپ بے حد ذہین ہیں ڈاکٹر......... لیکن ہاں ایک بات اور........."

"کیا.........؟" اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"یہ گرین کارڈ کیا ہے؟ آپ اس کی اصطلاح سے تو واقف ہوں گے!"

"ہاں! پارٹی کے عہدوں کی تخصیص ہوتی ہے۔ میں سلور کارڈ رکھتا ہوں۔ یہ دوسرے نمبر کا کارڈ ہے۔ سب سے چھوٹا عہدہ سفید کارڈ کا ہوتا ہے۔ پھر بلو کارڈ' اور پھر ریڈ کارڈ۔ ریڈ کارڈ رکھنے والے لڑائی بھڑائی کا کام کرتے ہیں۔ مخصوص قسم کے انجینئر یا کسی خاص صفت کے لوگ سلور کارڈ ہوتے ہیں جیسے میں۔ اس کے بعد ڈبل کلر ہوتے ہیں یعنی وہائٹ اور گرین اور اس کے بعد گرین کارڈ کی باری آتی ہے! گرین کارڈ کے بعد گولڈن کارڈ۔ یہ انچارج ہوتے ہیں جیسے البرٹ پیکو۔ بس عہدے یہاں تک ہیں ان کے بعد پوشیدہ لوگ ہوتے ہیں جو صرف لاسلکی ذرائع مواصلات پر احکامات جاری کرتے ہیں اور براہ راست کسی سے واسطہ نہیں رکھتے۔ یہ ہے پارٹی کی تفصیل!"

"خوب! اس کا مقصد ہے کہ گرین کارڈ بڑا عہدہ ہوتا ہے!"

"ہاں' ڈریک نوبل بھی گرین کارڈ رکھتا ہے!" ڈاکٹر نے جواب دیا۔ میں سخت ہیجان خیزی کا شکار تھا۔ پھر وہاں سے ہم اٹھ گئے۔ ڈاکٹر نے راستے میں مجھے چند ہدایات دیں اور اس کے بعد وہ مجھے میجر کی رہائش گاہ پر چھوڑ کر چلا گیا لیکن یہ رات' نہ سونے کی رات تھی۔ انتہائی کوشش کے باوجود مجھے نیند نہیں آئی۔ میں نے کار میں بیٹھ کر ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق وہ ننھا سا ٹیپ ریکارڈر نکال لیا تھا اور اب درجنوں بار کیلی گراہم کی آواز سن چکا تھا۔ بڑے خوفناک انکشافات تھے۔ حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کو جب اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوں گی تو تہلکہ مچ جائے گا۔ اس نوعیت کا یہ پہلا کیس ہمارے پاس آیا تھا۔ اب فائل کا معاملہ تھا۔ فائل کے حصول کے بعد مجھے تیل کالونی چھوڑنی پڑے گی۔ ان حالات میں ڈاکٹر برہان کے مشورے کے بغیر کوئی قدم غیر مناسب ہوگا!

رات کے کسی پہر میں سوگیا تھا لیکن صبح چھ بجے پھر آنکھ کھل گئی۔ میں نے منہ ہاتھ دھویا پھر ہوا خوری کے لئے باہر نکل گیا۔ ذہن پر گرانی تھی لیکن تبسم نظر آگئی۔ حسب معمول اس کا چہرہ سنجیدہ تھا۔ وہ صبح خیزی کی عادی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا اور وہ اخلاقاً مسکرا دی۔

"کیا بات ہے مس تبسم! آج کل آپ اپنے نام کی ضد ہو رہی ہیں!"

"آپ نے میرے بارے میں سوچنا کیوں شروع کر دیا؟" وہ کسی قدر خشک لہجے میں بولی۔

"اوہ' معافی چاہتا ہوں۔ شاید ذہن پر گراں گزرا ہوں۔ سوری"۔ میں واپس پلٹا لیکن فوراً ہی تبسم کی آواز سنائی دی تھی۔ "سنئے' آپ غلط سمجھے!"

"نہیں مس تبسم! آپ کی صاف گوئی اور صاف طبیعت کی قدر کرتا ہوں۔ صبح ہی صبح میری صورت بلاوجہ نظر آ جاتی ہے۔ آپ انحراف نہ کریں ورنہ آپ کی شخصیت ہلکی نظر آتی ہے!"

"مگر میری کس بات سے آپ نے یہ اندازہ لگایا؟" اس نے پوچھا اور میں صرف مسکرا کر خاموش ہوگیا۔ وہ بھی تھوڑی دیر خاموش رہی پھر بولی۔ "آپ ناراض ہو کر جا رہے تھے!"

"نہیں' یقین کریں نہیں۔ صرف یہ سوچ کر جا رہا تھا کہ آپ مجھے یہاں پسند نہیں

کرتیں!"

"غلط اندازہ ہے آپ کا۔ بس میں تو............ میں تو............ یوں سمجھیں میں اپنے آپ کو قصوروار سمجھتی ہوں"۔

"کیوں؟"

"ٹی ٹی اچھا انسان نہیں ہے۔ وہ ایک بدنام شخص ہے۔ میں نے خواہ مخواہ آپ کو اس سے متعارف کرایا!"

"کیا بگاڑ لے گا وہ میرا؟"

"اخلاق! آپ ناراض نہ ہوں تو میں اپنی حدود سے زیادہ بول رہی ہوں۔ میں نے رات کو بھی آپ دونوں کو اور ایک خاتون کو یہاں دیکھا تھا۔ پھر آپ ساتھ ہی انہیں واپس بھی لے گئے تھے!"

"اوہ!" میں ہنس پڑا۔ "پھر تو معاف کیجئے ٹی ٹی نے میجر یوسف کا بھی اخلاق خراب کر دیا ہے!"

"کیا مطلب؟"

"آپ ان خاتون کے بارے میں میجر یوسف سے معلومات حاصل کر سکتی ہیں کیونکہ ان کی اجازت سے انہیں یہاں لایا گیا تھا!"

"نہیں!" وہ تعجب سے بولی۔ "لیکن............ لیکن کیوں............ ویسے آپ یقین کریں میں نے آج تک ممی یا ڈیڈی سے ٹی ٹی کا تذکرہ بھی نہیں کیا ہے۔ آپ لوگ۔ میرا مطلب ہے؟"

"بس بعض اوقات بدنام ہونے میں بھی لطف آتا ہے اور ہاں اگر ناراضگی دور ہوگئی ہے تو چائے............!"

"ابھی منگواتی ہوں۔ آپ یہاں رکیئے' میں ابھی کہہ کر آئی"۔ وہ بولی اور پھر تیزی سے اندر دوڑ گئی۔ میں مسکراتا رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اس نوک جھونک سے ذہنی تھکن تک دور ہوگئی تھی۔ تبسم بہت جلد واپس آگئی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کا چہرہ پہلے کی بہ نسبت کسی قدر شاداب ہوگیا تھا۔

"تو بتایئے کون تھیں وہ خاتون؟"

"بس ایک غیر ملکی ادارے سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس سے زیادہ میں نہیں جانتا!"

"ڈیڈی کا کوئی کام تھا ان سے............؟"

"شاید............!"

"ویسے آپ کی شخصیت کسی حد تک پراسرار ہے۔ ڈیڈی بے حد سخت انسان ہیں لیکن وہ آپ کو کسی بات پر نہیں ٹوکتے!"

"بڑے مہربان انسان ہیں میجر یوسف!"

"بھئی جہاں میرا ذکر ہوتا ہے تو میں تو موجود ہوتا ہوں۔ اب بتاؤ کیا گفتگو ہو رہی تھی میرے بارے میں!" باتیں کرتے ہوئے میجر یوسف کی آواز آئی اور ہم دونوں مسکرا پڑے۔

"آپ کی مہربانیوں پر قصیدہ خوانی ہو رہی تھی ڈیڈی!"

"جاری رہے میں کوئی سن تھوڑی رہا ہوں"۔ میجر نے پرمزاح انداز میں کہا اور ہم دونوں مسکراتے رہے۔ پھر چائے آگئی اور میجر نے ہمارے ساتھ ہی چائے پی۔ تبسم پورے تذکرے کو گول کرگئی تھی۔ پھر کافی دیر تک خوش گپیاں ہوتی رہیں اور اس کے بعد ہم سب اندر چلے گئے۔

یہ سارا دن جس طرح کٹا میرا دل ہی جانتا ہے۔ دن بھر باہر نہیں نکلا۔ تبسم نہ جانے کیوں خوش نظر آ رہی تھی۔ دن میں زیادہ تر وہ میرے ساتھ رہی اور مختلف موضوعات پر گفتگو کرتی رہی۔ رات کو میں تیار ہوگیا حالانکہ آج ٹی ٹی سے ملاقات کا پروگرام نہیں تھا بس ایک اضطراب سا تھا۔ آٹھ بجے میں عمارت سے باہر نکل آیا راستے سنسان تھے۔ تیل کالونی میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس وقت صرف پروجیکٹ پر رونق ہوتی تھی یا پھر کلبوں وغیرہ میں۔ رہائشی علاقہ بے حد پرسکون ہوتا تھا۔ میں نے ٹھیک پونے نو بجے ایک سایہ دیکھا جو عمارت کے عقب سے نکل کر آیا تھا۔ میں چونک پڑا۔ یہ کیلی نہیں ہوسکتی تھی۔ پھر وہ روشنی میں آیا تو میں نے پہچان لیا۔ وہ ڈاکٹر ٹی ٹی تھا!

"ہیلو!" وہ میری طرف بڑھ آیا۔

"ہیلو ڈاکٹر!" میں نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"دن کے حالات پرسکون تھے کوئی خاص بات محسوس نہیں کی۔ خان جلال آیا تھا اور سرشام واپس چلا گیا۔ ویسے ان لوگوں کو بھی کرنل کی گمشدگی کا علم ہوچکا ہے اور شاید خان جلال اس سلسلہ میں زیادہ پریشان تھا"۔ ڈاکٹر نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔

"نہ جانے ان کے درمیان کیا گفتگو ہوئی؟" میں پرخیال انداز میں بولا۔

"مکمل تفصیل تو نہیں معلوم ہو سکی لیکن ان کے خیال میں کرنل جہانگیر نے خود ہی اپنی گمشدگی کا ڈرامہ کیا ہے!"

"اوہ! میرا بھی یہی اندازہ تھا!"

"البتہ وہ اپنے ایک ساتھی ٹول کے لئے پریشان ہو گئے ہیں۔ ٹول ایک عیاش طبع شخص تھا اور اکثر غائب ہو جاتا تھا لیکن اس بار وہ خان جلال کی شکار گاہ میں بھی موجود نہیں ہے۔ ان لوگوں نے اس کے بارے میں کافی تشویش کا اظہار کیا ہے!"

"خوب!" میں مسکرانے لگا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "فائل مل جانے کے بعد ہمیں ایک اور اہم کام کرنا ہے ڈاکٹر!"

"کیا؟"

"ہما کو ان کے قبضے سے نکالنا ضروری ہے۔ کرنل کی گمشدگی کو ڈرامہ سمجھ کر ان کے اطمینان کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہما ان کے قبضے میں ہے!"

"اوہ یہ ایک مشکل کام ہے۔ ہرچند وہ لڑکی میرے ٹرانس میں ہے اور میں اسے وہاں سے چلے آنے کے احکامات بھی دے سکتا ہوں لیکن ان لوگوں نے اسے انتہائی احتیاط سے رکھا ہے۔ اتنی احتیاط سے کہ مجھے بھی نہیں معلوم وہ کہاں ہے؟"

"کچھ کرنا ہی ہو گا ڈاکٹر..........." میں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ ایک کار کی روشنیاں نظر آئیں اور ڈاکٹر چونک کر اس طرف دیکھنے لگا۔ کار ہم سے چند گز کے فاصلے پر رک گئی تھی۔ پھر کیلی پیٹرسن اس سے اتری اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میجر یوسف کی رہائش گاہ کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا ایک بریف کیس نظر آ رہا تھا۔

"کام ہو گیا۔ میرا خیال ہے اسے اندر لے جانے کی ضرورت نہیں ہے"۔ ڈاکٹر ٹی نے کہا اور ہم دونوں سامنے آ گئے۔ کیلی خاموشی سے ہماری طرف بڑھ آئی اور پھر اس نے اسی خاموشی سے بریف کیس میری طرف بڑھا دیا جسے میں نے لے لیا۔

"تم اس وقت کلب ہی کے ارادے سے آئی ہو گی! کیلی!" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"ہاں!" کیلی کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔ اس کی آنکھیں خلاء میں تک رہی تھیں!

"کیا اس میں فائل موجود ہے؟"

"ہاں!" وہ پھر اسی انداز میں بولی۔

"تمہیں کوئی دقت تو پیش نہیں آئی۔ کسی کو احساس تو نہیں ہو سکا!"

"ہما کہاں ہے؟" ڈاکٹر نے اچانک سوال کیا اور ڈاکٹر کے اس سوال پر میں بھی چونک پڑا۔ کیلی چند ساعت خاموش رہی پھر بولی۔

"خان جلال اسے اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ مسٹر پیکو کا خیال تھا کہ کرنل کی گمشدگی کے بعد ہما کا یہاں رہنا خطرناک ہے!" کیلی نے بتایا اور میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ بہرحال یہ شاید الجھن کی بات تھی۔ ڈاکٹر نے میری طرف دیکھا اور پھر گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے کیلی! اب تم یہاں سے کلب واپس جاؤ گی اور پھر ہمیشہ کے لئے یہ بات بھول جاؤ گی کہ فائل کون لے گیا۔ اور تم نے اسے کس کے حوالے کیا۔ تم سب کچھ بھول جاؤ گی!" ڈاکٹر نے کہا اور کیلی نپے تلے قدموں سے واپس اپنی کار کی جانب چل پڑی۔ پھر اس نے کار اسٹارٹ کر کے واپس موڑ دی اور چند ساعت کے بعد وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ ڈاکٹر نے ایک گہری سانس لے کر میری طرف دیکھا اور بولا۔ "ہما خاصی مشکلات میں پھنس گئی ہے!"

"ہاں ڈاکٹر! اب اس کی زندگی خطرے میں پڑ گئی۔ خان جلال بے حد خطرناک آدمی ہے۔ کرنل جہانگیر سے اس کی دشمنی بھی ہے۔ ہما کے لئے بہت کچھ سوچنا پڑے گا!" میں نے اندر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور پھر میں خاموشی سے ڈاکٹر ٹی کو لے کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ میرے پورے وجود پر سکتہ طاری تھا۔ دروازہ بند کر کے میں نے تیز روشنی کر دی اور پھر ہم نے بریف کیس کھول لیا اور اسے روشنی میں دیکھنے لگے۔ فائل میں بہت سے کاغذات لگے ہوئے تھے اور ان کاغذات میں خطرناک لوگوں کے خطرناک منصوبے نمایاں تھے۔ وہ باتیں جو کیلی سے نہیں معلوم ہو سکی تھیں' ان کاغذات سے عیاں تھیں۔ بیشتر ہدایات' خطوط اور نہ جانے کیا کیا ایک حصہ سب سے زیادہ اہم تھا۔ اس حصے میں چند نقشے موجود تھے اور ان میں سرخ نشانات سے کسی چیز کی نشاندہی کی گئی تھی جن کے ذریعہ پورا پراجیکٹ تباہ کیا جاسکتا تھا۔ مجھے چکر آ رہے تھے خود ڈاکٹر بھی حیران تھا۔ پھر اس نے نفرت سے ہونٹ سکیڑتے ہوئے کہا۔ "ان لوگوں کی بھی ہمت ہے۔ خطرناک

ترین منصوبے بنانے اور ان پر عمل کرنے میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے!"

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے پوچھا۔ "کیا کیلی کی حالت سے وہ مشکوک نہ ہوں گے ڈاکٹر!"

"کیا مطلب؟"

"کیلی کی بدلی ہوئی کیفیت نمایاں تھی!"

"اوہ نہیں' پورا دن وہ نارمل رہی ہوگی۔ صرف اس کے ذہن کے پوشیدہ خانے میں میرا حکم محفوظ ہوگا بس اس پر اس نے عمل کیا اور چونکہ ہدایت اس کے ذہن پر مسلط تھی اس لئے وہ خود بخود ٹرانس میں آگئی۔ میرا خیال ہے کلب واپس پہنچ کر اسے خیال بھی نہیں آئے گا کہ وہ کچھ دیر کلب سے غائب رہی ہے!"

"آپ کو یقین ہے ڈاکٹر!"

"لاتعداد تجربات ہیں۔ ان لوگوں نے بلاوجہ مجھے نہیں پالا ہوا۔"

"خوب! تو ڈاکٹر اب کیا پروگرام رکھا جائے؟"

"میں نہیں سمجھا!"

"میں اپنے چیف سے ملنا چاہتا ہوں۔ مجھے اجازت دو گے؟"

"ہاں' تم بے فکر ہوکر اپنا کام کرو۔ مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔ میں بھی تمہارا انتظار کروں گا اور تمہیں ضروری امور سے باخبر رکھوں گا!" ڈاکٹر ٹی ٹی فراخدلی سے بولا۔ میں نے خلوص دل سے اس کا شکریہ ادا کیا۔ دل ہی دل میں مجھے اس بات کا اعتراف تھا کہ ڈاکٹر نے میری بھرپور مدد کی ہے ورنہ اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا تھا۔ ان خطرناک لوگوں کا راز پانے کے لئے تو مجھے بہت سخت محنت کرنی پڑتی۔ ہما خطرے میں پڑگئی تھی اور اس کے لئے فی الوقت کوئی ترکیب نہیں کی جاسکتی تھی۔ بہرحال اب ڈاکٹر برہان سے رابطہ قائم کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے دیر کرنی مناسب نہیں سمجھی اور لباس تبدیل کرنے لگا۔ فوری طور پر ان کاغذات کو لے کر تیل کالونی سے نکل جانا ضروری تھا ورنہ اگر ان کی گمشدگی کا پتہ چل گیا تو وہ انہیں واپس حاصل کرنے کے لئے آخری اقدام سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ بہرحال تیار ہونے کے بعد میں نے میجر یوسف سے رابطہ قائم کرنا ضروری خیال کیا۔ باہر نکلا ہی تھا کہ میجر مجھے اپنے کمرے کی طرف آتا نظر آیا۔

"اوہ شہاب! کہیں جانے کی تیاری ہے؟" اس نے فوراً کہا۔

"ہاں میجر! فی الوقت تو آپ کے پاس ہی آرہا تھا!"

"دوسری کسی گفتگو سے قبل یہ بتادوں کہ ابھی مجھے ایک فون کال ملی ہے۔ ڈاکٹر برہان گفتگو کررہے تھے!"

"اوہ' کیا کہا ہے انہوں نے!" میں نے پوچھا۔

"تمہیں بریگیڈیئر عمران احمد کی کوٹھی پر طلب کیا ہے۔ یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم چاہو تو انہیں فون کرلو!"

"فون نمبر دیا ہے؟"

"ہاں!"

"خوب! ایک بڑا مسئلہ حل ہوگیا۔ آیئے پہلے میں ڈاکٹر کو فون کرلوں۔ ویسے میں بریگیڈیئر عمران کے نام سے پہلی بار متعارف ہوا ہوں.........!"

"اس پورے پروجیکٹ کے جی ایم ہیں! ریٹائرڈ بریگیڈیئر عمران احمد.........."

"تو ان کی کوٹھی؟"

"تیل کالونی ہی میں ہے!" میجر یوسف نے جواب دیا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ ہم دونوں فون والے کمرے میں پہنچ گئے اور پھر میجر یوسف نے فون نمبر دوہرا دیئے۔ چند ساعت بعد رابطہ قائم ہوگیا۔ دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی تھی۔

"میں ڈاکٹر برہان سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں!" میں نے کہا۔

"کون صاحب ہیں؟"

"شہاب تیموری!"

"براہ کرم انتظار کریں!" کہا گیا اور چند ساعت کے بعد ڈاکٹر برہان کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو شہاب! میرا پیغام ملا ہوگا!"

"جی!"

"جتنی جلدی ممکن ہو پہنچ جاؤ۔ میجر یوسف تمہیں یہاں پہنچا دیں گے!"

"جس جگہ آپ نے مجھے طلب کیا ہے ڈاکٹر! کیا وہ پوری طرح محفوظ ہے؟"

"ہاں' یقیناً۔ کیوں؟"

"میں پہنچ رہا ہوں"۔ میں نے کہا اور ڈاکٹر کے جواب کا انتظار کئے بغیر فون رکھ

دیا۔ "آپ کو تکلیف کرنا ہو گی میجر!"

"ہاں ضرور چلو"۔ میجر نے مستعدی سے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد میں میجر کے ساتھ گشتی جیپ میں جا رہا تھا۔ میجر خاموش تھا۔ اس بیچارے کو اتنے بڑے لوگوں کے معاملات میں دخل دینے کی جرأت نہیں ہو رہی تھی لیکن میں اس مخلص انسان کو فراموش نہیں کر سکتا تھا۔

"آپ تصور بھی نہیں کر سکتے میجر کہ یہاں کیا ہو رہا ہے؟" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"یوں سمجھ لیں' اب اس سارے ڈرامے کا ڈراپ سین ہونے والا ہے۔ میں نے خاطر خواہ کامیابی حاصل کر لی ہے!"

"کیا مجھے تھوڑی بہت معلومات مل سکتی ہیں شہاب میاں! گو یہ بات میری حیثیت سے بڑھ کر ہے لیکن اگر مناسب ہو تو............!" میجر نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"ایک انتہائی خطرناک گروہ کسی ایسے دشمن ملک کے لئے کام کر رہا ہے جو ہمارے ملک کو تیل کی پیداوار میں خود کفیل نہیں دیکھنا چاہتا۔ تیل کی اہم ترین تنصیبات پر بارودی سرنگیں بچھی ہوئی ہیں۔ پوری تیل کالونی اس وقت بارود کا ایک ڈھیر ہے۔ اتنی خوفناک سازش ہے میجر کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا!"

میجر کے ہاتھ اسٹیئرنگ پر لرز رہے تھے۔ اس کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی تھی۔ "بہرحال بہت جلد حالات ہمارے کنٹرول میں ہوں گے لیکن اس انکشاف کے بعد آپ کو خود پر قابو رکھنا ہو گا میجر! میں نے صرف ذاتی اعتماد پر آپ کو یہ بات بتا دی ہے"۔

"میں زندگی کی قیمت پر بھی اس راز کو راز رکھوں گا!"

جن لوگوں نے اس عمارت کے وسیع ترین لان پر میرا استقبال کیا تھا' انہیں دیکھ کر میجر بری طرح نروس ہو گیا تھا۔ یہ سب کے سب فوج کے اہم ترین عہدیدار تھے جن میں ایک لیفٹیننٹ جنرل بھی شامل تھا۔ ڈاکٹر برہان بھی اپنی مخصوص کرسی پر ان کے ساتھ موجود تھا۔ عمارت کے چاروں طرف فوجی پہرہ تھا اور انتہائی خفیہ طور پر اس کی نگرانی کی جا رہی تھی۔ میجر یوسف کو شاید یہ حیرانی بھی تھی کہ وہ اندر کس طرح آ گئے۔ اس بات سے تو اس کی فرض شناسی پر زد آتی تھی۔ بہرحال وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"آپ یہیں رہیں گے میجر! براہ کرم ہمارے آدمیوں کے ساتھ عمارت کی نگرانی

کے فرائض سنبھال لیں!" بریگیڈیئر عمران نے کہا اور میجر اٹین شین ہو گیا۔ ڈاکٹر برہان میرے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا اور پھر ہم سب ایک بڑے ہال میں پہنچ گئے جہاں نشستوں کا بہترین انتظام تھا!

"مختصراً" میں آپ لوگوں کا تعارف کرا دوں جناب! ان کے بارے میں تو میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ میرے دست راست شہاب تیموری ہیں اور شہاب! آپ لیفٹیننٹ جنرل حیدر علی ہیں۔ آپ لیفٹیننٹ کرنل اقبال' آپ بریگیڈیئر عمران احمد اور آپ کرنل غزنوی اور آپ............!" پھر ڈاکٹر برہان نے سب سے میرا تعارف کرایا۔ "آپ تمام حضرات میری درخواست پر انتہائی خفیہ طور پر یہاں پہنچے ہیں لیکن عام لوگوں کی حیثیت سے اور مختلف لوگوں سے ملنے والوں کے رجسٹروں پر اندراج کر کے۔ جنرل حیدر کا حکم تھا کہ اس اہم کانفرنس میں تمہیں ضرور شریک کیا جائے کیونکہ تم اس وقت یہاں کے معاملات کی نگرانی کر رہے ہو"۔

"میں شکر گزار ہوں!" میں نے متانت سے کہا۔

"آپ لوگوں کی کارکردگی کے انکشافات نے ہمیں حیرت زدہ کر دیا ہے مسٹر شہاب! بلاشبہ آپ نے یہاں ایک انوکھے شعبے کی بنیاد ڈالی ہے۔ جو ہمارے ملک میں مروج نہیں ہے اور چونکہ آپ کا طریقہ کار مکمل طور پر قانون کے دائرے میں بلکہ ایک طرح قانون کے مفاد میں ہے۔ اس لئے مزید خوشی کی بات ہے' اس لئے میں نے آپ کو بھی اس دعوت میں شریک کرنے کا فیصلہ کیا"۔ جنرل حیدر نے کہا اور میں نے ایک بار پھر ان کا شکریہ ادا کیا۔ تب جنرل حیدر نے دوسرے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "آپ میں سے چند حضرات ڈاکٹر برہان سے رسمی طور پر واقف ہو چکے ہیں' جو صرف ان کے نام سے آشنا ہیں وہ اس گفتگو کے بعد ان سے واقف ہو جائیں گے۔ ڈاکٹر برہان اور ان کے چند ساتھی مل کر ایسے لوگوں کی مدد کرتے ہیں جو کسی بڑی الجھن کے شکار ہوں اور کسی مجبوری کی بناء پر قانون کی مدد حاصل کرنے سے کتراتے ہوں۔ ڈاکٹر برہان کی ٹیم اپنی پسند کا معاوضہ لے کر انہیں بہتر تعاون فراہم کرتی ہے اور اس سلسلہ میں بہترین اصولوں پر عمل کرتی ہے۔ وہ یہ کہ کوئی تحفظ اور مدد حاصل کرنے والا اگر کسی قانون شکنی کا مرتکب ہوتا ہے تو یہ ٹیم اس سے تعاون نہیں کرتی بلکہ قانون کی اولیت کو پیش نگاہ رکھتی ہے اور خود اس کے خلاف کام کرنے لگتی ہے!

اس ٹیم کے کچھ افراد کسی ایسے شخص کی مدد کر رہے تھے جس نے ان سے تحفظ مانگا تھا۔ ڈاکٹر برہان نے اصولی طور پر اس کا نام ظاہر نہیں کیا تھا لیکن اس دوران ان پر ایک انکشاف ہوا جو انہوں نے نہایت دیانتداری کے ساتھ وزیر دفاع اور وزارت داخلہ کے گوش گزار کر دیا اور ان دونوں حضرات نے وزیر آب رسانی اور قدرتی وسائل و معدنیات سے مشورہ کرکے یہ کیس مشترکہ طور پر ملٹری سیکرٹ سروس اور ڈاکٹر برہان کے سپرد کر دیا۔ ڈاکٹر برہان کو ایک عارضی فوجی عہدے سے بھی نوازا گیا ہے اور فی الوقت یہ ہم میں سے ایک ہیں۔ کیس کی نوعیت کچھ یوں ہے کہ ہمارے ایک برادر ملک کے اندرونی بحران سے فائدہ اٹھا کر اسے ہمارے خلاف ورغلایا جائے اور اس بحران میں ہماری شمولیت کا انکشاف کرکے اس سے ہمارے تعلقات خراب کر دیئے جائیں۔ اس سلسلہ میں پوری مشینری کام کر رہی ہے۔ گو ابھی تک ہم ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کرسکے جو سرگرم عمل ہیں لیکن ایک شخص منظر عام پر آگیا ہے جو ڈاکٹر برہان کے خیال میں صرف آلہ کار بنا ہے۔ ڈاکٹر برہان کا خیال ہے کہ تیل کی ان عظیم تنصیبات کے خلاف بھی کوئی کارروائی عمل میں آ رہی ہے اور یہ بہرحال لمحہ فکریہ ہے۔ چنانچہ میں نے آپ لوگوں کو تیل کے اس سب سے بڑے پروجیکٹ میں اس لئے دعوت دی ہے کہ ڈاکٹر برہان کے اس انکشاف پر غور کرنے کے لئے کوئی مشترکہ لائحہ عمل اختیار کریں اور ان کے ساتھ مل کر کام کریں! مسٹر شہاب تیموری اس پروجیکٹ میں ڈاکٹر کے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے مصروف عمل ہیں اس لئے انہیں بھی طلب کیا گیا ہے کہ وہ اپنی رپورٹ پیش کر دیں۔ ہم ایک بار پھر ڈاکٹر برہان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی ذہانت سے ایک ایسے راز کا انکشاف کیا جو ہمارے لئے بحران بھی بن سکتا تھا اور جس سے ملکی مفادات کو شدید نقصان پہنچ سکتا تھا۔ اس ضمن میں کرنل شیراز کو ڈاکٹر برہان کے دست راست کی حیثیت سے منتخب کیا گیا ہے"۔ جنرل خاموش ہوگئے۔

"ڈاکٹر برہان واقعی مبارکباد کے مستحق ہیں!" تمام لوگوں نے متفقہ طور پر کہا اور پھر ڈاکٹر سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنا نقطہ نظر واضح کریں۔ تب میں نے اس گفتگو میں مداخلت کی اور اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا۔ "اس دخل اندازی کے لئے معذرت خواہ ہوں اور اب ذاتی معاملے کے لئے' صرف چند منٹ کے لئے اس میٹنگ کے التواء کا خواہشمند ہوں۔ دراصل میرے چیف ڈاکٹر برہان سے میری ملاقات اچانک ہوئی ہے۔ میں نے اس

دوران جو کارروائی کی ہے' اس کی رپورٹ میں انہیں نہیں دے سکا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں..........."

"شکریہ شہاب! جنرل حیدر سے جو گفتگو ہوئی ہے اس کی روشنی میں تم نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ یہاں سب لوگ قابل احترام و بھروسہ ہیں اور پھر کرنل شیراز ہمارے ساتھی بن چکے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں..........." ڈاکٹر برہان نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں ان نگاہوں کا مفہوم اچھی طرح سمجھتا تھا۔ ڈاکٹر برہان صرف کرنل جہانگیر کا نام پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا اور اس طرح دیکھنا گویا اس بات کا انتباہ تھا کہ میں بھی اس بات کو ملحوظ رکھوں..........!" کہ تم اپنی رپورٹ میرے سامنے پیش کر دو!"

"بہتر ہے ڈاکٹر!" میں نے گردن خم کی اور پھر بولا۔ "چنانچہ ڈاکٹر برہان سے قبل مجھے اجازت دی جائے کہ میں اپنی کارروائی کی رپورٹ پیش کر دوں!"

"اجازت ہے مسٹر شہاب! آپ بے کم و کاست رپورٹ پیش کریں"۔

"جناب عالی! میرے چیف نے مجھے تیل کالونی آکر تفتیش کرنے کا حکم دیا اور میں نے یہاں اپنی کارروائی شروع کر دی اور اس کے نتیجے میں' میں اس سازش کے بارے میں سب کچھ معلوم کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں۔ میں سازش کی تفصیل اور مجرموں کے خلاف ناقابل تردید ثبوت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں۔ چنانچہ میں ابتدا سے اس سازش کی گرہیں کھول رہا ہوں"۔ میں نے کہا اور ہر چہرہ شدت جوش سے سرخ ہوگیا۔ خود ڈاکٹر برہان بھی حیرت کے اس شدید جھٹکے سے ہل گیا تھا' لیکن میں کیا کرتا اس نے خود یہ ماحول پیدا کر دیا تھا اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ میں کہاں تک پہنچ چکا ہوں۔

"سازشی ایک بین الاقوامی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ گروہ خاص طور سے چند حکومتوں کا آلہ کار ہے اور ساری دنیا میں ان کے لئے کام کرتا ہے۔ گروہ کے بڑے بڑے سربراہ پوشیدہ ہیں۔ البتہ ان کے کارکن عمل کرتے ہیں اور اس گروہ کی ایک بڑی تعداد یہاں مصروف عمل ہے۔ سازش یہ ہے کہ ہمارے دشمن جن کا انکشاف میں بعد میں کروں گا۔ یہ نہیں چاہتے کہ ہم تیل کی پیداوار میں کوئی نمایاں حیثیت اختیار کرسکیں۔ انہیں ہمارے ملک میں کئی جگہوں پر تیل نکل آنے کی بڑی تشویش ہے۔ مشرق وسطیٰ میں سیاسی ہتھیار اگر ہمارے ہاتھ میں بھی آ جائے تو ہم ایک مضبوط حیثیت اختیار کر جائیں گے

چنانچہ انہوں نے ہمارے ایک پڑوسی ملک کے بحران سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ کوشش کی ہے کہ پڑوسی ملک کو پوری طرح ہماری طرف سے بدظن کر دیں اور ہمارے تعلقات خراب سے خراب تر ہو جائیں۔ اس کے لئے انہوں نے ایک مقامی شخص کا سہارا لیا ہے جس کی طرف ڈاکٹر برہان نے اشارہ کیا ہے"۔

"کیا اس شخص کا نام ظاہر کرنا غیر مناسب ہے؟" کرنل نے مداخل کی۔

"میں اپنے دوست کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ اس شخص کا نام ظاہر کریں!" ڈاکٹر برہان نے پرمسرت لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں!

"اس کا نام خان جلال ہے۔ یہاں کا ایک سربرآوردہ شخص!" میں نے کہا اور ڈاکٹر برہان کے منہ سے خوشی کی آواز نکل گئی۔ "میرے ساتھی کا انکشاف درست ہے!" اس نے میری تائید کی۔

"خان جلال اس پڑوسی ملک کے مفادات کا حامی ہے اور ایک طرح سے ہمارے ملک میں اس کا ایجنٹ ہے چنانچہ وہ ان لوگوں میں شامل ہے۔ مجرموں کا ٹولہ ایک مخصوص وقت کے انتظار میں ہے۔ وہ اس پڑوسی ملک کے بحران میں اس شدت کا انتظار کر رہا ہے کہ وہ برگشتہ ہوکر ہماری سرحدوں کی طرف پیش قدمی شروع کر دے اور اس وقت............ یہ سازشی ٹولہ............ اس پراجیکٹ کو بارودی سرنگوں سے اڑا دے گا۔ ان بارودی سرنگوں کو جو تیل کی اہم تنصیبات کے نیچے بچھا دی گئی ہیں"۔ میرا یہ انکشاف بذات خود ایک بارودی سرنگ تھا جو اچانک پھٹ گئی تھی۔ وہ لوگ سراسیمہ ہوکر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہر ایک کے منہ سے الگ جملہ نکل رہا تھا۔ وہ سب ہیجان کا شکار ہو گئے تھے۔

"آپ کو یقین ہے مسٹر شاب!" جنرل حیدر نے بمشکل پوچھا۔

"میں عرض کرچکا ہوں کہ میری گفتگو کا ایک ایک لفظ ایک ٹھوس ثبوت کے ساتھ ہے۔ میرے پاس ان جگہوں کے نقشے موجود ہیں جہاں بارودی سرنگوں بچھائی گئی ہیں۔ جنرل اگر حکم دیں تو میں یہ نقشے پیش کروں؟" میں نے جواب دیا اور سب یہ نقشے دیکھنے کے لئے مضطرب نظر آنے لگے۔ میں نے ڈرامائی انداز میں نقشوں والے کاغذات نکال کر جنرل کی خدمت میں پیش کر دیئے اور بے چین نگاہیں ان کا جائزہ لینے لگیں۔ نقشے فوجی تحویل میں لے لئے گئے تھے اور دیر تک ان کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ پھر مجھے

سلسلہ گفتگو دوبارہ شروع کرنے کا حکم دیا گیا۔

"حالات ایسے پیدا کئے جاتے کہ ہمارا شبہ سو فیصدی اس پڑوسی ملک پر ہوتا اور ظاہر ہے اس کا ردعمل بہتر نہ ہوتا۔ وہ لوگ اپنے مقامی ایجنٹ کو روشنی میں لے آتے اور خود آرام سے اپنا کام انجام دے کر فرار ہو جاتے!" میں نے آخری الفاظ ادا کئے اور دیر تک سکوت چھایا رہا۔ پھر کرنل شیراز نے کہا۔ "ڈاکٹر برہان! آپ کے ذہین ساتھی نے تو ملٹری انٹیلی جنس کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ میں مسٹر شاب سے مزید وضاحت کی گزارش کروں گا! مسٹر شاب! آپ نے یہ قیمتی معلومات فراہم کرکے ملک کی جو خدمت انجام دی ہے' میرا خیال ہے ہم سب اس بات سے یقیناً متاثر ہیں اور ملک کے ایک قانون پسند شہری کو قانون کی برتری اور ملکی سالمیت کے اس اقدام پر مبارکباد پیش کرنا ہمارا فرض ہے۔ آپ نے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے جو شدید محنت کی ہے' وہ بلاشبہ قابل تحسین ہے لیکن آپ نے ان نقشوں کے حصول کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی ہوگی جو یہاں مصروف عمل ہیں!"

جی ہاں یقیناً! نقشوں کے حصول سے پہلے ان لوگوں کے بارے میں ہی معلوم کرنا ضروری تھا۔ وہ لوگ اس پروجیکٹ میں ایک اہم کام پر متعین ہیں اور ان کی کمپنی ایون گرے کے نام سے یہاں کام کر رہی ہے۔ ایون گرے کے متعلق تمام معلومات دستاویزی شکل میں میرے پاس محفوظ ہیں اور انہی دستاویزات میں ان لوگوں کا سراغ بھی ملتا ہے جو ہمارے ملک میں یہ کارروائی کرنے کے خواہاں ہیں۔ میں نے جن مشکلات سے گزرنے کے بعد ان کاغذات کو حاصل کیا ہے اس کا تذکرہ بے مقصد ہے' لیکن مجھے مسرت ہے کہ ان کاغذات کی بازیابی سے وہ تمام مجرم ناکام ہوچکے ہیں جو یہاں ہمارے ملک کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ ان میں مقامی صرف ایک ہے جس کی نشاندہی پہلے کی جاچکی ہے۔ باقی سب مختلف ممالک کے باشندے ہیں اور ایون گرے سے منسلک ہیں۔" میں نے جواب دیا اور چند لمحات کے لئے پھر ہنگامہ برپا ہوگیا۔

ڈاکٹر برہان اس طرح خاموشی بیٹھا تھا جیسے اس میٹنگ میں اس کی ضرورت ہی نہ رہ گئی ہو۔ البتہ اس کی نگاہوں میں تحسین کے آثار تھے اور یہ ڈاکٹر برہان کی خوبی تھی۔ اس پوری ٹیم میں کوئی شخص انفرادی حیثیت حاصل کرنے کا خواہاں نہیں تھا' بلکہ انتہائی خلوص اور پیار کے ساتھ کسی کے کارنامے کو سراہا جاتا تھا اور کوئی بات اگر کسی کی ذات

سے منسوب ہو جاتی تو دوسرے کو قطعی اعتراض نہیں ہوتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ ڈاکٹر برہان نے فراخدلی کے ساتھ مجھے اپنی رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت کر دی تھی' ہاں اگر کچھ ایسے معاملات ہوتے جنہیں چھپانا مقصود ہوتا تو شاید وہ مجھ سے پہلے گفتگو کرنے کی کوشش کرتا لیکن سوائے کرنل جہانگیر کے نام کے اس نے اور کوئی چیز چھپانے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ میں نے تمام لوگ ان پر جھک گئے۔ ایک ایک کاغذ ایک سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہونے لگا اور تقریباً دو گھنٹے تک یہ ہنگامہ جاری رہا۔ پھر جنرل حیدر نے میرے لئے چند اور توصیفی کلمات ادا کئے۔ اس کے بعد کرنل شیراز کو ہدایت کی گئی کہ وہ یہاں رک کر میرے ساتھ کام کریں۔ اور ایون گرے کے کارکنوں کی نگرانی کریں۔ جنرل نے کہا کہ بڑوں کی میٹنگ میں اس سلسلہ کے مزید اقدامات پر غور کیا جائیگا اور اس کے بعد میٹنگ برخواست ہو گئی۔

میجر یوسف کو کچھ ضروری ہدایات دے کر روانہ کر دیا گیا اور مجھے بریگیڈیئر عمران کی کوٹھی پر ہی قیام کی دعوت دی گئی اور ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں ڈاکٹر برہان کی آنکھوں سے مسرت ٹپک رہی تھی۔ اس نے میرے ساتھ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "یوں تو تمہاری کارکردگی ہمیشہ ہی قابل فخر رہی ہے لیکن اس معاملے میں تو تم نے مجھے بھی حیران کر دیا۔ میں نے پوری ٹیم کو ان معاملات میں اس لیے سمیٹا تھا کہ میرے خیال میں یہ کسی ایک آدمی کے بس میں نہیں تھے۔ لیکن میں یہ بھول گیا تھا کہ شہاب تیموری بذات خود ایک ٹیم ہے۔"

"شکریہ ڈاکٹر! لیکن میں اس وقت سے ڈر رہا ہوں جب مجھے یہ توصیفی کلمات واپس کرنا ہوں گے!"

"کیا مطلب؟" ڈاکٹر نے تعجب سے پوچھا۔

"پہلے مجھے یہ بتائیے کہ آپ یہاں کس طرح پہنچے؟"

"کئی دن سے بریگیڈیئر عمران کا مہمان ہوں۔"

"اور یہ معلومات........... میرا مطلب ہے خان جلال کے بارے میں معلومات آپ کو کس طرح حاصل ہوئیں؟"

"شارق نے یہاں رہ کر بہت کچھ کیا تھا۔ اس نے خان جلال کے بارے میں یہ معلومات مہیا کی تھیں۔ لیکن اسے ہپناٹزم کر کے اس کی یاد داشت گم کر دی گئی تھی اور وہ

ناکارہ ہو گیا۔"

"اوہ' اس کا مطلب ہے کہ شارق ہوش میں آ گیا۔

ہاں اور اس نے یہ معلومات مجھے فراہم کی ہیں۔ لیکن میں تمہارے الفاظ سے الجھا ہوا ہوں۔ براہ کرم ان کی وضاحت کرو۔"

"جس شخص نے شارق کو ہپناٹائز کیا تھا' اسے میں نے ہپناٹائز کر لیا ہے اور اب وہ میرے اشاروں پر کام کر رہا ہے۔ میں نے پروفیسر ٹی کے بارے میں پوری تفصیل بتائی اور ڈاکٹر برہان مسکرانے لگا۔ "بہرحال اس سلسلے میں تمہاری کاوشیں قابل داد ہیں' تم نے جو کچھ کیا ہے' انتہائی ذہانت سے کیا ہے۔ اور میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تمہاری معلومات اس حد تک پہنچ چکی ہیں!"

"سوری ڈاکٹر! ویسے کیا آپ کے خیال میں میری جانب سے انکشاف نامناسب نہیں تھا!"

"ہرگز نہیں' اس بات کا اندازہ تمہیں کیسے ہوا؟ میں بے انتہا خوش ہوں اور شہاب! ہماری ٹیم میں تو اس قسم کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ بلاشبہ میں اس ٹیم میں تمہارے سربراہ کی حیثیت رکھتا ہوں لیکن اس کے باوجود تم لوگ میرے لئے جو حیثیت رکھتے ہو' وہ تم بھی بہتر طور پر جانتے ہو؟"

"شکریہ ڈاکٹر! اس کے علاوہ کرنل جہانگیر کا مسئلہ رہ جاتا ہے۔ کرنل جہانگیر سے جو فائل حاصل کیا گیا تھا گو اس کا وجود یہاں نہیں ہے۔ بلکہ وہ کہیں سے کہیں پہنچ چکا ہے۔ البتہ وہ فائل ادھورا ہے' وہ لوگ اس کا بقیہ حاصل کئے بغیر اپنے کام کی تکمیل نہیں کر سکتے۔ میرا خیال ہے کہ کرنل جہانگیر کی گمشدگی کے بعد وہ ہما کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیں جہاں تک میرا خیال ہے انہوں نے کرنل جہانگیر کے اغواء کو کرنل کا ہی کوئی ڈرامہ سمجھا ہے اور اب وہ کوشش کریں گے کہ ہما کے ذریعے کرنل جہانگیر کو واپس لائیں اور ہما جو اب سے کچھ وقت قبل یہیں تھی' اب خان جلال کے قبضے میں ہے!"

"اوہ' تو وہ خان جلال کے قبضے میں ہے؟" ڈاکٹر برہان پر خیال انداز میں بولا۔

"ہاں' خان جلال کل ہی اسے اپنے ساتھ لے گیا ہے!"

یہ مسئلہ غور طلب ہے۔ ہما کو ان کے چنگل سے نکالنا ضروری ہے۔ کرنل جہانگیر میرے پاس مطمئن ہے اور اس کا خیال ہے کہ میں یہ الجھن بخوبی حل کر دوں گا لیکن

"ہما..........!" ڈاکٹر برہان سوچ میں ڈوب گیا۔ "اس کے لئے کچھ کرنا ہو گا۔ ویسے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ معاملہ ان گہرائیوں میں نکلے گا۔ تمہارا کیا خیال ہے شباب! ہما کے سلسلے میں کیا کیا جائے؟"

"خان جلال کو تو گرفتار کرنا ہی ہو گا؟"

"ہاں یقیناً!"

"تب ہما کو وہاں سے برآمد کیا جاسکتا ہے؟"

لیکن پھر کرنل جہانگیر کی پوزیشن کس طرح صاف ہو گی!"

"میرے خیال میں وہاں اپنے فوجی تعلقات سے کام لینا ہو گا۔ کرنل جہانگیر کے اغوا کا معاملہ بھی حکام کی نگاہ میں ہے۔ ہم اس اغوا کا اعلان کر دیں گے اور خود کو اس میں ملوث بتائیں گے اور اس کا مقصد ان فائلوں کا حصول قرار دیا جائے گا جو پڑوسی ملک سے ہمارے تعلقات خراب کرنیکا باعث بن سکتے ہیں' ان میں سے ایک فائل کے بارے میں ہم ذمہ داری قبول کرلیں گے کہ وہ ہمارے ہاتھوں تلف ہو گیا!"

اوہ۔ اوہ۔ ڈاکٹر برہان مضطربانہ انداز میں بولا۔ "بہت اعلیٰ پیمانے پر سوچ رہے ہو شباب! واقعی اس کے لئے بھی کیوں نہ جنرل سے اجازت لے لی جائے کہ کرنل جہانگیر کو اس کے دفتر تک لے جایا جائے۔"

"سارا مسئلہ ہی حل ہو جاتا ہے!" میں نے چٹکی بجا کر کہا اور ڈاکٹر برہان گردن ہلانے لگا۔

○-----------☆-----------○

میجر یوسف سے دوسرے دن میری ملاقات ہوئی۔ اس کا چہرہ ستا ہوا نظر آ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ پھیکے انداز میں مسکرایا۔ "ہیلو میجر!" میں نے کہا۔

"ہیلو شباب!"

"کیا بات ہے میجر! پریشان نظر آ رہے ہیں!"

"ہاں شباب! میں یہاں سیکیورٹی انچارج ہوں لیکن میں نے محسوس کیا ہے کہ میں اپنے فرائض کی انجام دہی میں ناکام رہا ہوں۔"

"ان معاملات کی بات کر رہے ہیں!"

"ہاں معمولی بات تو نہیں ہے!"

"بات واقعی معمولی نہیں ہے۔ جتنے اعلیٰ پیمانے پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ وہ عام نگاہوں میں نہیں آسکتا تھا اس لئے آپ بے قصور ہیں میجر! اور پھر آپ کیا سمجھتے ہیں' میں اپنی تفصیلی رپورٹ میں آپ کی بہترین امداد کو نظرانداز کروں گا؟ نہیں میجر! جس وقت میں اس کیس کو ختم کر کے تفصیلی رپورٹ پیش کروں گا تو آپ کا نام اس میں سرفہرست ہو گا جس نے ان پراسرار حالات کی طرف مجھے متوجہ کیا۔" میں نے کہا اور میجر یوسف عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر خاموش ہو گیا۔ میں اس کے جذبات کا بخوبی اندازہ کر سکتا تھا!

ڈاکٹر برہان نے کہا تھا کہ وہ شام تک واپس چلا جائے گا! میں بدستور اپنی جگہ چلا جاؤں اور نگرانی جاری رکھوں۔ چنانچہ دوپہر کو میں نے بریگیڈیئر عمران کے ہاں ڈاکٹر برہان کے ساتھ کھانا کھایا اور پھر وہاں سے رخصت ہو گیا۔ واپسی سے قبل بریگیڈیئر عمران نے مجھے پیشکش کی تھی کہ ان کی امداد کی کوئی بھی ضرورت ہو تو میں انہیں نظرانداز نہ کروں' اور اس بات کا میں نے وعدہ کر لیا تھا۔ وہاں سے واپسی پر میں سیدھا ڈاکٹر ٹی ٹی کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ وہ بے فکر انسان مطمئن و مسرور تھا۔ بہرصورت یہ شخص میرا جتنا بڑا ہمدرد اور دوست ثابت ہوا تھا اس کے تحت میں اسے کسی طور نظرانداز نہ کر سکتا تھا۔ اس نے پراخلاق انداز میں میرا خیرمقدم کیا اور مجھ سے حالات پوچھنے لگا۔

"بس معاملہ تقریباً اختتام پر ہے ڈاکٹر ٹی ٹی! لیکن میں آپ سے ایک مشورہ کرنا چاہتا ہوں!"

"کیا؟" ٹی ٹی نے پوچھا۔

"کیا آپ اس معاملے کے ختم ہونے سے قبل یہاں سے نکل جانا پسند کریں گے یا اختتام کے بعد؟"

"جس طرح تم مناسب سمجھو!" ڈاکٹر ٹی ٹی نے کہا۔

"بس ڈاکٹر میں یہ نہیں چاہتا کہ اس مسئلہ کے اختتام تک پہنچنے سے پہلے انہیں کسی قسم کا کوئی شبہ ہو!"

"نہیں ہو گا! بے فکر رہو۔"

"میرا مقصد نہیں سمجھے آپ۔ میرا مقصد ہے اگر آپ غائب ہوگئے تو ممکن ہے وہ آپ کے بارے میں کسی تشویش کا شکار ہو جائیں اور ان کی سوچ میں کچھ تبدیلی آ جائے۔"

"تو غائب ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے' مسئلے کے اختتام تک میں بدستور یہاں رہوں گا بلکہ جس طرح سے میرے اور ان کے معاملات چلتے ہیں' چلتے رہیں گے۔ یوں بھی میں ان کی نگاہوں میں کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا۔ جب کسی ایسے معاملے میں ضرورت ہوتی ہے تو وہ میری طرف متوجہ ہوتے ہیں' ورنہ میں اپنے معاملے میں آزاد رہتا ہوں۔"

"گویا آپ کا روزانہ ان سے ملنا ضروری نہیں ہے!"

"ہرگز نہیں' میں اپنی ہی مرضی سے چلا جاتا ہوں' یا پھر اگر انہیں میری ضرورت ہوتی ہے تو وہ مجھے طلب کرلیتے ہیں۔"

"تو ڈاکٹر میں چاہتا ہوں کہ آپ اس دوران کم سے کم ان سے ملاقات کریں' البتہ اگر آپ محسوس کریں کہ انہیں کسی قسم کا شبہ ہوگیا ہے آپ پر تو پھر آپ سیدھے میجر یوسف یا بریگیڈیئر عمران تک پہنچ جائیں۔"

"اوہو' اول تو ایسی نوبت نہیں آئے گی لیکن اگر آئی بھی تو کیا بریگیڈیئر عمران مجھ سے متعارف ہیں؟" ٹی ٹی نے پوچھا۔

"نہیں' لیکن انہیں میں آپ کے بارے میں بتا دوں گا!"

"ٹھیک ہے' میں پہنچ جاؤں گا!" ٹی ٹی نے جواب دیا اور میں مطمئن ہوگیا' تب اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "آج رات کا کیا پروگرام ہے؟"

"جیسا آپ پسند کریں ڈاکٹر! لیکن میرا خیال ہے کہ اب ان اختتامی لمحات میں ہم اپنی تفریحات کو تھوڑا سا محدود کردیں!"

"کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ یوں بھی تم مجھ سے وعدہ کرچکے ہو کہ ان ہنگاموں سے فارغ ہو کر تم مجھے تفریحات کا پورا موقع دو گے!" ڈاکٹر نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

میجر یوسف کی رہائش گاہ پر آکر میں دیر تک تبسم سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر آرام کرنے کے لئے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ بہت سے مسئلے اب بھی میرے ذہن میں الجھے ہوئے تھے جس میں ہما کا معاملہ سرفہرست تھا۔ ہما کو خان جلال کے چنگل سے کس طرح

چھڑایا جائے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ذہن میں تھی کہ اگر انہیں فائلوں کی چوری کا علم ہوگیا تو پھر وہ کوئی ہنگامی قدم اٹھائیں گے۔ ممکن ہے وہ ان بارودی سرنگوں کو اڑا ہی دیں۔ اس سے جو خوفناک تباہی پھیلے گی وہ ناقابل تصور ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی غیر ملکی کمپنیاں بھی یہاں کام کر رہی ہیں اور حکومت پر ان کے تحفظ کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ انہی خیالات میں شام ہوگئی لیکن اس وقت شام کے پونے سات بجے تھے جب میجر یوسف میرے پاس آگیا۔ "بریگیڈیئر عمران نے تمہیں طلب کیا ہے شہاب! مجھے ہدایت ملی ہے کہ میں تمہیں لے کر فوراً یہاں پہنچوں۔"

"ابھی تیار ہو جاتا ہوں میجر!" میں نے کہا اور چند ساعت کے بعد میں میجر یوسف کے ساتھ بریگیڈیئر عمران کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ میجر نے بریگیڈیئر کو سلوٹ کیا تھا۔

"ہیلو شہاب! ہیلو میجر!" بریگیڈیئر عمران نے پرتپاک انداز میں کہا اور پھر بولا۔ "مسٹر شہاب کو فوراً دارالحکومت طلب کیا گیا ہے اور اس کے لئے انہیں حسن پور چھاؤنی پہنچنا ہے اور یہ ذمہ داری آپ پر عائد کی جاتی ہے میجر کہ آپ انہیں کتنی جلدی وہاں پہنچا دیتے ہیں!"

"میں حاضر ہوں جناب!" میں نے کہا اور پھر بولا۔ "اس دوران میجر یوسف آپ سے رابطہ رکھیں گے۔ یہ میری ساری کارروائی میں میرے دست راست رہے ہیں اور ان کی مدد سے میں یہ کامیابیاں حاصل کرسکا ہوں!"

"میجر نے ریٹائر ہونے کے بعد اپنے عہدے کی لاج رکھی ہے' اور بلاشبہ ایک فوجی کی خدمات موت کے وقت تک جاری رہتی ہیں! میں آپ کی مستعدی اور ذہانت کا ریکارڈ رکھوں گا میجر!" بریگیڈیئر نے کہا اور میجر یوسف کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا پھر ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔ میجر ضرورت سے زیادہ خاموش تھا۔ میں نے تھوڑی دیر کے بعد اسے ٹوک دیا۔ "کیا بات ہے میجر! آپ بہت خاموش ہیں............!"

"تمہارے احسانات پر غور کر رہا ہوں شہاب! اس عمر میں انسان معطل ہو جاتا ہے اور وہ اپنے طور پر کچھ نہیں کرسکتا لیکن تم نے جو کردار میرے لئے ادا کیا ہے' میں تمہیں اس کا کیا صلہ دے سکوں گا؟"

"آپ کی بزرگانہ شفقت ہی اس کا صلہ ہے میجر! میں نے صرف اپنا فرض پورا کیا

ہے!"

میجر یوسف مجھے تیل کالونی سے لے کر بذریعہ جیپ حسن پور چھاؤنی کی طرف چل دیا۔ رفتار خاصی تیز تھی' تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ہم چھاؤنی پہنچ گئے۔ چھاؤنی میں ایک خصوصی فوجی طیارہ موجود تھا جو مجھے دارالحکومت لے جانے کے لئے خاص طور پر تیار کیا گیا تھا۔ اس سے واضح ہوتا تھا کہ اس وقت میرا دارالحکومت پہنچنا کس قدر ضروری ہے۔ رات کو تقریباً سوا نو بجے میں دارالحکومت پہنچا۔ وہاں فوجی ایئرپورٹ پر میرا انتظار کیا جارہا تھا چنانچہ وہاں سے مجھے براہ راست ایک فوجی عمارت میں پہنچادیا گیا۔ جس کے کمپاؤنڈ میں بہت سی فوجی کاریں کھڑی ہوئی تھیں جس کا اندازہ ان پر لگے نشانات سے ہوتا تھا۔ یہاں آکر مجھے معلوم ہوا کہ ایک اور میٹنگ ترتیب دی گئی ہے جس میں میری شمولیت کو اتنا اہم سمجھا گیا کہ مجھے حسن پور سے یہاں بلایا گیا۔

ڈاکٹر برہان بھی اس میٹنگ میں موجود تھا اور میرے وہ شناسا بھی جن سے گذشتہ روز دن میں میرا تعارف ہوا تھا۔ لیفٹیننٹ جنرل حیدر اس میٹنگ کی سربراہی کر رہے تھے اور اس میں کچھ اور افراد بھی شامل تھے۔ مجھے میٹنگ ہال میں خوش آمدید کہا گیا اور لیفٹیننٹ جنرل نے کھڑے ہوکر خصوصی طور پر مجھ سے مصافحہ کیا اور پھر مجھے بیٹھنے کے لئے نشست پیش کی گئی۔

"مسٹر شاب! ڈاکٹر برہان اور دوسرے شرکاء میں نے ساری تفصیلات آپ لوگوں کے گوش گزار کر دی ہیں جیسا کہ مجھے ہائی کمان سے ہدایت ملی ہیں کہ اس سلسلہ میں ایک گھنٹہ کی تاخیر بھی مہلک ہوسکتی ہے چنانچہ فوری طور پر اس میٹنگ کا بندوبست کیا گیا چونکہ اس سلسلے میں دیر کرنا خطرناک بھی ہوسکتا تھا اس لئے فوری فیصلے بھی کئے گئے۔ ہمارے سامنے چند اہم مسائل ہیں جنہیں میں آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔ حالات جس نوعیت کے ہیں' ان کا اندازہ آپ حضرات کو ہے۔ ہمارے بدخواہ چونکہ پس پردہ کام کر رہے ہیں اور ان کے بارے میں جو ثبوت ملے ہیں وہ گو انہیں روشنی میں لے آتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ان دستاویزات کو جعلی قرار دے سکتے ہیں اور ان کی صحت سے منکر ہوسکتے ہیں اس طرح ہمیں سوائے ان سے تعلقات بگاڑنے کے اور کچھ نہیں ملے گا اور اس وقت ہمارا ملک ان حالات کا بوجھ برداشت نہیں کرسکے گا۔ یہ دستاویزات آئندہ ہماری خارجہ پالیسی میں ہماری معاون ہوں گی۔ یہ ہمارے لئے بہت قیمتی حیثیت رکھتی ہیں چنانچہ

فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس سازش کو نہایت خاموشی سے ناکام بنایا جائے۔ کسی کا نام نہ لیا جائے بلکہ بہتر ہے کہ حقیقت حال صرف حکومت کے علم میں رہے اور کوئی دوسرا اس سے آشنا نہ ہوسکے۔ بہت سے اہم معاملات ہیں جن کی وضاحت اس وقت ممکن نہیں ہے۔ بات صرف ایک ایسے لائحہ عمل کی ہے جس کے تحت یہ کارروائی عمل میں آئے اور اس کے لئے آپ بہتر تجاویز پیش کریں۔ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ ہمیں اپنی تجاویز سے نوازیں۔"

"میں اس سلسلہ میں صرف ایک عرض کرسکتا ہوں جنرل!" ڈاکٹر برہان کی پراعتماد آواز ابھری۔

"ضرور.......... فرمایئے!" جنرل نے کہا۔

"میں نے آپ کا مقصد سمجھ لیا ہے اور حکومت کی ذمہ داریوں کے احساس کے ساتھ' اعلیٰ حکام کی خواہش کے مطابق میں اس کی ذمہ داری کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"کیا.......... کیا مطلب؟" جنرل نے پوچھا۔ دوسرے لوگ بھی متوجہ ہوگئے تھے!

"میں خاموشی سے اس سازش کو ختم کرنے کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں بشرطیکہ مجھے اس کا اہل سمجھا جائے۔ کرنل شیراز کی مدد سے میں اپنا کام انجام دوں گا اور اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ جو کچھ ہوگا حکومت کی خواہشات کے مطابق ہی ہوگا!"

"اوہ' گویا آپ کے ذہن میں کوئی تجویز موجود ہے؟"

"جی ہاں!"

"براہ کرم اگر آپ ہمیں اس کے بارے میں تھوڑی سی تفصیلات سے آگاہ کردیں تو عنایت ہوگی!"

"میں آپ کے اس حکم کو رد کرنے کی جرات نہیں کرسکتا لیکن معاملات خود ابھی تک میرے ذہن میں واضح نہیں ہیں۔ البتہ اس بات کا میں آپ کو یقین دلاسکتا ہوں کہ جو کچھ ہوگا' انہی بنیادوں پر ہوگا جن پر حکومت نے سوچا ہے اور میں پیش کش کرتا ہوں کہ میرے اوپر مکمل اعتماد کیا جائے!" ڈاکٹر برہان نے پروقار انداز میں کہا اور جنرل کے چہرے پر کسی قدر کشمکش کے آثار نظر آنے لگے۔ اس نے اپنے نزدیک بیٹھے ہوئے چند لوگوں سے مشورہ کیا۔ پھر ڈاکٹر برہان کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا۔ "بہرصورت ڈاکٹر برہان چونکہ

اس سازش کو منظر عام پر لانے والے آپ ہیں اور آپ کی اس خدمت کا مکمل طور پر اعتراف کیا گیا ہے۔ چنانچہ میں اپنی ذمہ داری پر آپ کی یہ تجویز منظور کرتا ہوں اور یہ پیش کش کرتا ہوں کہ اس سلسلہ میں جس قسم کی آپ کو فوجی امداد کی ضرورت ہو' اس سے آپ آگاہ کریں۔ کرنل شیراز بدستور آپ کے معاون کی حیثیت سے کام کرتے رہیں گے۔ ہمیں کسی پروگرام پر متحد ضرور ہونا تھا اور اس کے تحت عمل بھی کرنا تھا۔ چونکہ آپ اس اعتماد کے ساتھ اس یقین کا اظہار کر رہے ہیں کہ حکومت کی خواہشات کے مطابق اس سازش کو ختم کردیں گے چنانچہ ہم آپ کو اس کا اختیار دیتے ہیں!"

"بہت بہت شکریہ جنرل! میں اپنے آپ کو اس اعتماد کا اہل ثابت کرنے کی کوشش کروں گا!" ڈاکٹر برہان نے کہا اور پھر کچھ ضروری گفتگو کے بعد یہ میٹنگ بھی ختم ہوگئی۔

ڈاکٹر برہان نے کرنل سے تخلیئے میں ملنے کی اجازت چاہی تھی۔ میں بھی ڈاکٹر کے ساتھ تھا۔ "جنرل! میں ایک اہم سلسلے میں آپ کی امداد چاہتا ہوں!"

"ہاں' ہاں فرمایئے!" جنرل نے خلوص سے کہا۔

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے ملٹری ریکارڈ سیکشن کے انچارج کرنل جہانگیر ہیں۔ میں اپنے طور پر ان سے ایک کام لینا چاہتا ہوں۔"

"کرنل جہانگیر!" جنرل حیدر چونک پڑے۔

"ہاں' ان کا قیام حسن پور میں ہے!"

"اوہ' اوہ ڈاکٹر! اوہ........... آپ نے ایک ایسی بات کہی ہے جس نے مجھے بے پناہ تشویش کا شکار کردیا ہے۔ اس سے قبل میں نے اس بارے میں نہیں سوچا تھا!"

"وہ کیا جنرل!"

"مجھے حال ہی میں یہ اطلاع ملی ہے کہ کرنل جہانگیر کو ان کی رہائش گاہ سے اغوا کرلیا گیا ہے۔ میں نے اس طرف توجہ نہیں دی تھی لیکن کیا یہ اغوا بھی اسی سلسلہ کی کوئی کڑی نہیں ہوسکتی۔ وہ ریکارڈ سیکشن کے انچارج ہیں۔ اُفوہ........... میں........... میں...........!"

"معافی کا خواستگار ہوں جنرل! یہ بات پہلے سے میرے علم میں تھی کہ پڑوسی ملک سے ہمارے تعلقات خراب کرنے کے لئے ہمارے ریکارڈ سے کچھ چیزوں کی ضرورت ہمارے دشمنوں کو پیش آئے گی اور اس کے لئے وہ کرنل کا انتخاب کرسکتے ہیں۔ ان دنوں

کرنل کچھ بیمار تھے!"

"ہاں' وہ طویل عرصہ سے چھٹی پر ہیں لیکن ان کی جگہ کوئی عارضی تقرر نہیں کیا گیا تھا کیونکہ ان کی بیماری شدید نوعیت کی نہیں تھی!"

"مجھے علم ہے چنانچہ اسی نظریئے کے تحت میں نے خود انہیں اغواء کرالیا تھا!" ڈاکٹر برہان نے کہا اور جنرل اچھل پڑے۔ "آپ نے...........!" وہ حیرت و مسرت سے بولے۔

"ہاں یہ گستاخی میں نے کی ہے!" ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔

"آپ اسے گستاخی کہتے ہیں اور میں سوچ رہا ہوں کہ حکومت نے اتنے ذہین لوگوں کو کیوں نظرانداز کر رکھا ہے۔ آپ لوگوں کو تو حکومت کی ناک کا بال ہونا چاہئے تھا۔ کتنے دور رس ہیں آپ۔ کتنی دور تک سوچتے ہیں...........!"

"شکریہ جنرل! تو ایک خصوصی حکم نامے کے تحت میں کرنل جہانگیر سے ریکارڈ سیکشن کے کچھ فائل حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ اس کی اجازت دیں گے؟"

"میری طرف سے اجازت ہے۔ مجھے تھوڑا سا وقت دیں۔ میں آپ کو یہ اجازت نامہ اور کرنل جہانگیر کے نام ہدایات تحریری شکل میں لکھوائے دیتا ہوں!" جنرل نے کہا اور ڈاکٹر برہان نے گردن ہلا دی!

O-----------☆-----------O

یوں تو دولت کے حصول کے لئے ہم لوگ ہر قسم کے معاملات میں مداخلت کرنے کے لئے تیار رہتے تھے اور اپنے طور پر بہت کچھ حاصل کرلیتے تھے لیکن اس بار ملکی دفاع کا معاملہ ہم جیسے انسانوں کے سر آپڑا تھا۔ کرنل جہانگیر کے چھوٹے سے مسئلے نے جو شکل اختیار کرلی تھی' وہ حیرت ناک تھی اور اس کی وجہ سے ہم فوجی حکام کی نگاہوں میں آگئے تھے لیکن یہ سب کچھ کرکے ایک دلی مسرت کا احساس ہو رہا تھا۔ جذبہ وطن پرستی کسی طور فنا نہیں ہوتا بشرطیکہ انسان اپنی ذمہ داریاں محسوس کرے۔

رات کو تقریباً چار بجے ڈاکٹر برہان کی رہائش گاہ پر ہمارا پورا گروہ جمع تھا۔ شارق سے ملاقات ہوئی۔ شارق کو غالباً ساری تفصیلات بتائی جاچکی تھیں چنانچہ وہ کسی حد تک جھینپا جھینپا نظر آرہا تھا۔ ہم پانچوں افراد سر جوڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر برہان نے اپنی خدمات اس اہم سلسلے میں پیش کردی تھیں اور اب ہمارا فرض تھا کہ اس ٹیم کے وقار کو

بلند کرتے۔ چنانچہ ڈاکٹر برہان نے ہم سب کو جمع کرلیا تھا!

"میرے ذہن میں جو تجویز ہے اس پر آپ لوگ بھی غور کریں اور مجھے اس بارے میں آپ اپنی رائے سے آگاہ کریں۔" ڈاکٹر برہان نے سلسلہ گفتگو شروع کیا اور ہم سب متوجہ ہوگئے۔ "حکومت کی خواہش کے مطابق خاموشی سے اس سازش کو ختم کرنا ہے اور اس کے لئے ہمیں ایسی ہی کوئی ڈرامائی شکل اختیار کرنی ہے جو اپنے طور پر منفرد ہو چنانچہ حکومت کو اپنی خدمات پیش کرتے وقت ایک تجویز میرے ذہن میں آئی تھی اور میرے اپنے خیال میں آپ لوگ بھی اس سے اتفاق کریں گے۔ اس تجویز کے لئے ہمیں انتہائی ہوشیاری سے کام کرنا ہوگا۔ تجویز یہ ہے کہ ایون گرے کمپنی کے تمام افراد کی ایک فہرست تیار کرلی جائے اور انہیں نگاہ میں رکھا جائے۔ ان لوگوں کی نگرانی کے لئے آپ سب کو بریگیڈیئر عمران کی کوٹھی میں پہنچنا ہوگا۔ وہی ایک طرح سے تیل کالونی میں ہمارا ہیڈکوارٹر ہے!"

"کرنل شیراز کی مدد سے ہمیں اعلیٰ کارکردگی کے مالک کچھ فوجی افراد کا انتخاب کرنا ہوگا جو غیر محسوس انداز میں ضروری سازو سامان کے ساتھ تیل کالونی میں داخل ہوں گے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ سادہ لباس میں ہوں اور ایک ایک دو دو کی ٹولیوں میں تیل کالونی میں داخل ہوکر بریگیڈیئر عمران کی کوٹھی میں جمع ہو جائیں۔ پھر کسی بھی رات ہم ایون گرے کے تمام ممبروں کو اغوا کرلیں اور انہیں بریگیڈیئر عمران کی کوٹھی میں جمع کرلیں۔ اس دوران ہمارے اپنے آدمی رات کی تاریکیوں میں نقشے کے مطابق بچھی ہوئی بارودی سرنگوں کو ناکارہ بنانے کے لئے کام کریں گے اور اس کے بعد........"

ڈاکٹر برہان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک لہرانے لگی۔ "اس کے بعد میں ایک ایسا ڈرامہ پیش کروں گا جو کبھی نہ پیدا کیا جاسکے۔ تو میرے دوستو! میں نے اپنی اس تجویز کے ہر پہلو پر غور کرلیا ہے اور تمہاری مدد سے اس کی تکمیل چاہتا ہوں!" ڈاکٹر کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور وہ بے حد پراسرار نظر آرہا تھا!

چند ساعت خاموشی رہی۔ پھر ڈاکٹر برہان نے پوچھا۔ "اس سلسلہ میں کسی کو کوئی اعتراض ہے؟"

"ہرگز نہیں ڈاکٹر! ہم اپنا فرض پورا کریں گے!" سب بیک وقت بولے۔ ان آوازوں میں میری آواز بھی شامل تھی۔

"یہ رات تو پوری گزر چکی ہے۔ اب آپ لوگ آرام کریں اور کل دن بھر سوئیں۔ کل شام کو میں آپ لوگوں کو تیل کالونی روانہ کروں گا۔ اس دوران میں جنرل حیدر سے ان نقشوں کی کاپیاں اور دوسری آسانیاں طلب کروں گا!" ڈاکٹر برہان نے کہا۔

چنانچہ ہم سب اٹھ گئے۔ نیند واقعی شدید آرہی تھی اس لئے بستر پر لیٹنے کے بعد کوئی احساس نہیں رہا۔ دوسرے دن نہ جانے کس وقت آنکھ کھلی۔ بہرحال نیند پوری ہو چکی تھی اس لئے طبیعت بشاش تھی۔ دوسرے لوگ بھی جاگ چکے تھے۔ دوپہر کے کھانے پر ڈاکٹر برہان ہمارے ساتھ شریک نہیں تھا۔ تین بجے مجھے اطلاع ملی کہ ڈاکٹر نے طلب کیا ہے اور ہم سب اس کے پاس پہنچ گئے۔

ڈاکٹر برہان مطمئن اور حسب معمول پرسکون نظر آرہا تھا۔ یہ اس شخص کی خوبی تھی جو عام انسانوں میں نہیں ہوتی۔ سخت ترین حالات میں بھی کسی نے اس کے چہرے پر تردد کی لکیر نہیں دیکھی تھی لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس کا چہرہ تاثرات اور جذبات سے عاری تھا۔ خوشی اور غم و غصے کے جذبات کا اظہار بھی اس کے چہرے سے ہوتا تھا۔ اس نے کرسی کے پہیوں کو جنبش دی اور رخ بدل کر ہماری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ تم لوگ نیند پوری کرچکے ہو۔"

"ہاں ڈاکٹر!" فیضان نے جواب دیا۔

"کوئی نیا خیال یا سوال تو تمہارے ذہن میں نہیں پیدا ہوا؟"

"نہیں ڈاکٹر! جن لائنوں کا آپ نے انتخاب کیا ہے، ان کے سلسلہ میں مزید کوئی بات رہ نہیں گئی۔"

"اس کے باوجود۔ اگر کسی کے ذہن میں کوئی کام کرتے ہوئے اگر کوئی بہتر خیال آجائے تو آپ لوگ آپس میں مشورہ کرکے اس پر عمل کریں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پوری مستعدی سے یہ کام سرانجام دیا جائے۔ اس بار اس کیس کی نوعیت کسی قدر بدل گئی ہے یعنی یہ صرف مالی منفعت کی بات نہیں رہ گئی ہے بلکہ خدمت وطن بھی اس میں شامل ہے۔ ہماری ذہانت اگر ہمیں بہتر زندگی فراہم کرسکتی ہے تو وطن کی خدمت بھی ہمارا فرض ہے اور ہمیں اس فرض کی ادائیگی کے لئے ہمیشہ سے زیادہ مستعد رہنا چاہئے۔ ارکان حکومت کی نگاہوں میں بھی ہم ایک بہتر حیثیت حاصل کرنے کے خواہاں ہیں۔ بہرحال میں نے نقشوں کی کاپیاں حاصل کرلی ہیں۔ یہ فیضان کے پاس

رہیں گی اور تیل کالونی میں ساری کارکردگی کے نگران شہاب تیموری ہوں گے!"

"مناسب ڈاکٹر!" فیضان وغیرہ نے گردن ہلا دی۔

حسن پور میں ایک مخصوص مقام پر سبزیوں سے بھرا ہوا ایک ٹرک ہمیں مل گیا جس میں صرف ایک ڈرائیور موجود تھا۔ یہ فوجی تھا اور اس نے اپنے شناختی کاغذات ہمیں دکھائے تھے۔ جواب میں ہم نے بھی اسے مطمئن کرنے کے لئے اپنے شناختی نشان دکھائے اور وہ مسکراتا ہوا ہمیں ٹرک کے عقبی حصے میں لے آیا۔

"عموماً سبزی پانی سے بھگو دی جاتی ہے تاکہ تروتازہ رہے لیکن آج اسے خشک رکھا گیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لباس خراب نہ ہوں۔ دیکھئے سبزیوں میں چھپ کر سفر کرنے کا تجربہ آپ کے لئے کیسا رہتا ہے!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر ان سبزیوں میں لہسن نہ شامل ہو تو کیا بات ہے؟ لہسن کی خوشبو میرے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے!" ماجد نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم کہ اس میں لہسن رکھا گیا ہے کہ نہیں۔ تاہم دیکھ لیتے ہیں اگر لہسن موجود ہو تو اسے پھینک دیں گے۔ ٹرک ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے کہا اور سبزیوں کو الٹ پلٹ کرنے لگا۔ پھر اس نے ماجد کو لہسن نہ ہونے کی خوشخبری سنائی۔ اس کے بعد ہم لوگ ٹرک پر چڑھ گئے۔ ہمیں پتوں والی سبزیوں کے ڈھیر میں چھپا دیا گیا۔ جو حصے کھلے رہ گئے تھے انہیں بھی سبزیوں سے ڈھک دیا گیا اور پھر ڈرائیور نیچے اتر گیا۔ ٹرک اسٹارٹ ہو کر چل پڑا تھا۔ سانس لینے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ اس لئے یہ سفر تکلیف دہ نہیں تھا۔ اس کے علاوہ ہم لوگ گفتگو کرتے رہے تھے۔ پھر جب سبزی لے جانے والا ٹرک تیل کالونی کے علاقے میں داخل ہوا تو ڈرائیور نے تین بار ہارن بجا کر ہمیں ہوشیار کر دیا۔ گیٹ پر میجر یوسف خود موجود تھا۔ اس نے ٹرک کو اندر جانے کی اجازت دے دی۔ سارے کام طے شدہ پروگرام کے مطابق ہو رہے تھے۔ ہماری منزل بریگیڈیئر عمران کی کوٹھی تھی جس کے قریب سے گزرتے ہوئے ٹرک رکا۔ ہمیں سگنل ملا اور ہم تاریکی میں نیچے اتر گئے۔ عمارت میں داخلے کے لئے بھی عقبی دیوار ہی استعمال کی گئی تھی۔

"صبح کے پونے پانچ بجے تھے لیکن بریگیڈیئر مستعد تھا۔ اس نے ہمارا استقبال کیا اور ہمیں لئے ہوئے ایک کشادہ تہہ خانے میں داخل ہوگیا جہاں ہمارے لئے بہترین

بندوبست تھا۔ "بہتر یہ ہے کہ آپ لوگ غسل وغیرہ کرلیں۔ میں نے اس وقت آپ کے لئے ہلکے ناشتے کا بندوبست کیا ہے۔ ناشتے کے بعد آپ آرام کریں۔ کچھ تھکن محسوس کر رہے ہوں گے۔"

"شکریہ جناب!" ماجد نے کہا اور بریگیڈیئر نے گردن ہلادی۔ ہم لوگ اپنی مصروفیات میں مشغول ہوگئے۔ ناشتہ بہت عمدہ تھا۔ اس کے بعد ہم آرام کرنے لیٹ گئے۔ کوئی خاص تھکن نہیں تھی اس لئے بریگیڈیئر کے جانے کے بعد ہم آپس میں گفتگو کرنے لگے۔

"دن کا کوئی پروگرام نہیں ہے؟" فیضان نے پوچھا۔

"تم دونوں تو ابھی آرام ہی کرو گے۔ لیکن میں دن میں بھی مصروف رہوں گا!" میں نے کہا۔

"کیا کرو گے؟"

"اپنے دوست ٹی ٹی سے ملاقات کروں گا۔ یوں بھی میری شخصیت جانی پہچانی ہے اور میں ان لوگوں کی نگاہوں میں اب مشکوک بھی نہیں ہوں۔ دراصل میں معلوم کروں گا کہ ٹی ٹی اس سلسلہ میں کیا مدد کرسکتا ہے؟"

"اس انوکھی شے سے ہمیں بھی ملواؤ۔ دیکھیں تو سہی کیا ہے؟"

"اگر اس کیس میں کوئی خاص پیچیدگی نہ پیدا ہوئی تو ٹی ٹی مستقل ہمارے ساتھ ہی رہے گا۔ ویسے وہ واقعی دلچسپ شخصیت ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے اس کی زندگی کے چند سال چھین لئے گئے ہوں اور وہ اس گزرے ہوئے وقت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ یعنی زندگی کی ابتدا وہیں سے کرنا چاہتا ہوں جہاں سے............ یہ سلسلہ منقطع ہوا تھا۔"

"خوب۔ بہرحال ملاقات کے بعد ہی اس کے بارے میں فیصلہ کیا جاسکتا ہے لیکن اب یہ باقی وقت کس طرح گزارا جائے؟"

"بہتر یہ ہے کہ تھوڑی دیر سولیں۔ اس کے علاوہ اور کیا مشغلہ ہوسکتا ہے؟" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم نے خاموشی اختیار کرلی۔

دن کو تقریباً گیارہ بجے میں میجر یوسف کی رہائش گاہ میں داخل ہوا تو سب سے پہلے تبسم پر نگاہ پڑی۔ کچھ عرصہ سے وہ مجھ سے بیزار ہوگئی تھی اور کوئی خاص توجہ

نہیں دیتی تھی لیکن آج دیکھتے ہی میری طرف لپکی۔ نزدیک آکر تمسخرانہ انداز میں میرا جائزہ لینے لگی۔

"خیریت مس تبسم!" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔۔بڑی الجھی ہوئی چیز ہو۔ لیکن کچھ نہ کچھ ہو ضرور.......... مان ہی نہیں سکتی.......... ورنہ ڈیڈی جیسا فوجی انسان.......... کیا ہو.......... بتاؤ گے نہیں!" وہ میری آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

"سبحان اللہ! آپ ابھی تک اسی تحقیق میں مصروف ہیں!"

"کیا کروں.......... کوئی شغل بھی تو نہیں ہے۔ ویسے تم نے واقعی بڑا مایوس کیا ہے.......... کتنی خوشی تھی تمہارے آنے پر۔ اعتراف ہی کرلو کہ تم وہ نہیں ہوا جو نظر آتے ہو!"

"کیا بات ہے تبسم! کیا گفتگو ہو رہی ہے!" بیگم یوسف کی دخل اندازی نے میری جان چھڑا دی۔ تھوڑی دیر تک میں ان سے گفتگو کرتا رہا اور اس کے بعد تیاریاں کر کے نکل آیا۔ ڈاکٹر ٹی ٹی موجود تھا مجھے دیکھ کر کھل اٹھا۔ "واہ بھئی۔ وسوسوں میں گرفتار کر دیتے ہو۔ کسی کے جذبات کا احساس بھی تو فریضہ زندگی ہے۔ میں تو یوں محسوس کرنے لگاہوں جیسے تمہاری غیر موجودگی میں میری شخصیت ایک بٹا دو ہوگئی ہو۔ کب اس جھگڑے کو ختم کرو گے۔ تاکہ امید وبیم کے اس عذاب سے نجات ملے۔ مجھ سے کہو تو ان صاحب کو ہپناٹائز کر کے تمہارے پاس بلا دوں اور تم انہیں گرفتار کر لو۔ مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟"

"آخری لمحات کا کھیل باقی رہ گیا ہے ٹی ٹی! میں تمہیں داؤ پر نہیں لگانا چاہتا۔ اگر ممکن ہوسکے تو صرف ایک بات اور معلوم کرو.......... !"

"وہ کیا؟" ٹی ٹی نے پوچھا۔

"جن جگہوں پر انہوں نے بارودی سرنگیں بچھائی ہیں کیا وہاں پہرہ بھی دیتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ کیا وہاں نگرانی کی جاتی ہے؟"

"ہوں" ڈاکٹر ٹی ٹی پر خیال انداز میں ٹھوڑی کھجانے لگا پھر بولا "ٹھیک ہے کوشش کروں گا۔ ویسے اس دوران میں نے ہلکی سی تبدیلی محسوس کی ہے!"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑا۔

"بس ایک احساس ہے۔ وہ لوگ مجھے نظرانداز کر رہے ہیں۔ بلکہ ڈریک نوبل نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں یہاں اکتاہٹ محسوس کر رہا ہوں تو میری واپسی کا بندوبست بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ شہاب! میری نگرانی بھی کی جارہی ہے۔"

"اوہ! لیکن ان لوگوں کو تمہارے اوپر شبہ کس طرح ہوا؟ کیلی پیٹرسن کا راز کھل تو نہیں گیا؟"

"خدا بہتر جانتا ہے۔ ویسے کیلی پیٹرسن بدستور اپنا کام انجام دے رہی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ابھی محفوظ ہے! اگر انہیں شبہ بھی ہو جاتا تو وہ کم از کم ریکارڈ سیکشن سے ضرور ہٹا دیتے یا اس کی تفریحات پر پابندیاں لگا دیتے!"

"ہاں یہ تو درست ہے لیکن کیا تم نے اس سلسلہ میں اپنی قوتوں سے کام نہیں لیا۔ میرا مطلب ہے کسی کے ذہن کو پڑھ کر کوئی اندازہ لگانے کی کوشش نہیں کی تم نے کہ آخر ان کے ذہنوں میں تمہارے خلاف کیا شبہ ہے؟"

"نہیں شہاب! یہ بیوقوفی نہیں کی میں نے وہ لوگ مجھ سے واقف ہیں۔ اگر ان کی مصروفیات کا ایک لمحہ بھی کھو جائے تو وہ اس کا حساب مجھ سے لیں گے!" ٹی ٹی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ' یہ تو درست ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم خطرے میں ہو۔ تب پھر میں تمہیں استعمال نہیں کروں گا ڈاکٹر! میں کسی طور تمہاری زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ تم میرے لئے جتنا کچھ کر چکے ہو' وہی کافی ہے۔"

"نہیں شہاب! میں ہر خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہوں اگر وہ تمہارے مفاد میں ہو!" ٹی ٹی نے پر خلوص لہجے میں کہا اور میں مسکرانے لگا۔

"میں تمہیں ان لوگوں کی طرح صرف آلۂ کار کی حیثیت نہیں دے سکتا ٹی ٹی! تم میرے دوست ہو۔ بہر حال میں تمہیں بتاچکا ہوں کہ اب آخری لمحات کا کھیل باقی ہے۔ میں خود ہی اس کھیل کو سرانجام دینے کی کوشش کروں گا۔ ہاں اگر تم مناسب سمجھو تو میں تمہیں محفوظ مقام پر پہنچادوں۔ میں تمہیں ان کے ہاتھوں میں دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

"نہیں شہاب! اب اتنا بزدل بھی نہیں ہوں۔ ضرورت پڑنے پر میں اپنے بچاؤ کا بندوبست تو کرہی سکتا ہوں۔ اس کے علاوہ اپنے طور پر کچھ سوچوں گا۔ کوئی ایسی ترکیب

کہ کسی طرح تمہارا یہ مسئلہ بھی حل کر سکوں۔"

"بس اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم صرف اپنی حفاظت کرو۔ میں نے ابھی ابھی سوچا ہے کہ تمہاری گمشدگی بھی ابھی مناسب نہیں ہے۔ ورنہ ان کے شبہے کو تقویت پہنچے گی اور وہ خطرہ محسوس کر کے محتاط ہو جائیں گے!"میں نے کہا اور ڈاکٹر ٹی ٹی میری صورت دیکھتا رہا۔ پھر اس نے شانے ہلائے۔

"بہرحال اگر تم کسی جگہ میری ضرورت محسوس کرو شہاب! تو مجھے ضرور بتادو۔ میں تمہیں کسی بھی مرحلے پر منحرف نہیں نظر آؤں گا!"

"تمہارا شکریہ ڈاکٹر!اب اجازت دو۔ اور کسی وقت کوئی خطرہ ہوا تو اس کے بارے میں تمہیں ہدایات دے دوں گا!" مین نے کہا اور ڈاکٹر ٹی ٹی نے گردن ہلا دی۔

شام کو چھ بجے اس سلسلے کی آخری میٹنگ ہوئی جس میں میجر یوسف کو خصوصی طور پر شریک کیا گیا تھا۔ بریگیڈیر عمران کی سرکردگی میں اس میٹنگ کا آغاز ہوا تھا۔ کرنل شیرازی بھی اس میں شریک تھا۔

"سب سے پہلا کام ان نقشوں کا تعین ہے اور میجر یوسف! میرا خیال ہے آپ سیکیورٹی انچارج کی حیثیت سے اس سلسلہ میں بہتر نشاندہی کر سکیں گے؟" بریگیڈیر نے کہا اور پھر ایک ایک نقشے پر بڑی باریک بینی سے غور ہونے لگا۔ میجر کو مکمل تفصیل نہیں معلوم تھی لیکن جو کام اس کے سپرد کیا گیا تھا وہ اس میں پوری دلچسپی لے رہاتھا اور بلاشبہ اس نے نہایت ذہانت سے ان نقشوں کی جگہوں کا تعین کیا۔ سب ہی اس سے متفق ہوگئے تھے۔ چنانچہ ان نقشوں کی مدد سے ان تھک محنت کے بعد ایک اور نقشہ ترتیب دیا گیا جس میں بارودی سرنگوں کی جگہوں کا تعین کیا گیا تھا۔ درحقیقت ان جگہوں کی نشاندہی ٹھوس بنیادوں پر کی گئی تھی۔ یہاں تیل کے وہ کنویں تھے۔ جن سے تیل برآمد ہو چکا تھا اور خیال تھا کہ اس کے قرب وجوار میں مزید کنویں کھودنے کی گنجائش ہے اور یہاں تیل کا بہت بڑا ذخیرہ بھی موجود ہے۔"

"لیکن اس دن کی آخری کارروائی کا کوئی امکان نہیں ہے بشرطیکہ انہیں شبہ نہ ہو جائے۔ اگر انہیں شبہ ہوگیا تو وہ فوری طور پر اپنا کام انجام دے کر بھاگنے کی فکر کریں گے ۔ دوسری صورت میں ایون گرّے کے کارکن اس وقت تک خاموشی سے اپنا کام انجام دیتے رہیں گے ۔ جب تک پروجیکٹ پوری طرح مکمل ہو کر کام شروع نہ

کر دے اور تیل نکالنا نہ شروع کر دیا جائے۔ اس لئے انتہائی اہم ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری کارروائی کے دوران انہیں کوئی شبہ نہ ہو۔ میجر یوسف! جن جگہوں کے لئے یہ نقشہ ترتیب دیا گیا ہے'کیا وہاں آپ کا اسٹاف ہی پہرہ دیتا ہے؟"

"جی ہاں! یہ جگہیں میری تحویل میں ہیں۔ میرا مقصد ہے ایک مخصوص علاقے تک۔ تیل کے کنوؤں تک ان کی رسائی نہیں ہے اور وہ انجینئروں کی تحویل میں رہتے ہیں!"

"جہاں آپ کا آخری پہرہ ہوتا ہے' وہاں سے کنوؤں کا فاصلہ کتنا ہے؟"

"خاردار تاروں کی ایک باڑھ ہے جس کے درمیان کنویں گھرے ہوئے ہیں ۔ ہمارے گارڈ اس باڑھ کے دوسری طرف نہیں جاتے!"

فاصلہ کتنا ہوگا؟"

"زیادہ نہیں۔ صرف دو سوگز دور ہوں گے؟"

"میرا خیال ہے یہ زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ کیوں مسٹر شہاب!" بریگیڈیر عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں! یہ زیادہ فاصلہ نہیں ہے!"

"اس تفصیل کے بعد آپ کے ذہن میں اس سلسلہ میں کام کرنے کا کوئی مناسب پروگرام ہے؟" بریگیڈیر نے پوچھا۔

"جی ہاں جناب! اور اس سلسلے میں ہمیں مکمل طور پر میجر یوسف کا تعاون درکار ہو گا۔ میجر یوسف مخصوص اور اہم جگہوں پر گارڈ کا تعین کریں گے اور ہم کل دن ان جگہوں پر فوٹوگرافی کریں گے۔ یعنی ہم لوگ گارڈ کی وردی میں وہاں ڈیوٹی انجام دیں گے اور وہاں کی تصاویر حاصل کریں گے ۔ ان تصاویر کی مدد سے ہم کل رات یہ پرگرام ترتیب دیں گے کہ ہمیں سرنگوں کے علاقے تک پہنچنے کے لئے کون سے راستے مدد دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد رات کو ہم ان سرنگوں کو ناکارہ بنانے کے پروگرام پر عمل کریں گے۔ البتہ ہمارے پاس صرف ایک آدمی ہے جو ان سرنگوں کو ناکارہ بنانے کے عمل سے واقف ہے اور اس ایک آدمی کو مختلف جگہوں پر عمل کرنے کے لئے کافی وقت درکار ہوگا!" میں نے کہا۔

"میں اس سلسلے میں آپ کی مدد کروں گا مسٹر شہاب!"کرنل شیرازی نے

کہا۔"ہمارے پندرہ آدمی مختلف ذرائع سے یہاں داخل ہو چکے ہیں ان میں ماہرین بھی ہیں جو آپ کی بارودی سرنگوں کو ناکارہ بنانے کا عمل جانتے ہیں۔ اس کے علاوہ میں فوری طور پر ایسے دیگر آدمیوں کا بندوبست کر سکتا ہوں۔

"مناسب! یہ لوگ کب تک پہنچ جائیں گے؟"

"بس ایک آدھ دن میں ان لوگوں کو ہدایت کر دی جائے گی کہ وہ بارودی سرنگوں کا پتہ لگانے اور انہیں ناکارہ کرنے والا آلات بھی لے کر آئیں۔" کرنل شیرازی نے کہا۔

"مناسب ہے۔کیمروں کا میں بندوبست کردوں گا!" بریگیڈیر عمران نے کہا۔ اور اس کے بعد دیر تک اس کے اہم نکات پر گفتگو ہوتی رہی اور اس کے بعد سب لوگ مطمئن ہو کر اٹھ گئے۔

"اسی رات تیاریاں کی گئیں۔ صبح تقریباً" چار بجے میجر یوسف ہمیں سیکیورٹی گارڈز کی وردی میں لے کر چل پڑا۔ یہ وردیاں اس نے ہمارے جسموں کے ناپ کے مطابق فراہم کی تھیں ۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ کرنل شیرازی بھی ایک گارڈ کی وردی میں ہمارے ساتھ موجود تھا ۔ ہمیں مختلف جگہوں پر تعینات کر دیا گیا اور میجر نے وہاں سے دوسرے گارڈ اٹھا لئے۔ اب صورت حال یہ تھی کہ اپنا فرض بھی انجام دینا تھا اور دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ بھی رہنا تھا۔

مجھے جس جگہ تعینات کیا گیا تھا وہاں چار گارڈز اور بھی تھے۔ ایک ننھا سا کیمرہ میرے لباس میں محفوظ تھا۔ بہرحال میں ایک تربیت یافتہ گارڈ کی حیثیت سے ڈیوٹی انجام دینے لگا۔ دن کو تقریباً" دو بجے میں نے البرٹ پیکو کو وہاں دیکھا۔ وہ پروجیکٹ کے اندرونی حصے میں چلا گیا تھا۔ اس سے ان لوگوں کی آزادی کا پتہ چلتا تھا۔ بہرحال انتہائی احتیاط کے ساتھ آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی انجام دے کر میں نے بہترین تصویر کشی کی۔ ذاتی طور پر بھی میں نے محل وقوع کا جائزہ لیا تھا۔ بڑی محفوظ جگہ تھی۔ ایک اس بارے میں قدرت کی طرف سے میری مدد ہوئی تھی یعنی وہ گٹر لائن علم میں آگئی تھی جو پورے پروجیکٹ کے نیچے پھیلی ہوئی تھی۔ ایک جگہ پانی رسنے لگا تھا جس کی صفائی کے لئے چند لوگ گٹر میں اترے تھے اور میرا ذہن اچانک تجسس کا شکار ہو گیا تھا۔

ڈیوٹی ختم ہونے پر میں واپس چل پڑا۔ دوسرے لوگ بھی پہنچ رہے تھے۔

کیمرے ایک شخص کے حوالے کر دیئے گئے جو فوجیوں میں سے ایک تھا اور فلمیں ڈیولپ کرنے کا کام جانتا تھا۔ رات کو آٹھ بجے ہم سب پھر سے ایک جگہ جمع ہو گئے۔ وہ تمام تصاویر بریگیڈیر کے سامنے تھیں جو ہم نے اتاری تھیں۔

"میرا خیال ہے جناب! ہماری آسانی کی ایک اور صورت پیدا ہوگئی ہے جس کی مدد سے ہم کام انجام دے سکتے ہیں!" میں نے کہا۔

"اوہ جلدی بتاؤ۔ تمہارے مشینی دماغ کی کارکردگی سے ہم سے بے حد متاثر ہیں۔ کرنل شیرازی تو بضد ہیں کہ تمہیں ملٹری انٹیلی جنس میں کوئی اہم عہدہ دیا جائے۔!" بریگیڈیر عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اتفاق سے میں جس جگہ پہرہ دے رہا تھاوہاں ایک گٹر سے پانی رسنے لگا جس کی وجہ سے میرے ذہن میں آیا کہ کیوں نہ ہم گٹر لائن کا نقشہ حاصل کر کے زیر زمین ان جگہوں پر پہنچنے کی کوشش کریں۔"

"اوہ' کیا یہ ممکن ہے میجر یوسف!" بریگیڈیر عمران نے پوچھا۔ قطعی ممکن ہے بلکہ نہایت عمدہ خیال ہے۔ گٹر لائن کا نقشہ بھی میرے پاس موجود ہے۔ میرا خیال ہے ہم اس نقشے کی مدد سے اپنی جگہ کا تعین کر سکتے ہیں! میجر یوسف نے پرجوش لہجے میں کہا۔

کرنل شیرازی مجھے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ میجر یوسف کو نقشے کے لئے دوڑایا گیا اور آج کی یہ میٹنگ بھی نہایت کارآمد رہی۔ ہم لوگ رات کو تین بجے تک اپنی کارروائیوں میں مصروف رہے۔ خوب بحث ہوئی اور یہ خیال بھی ذہن میں آیا کہ ضروری تو نہیں ہے کہ تمام جگہوں پر ایون گرے والوں کا تسلط ہو۔ دوسری بے شمار کمپنیاں بھی کام کر رہی ہیں ان میں بھی ذہین لوگ موجود ہیں اور وہ بارودی سرنگوں کا جائزہ لے سکتے ہیں اس لئے ایون گرے والوں نے بھی ایسی جگہوں کا تعین کیا ہوگا جو دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ ہوں۔

"اور یہ محفوظ جگہ گٹر لائن بھی ہوسکتی ہے اس کا خیال رکھا جائے!" میں نے انکشاف کیا اور تمام چہروں پر مسرت کی تحریر لکھی گئی۔ چنانچہ کچھ نئی ضرورتوں کا تعین کیا گیا اور اس کے لئے بھی پروگرام ترتیب دے لیا گیا۔

غرض ہر طرح سے ایک جامع کارروائی کا پلان ترتیب دینے کے بعد ایک رات

اس مہم کا آغاز ہوگیا۔ اس جگہ ہمیں اندر داخل کیا گیا تھا' جہاں ایک بار ماجد سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ ہم سب کو بہترین نقشے فراہم کر دیئے گئے تھے جن میں ہمارے ایک ایک قدم کا تعین تھا۔ ہر طرح سے ہمیں معلومات فراہم کی گئی تھیں۔ چنانچہ بیس فوجی جوان تھے اور تین ہم لوگ تھے۔ کرنل شیرازی ایک مہم پسند شخص تھا۔ اس نے خود بھی اس کام میں حصہ لیا تھا۔ ہم دو دو کی ٹولیوں میں پروجیکٹ کے نیچے پھیلی ہوئی گٹر لائن میں پھیل گئے اور اپنی اپنی منتخب کردہ سمت چل پڑے۔ غلیظ اور بدبو دار پانی کے اندر کا سفر ایک انوکھا تجربہ تھا۔ گو ہمارے جسم پر مکمل غوطہ غوری کا لباس تھا پشت پر آکسیجن ٹینک تھے۔ لباسوں میں ایک دوسرے کو مخاطب کرنے کے لئے وائرلیس آلات تھے لیکن اس کے باوجود جو کچھ نگاہوں کے سامنے آرہا تھا اسے دیکھ کر طبیعت پر وحشت طاری تھی۔

فیضان میرے ساتھ تھا اور اس کے انداز سے بھی پتہ چلتا تھا کہ وہ سخت پریشان ہے۔ تیز روشنی دینے والی لائٹیں ہمارے لباسوں میں پوشیدہ تھیں اور ہم خاموشی سے سفر کر رہے تھے۔ کہیں کہیں پانی کا بہاؤ شدید ہوتا تو ہم دونوں ایک دوسرے کو تھام لیتے۔ پھر ایک چھوٹا سا واقعہ پیش آیا۔ گٹر لائن کی ایک دیوار میں سانپ کی مادہ انڈوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔ چوڑے پھن والی خطرناک ناگن نے ایک زبردست پھنکار کے ساتھ حملہ کیا تھا۔ نشانہ فیضان کا بازو تھا لیکن محفوظ لباس کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچا اور میں نے واٹر پروف پستول سے فائر کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔

یہ مختصر سفر زندگی کا آخری سفر محسوس ہو رہا تھا۔ لباس میں پوشیدہ آلات کام کر رہے تھے اور جب نیچے کے مناظر روشن کرنے والی ٹارچوں کے علاوہ ایک سرخ جھماکہ محسوس ہوا تو ہم ٹھہر گئے۔ یہ غیر متوقع کامیابی تھی۔ اس روشنی کا مقصد تھا کہ ہم بارودی سرنگ کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ فیضان رک گیا۔ اس نے لباس سے بڑی ٹارچ نکالی اور اس کی روشنی ادھر ادھر ڈالنے لگا۔

''شہاب!'' اس کی آواز میرے کانوں میں لگے ہوئے ہیڈفون پر ابھری ''تمہارا اندازہ درست نکلا۔ انہوں نے بارودی سرنگوں کے لئے گٹر لائن کا انتخاب ہی کیا ہے۔ ہم مطلوبہ شے کے نزدیک پہنچ رہے ہیں!''

''سمت کا تعین کرو فیضان!'' میں نے کہا۔

''بس آگے ہی چلے آؤ!'' فیضان نے کہا اور اس کی رفتار تیز ہو گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ روشنی تیز ہونے لگی اور اب ایک سیٹی بھی ہمارے کانوں میں گونج رہی تھی۔ تب فیضان رک گیا۔ اس سلسلہ میں اس سے بڑا ماہر اور کون ہوسکتا تھا۔ چنانچہ اب ٹارچ کی روشنی گٹر لائن کی دیواروں پر پڑ رہی تھی اور ہمیں ایک جگہ دیوار میں سیاہ رنگ کا ایک بکس نظر آیا جو بڑی احتیاط اور محنت کے ساتھ دیوار میں فٹ کیا گیا تھا۔

فیضان نے میری طرف دیکھ کر گردن ہلائی اور پھر ٹارچ میرے ہاتھ میں دے کر اپنے تھیلے سے آلات نکالنے لگا۔ یہ جگہ کسی قدر خشک تھی اس لئے کھڑے رہنے میں زیادہ دقت نہیں پیش آ رہی تھی۔ تب فیضان نے کہا''ہوشیاری سے روشنی بکس پر مرکوز رکھو شہاب! میں نے اس کا جائزہ لے لیا ہے اور اسے کھولنے جارہا ہوں!'' میں نے اسے اطمینان دلایا اور فیضان اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ اس نے بکس کے ڈھکن کے پیچ کھول لئے اور ڈھکن کھولنے کے بعد اس میں لگے ہوئے تار ایک دوسرے سے الگ کرنے لگا۔ کئی چیزیں نکال کر اس نے تھیلے میں ڈال لی تھیں اور اس کام میں اسے دس منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔

یہ کام تو ختم ہوگیا اب.........؟ اس نے پوچھا۔

''کوئی ایسی بات تو نہیں ہے فیضان! کہ وہ لوگ ناکام رہیں کسی ایک آدمی کو بھی ناکام نہیں رہنا چاہئے!''

''نہیں! میرا خیال ہے فوجی ماہرین ان کاموں میں ہم سے زیادہ ماہر ہوتے ہیں۔ تاہم یکجا ہونے کے بعد ان سے معلومات حاصل کرلینا بہتر ہوگا!'' فیضان نے جواب دیا اور ہم نے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ ہمارے لباس اب قدر غلیظ ہو رہے تھے لیکن جتنی چیزیں ہمارے پاس تھیں' سب کی سب غلاظت میں لتھڑی ہوئی تھیں اور ان سے اٹھنے والی بدبو ناقابل برداشت تھی۔ تاہم ان چیزوں کو اٹھائے ہوئے بریگیڈیر عمران کی کوٹھی تک تو پہنچنا ہی تھا۔ سو ہم نے یہ ناگوار فرض بھی انجام دیا۔ لیکن ان کی صفائی وغیرہ کا بندوبست میجر یوسف نے پہلے ہی کر لیا تھا۔ چنانچہ لباس ان چار آدمیوں کے سپرد کر کے انہیں ہدایت کر دی گئی جنہیں میجر نے فراہم کیا تھا اور جنہیں اب اس کوٹھی میں اس وقت تک قید رہنا تھا' جب تک ہمارا کام مکمل نہ ہو جاتا۔

اس گندی مہم سے فارغ ہو کر سب سے آخر میں پہنچنے والی ٹیم کرنل شیرازی کی تھی۔ اس کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ تقریباً" صبح نو بجے سب غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتے کی میز پر پہنچ گئے تھے۔ بڑی پر لطف مہم تھی۔ ایک ٹیم کی حیثیت سے کام ہو رہا تھا۔ تمام ٹیموں نے اپنی کامیابی کا اعلان کیا اور اس کے بارے میں اپنی پوری رپورٹ پیش کی۔ فیضان نے ان سے سوالات کر کے اطمینان کر لیا تھا۔ اس طرح وقتی طور پر ہم ایک خوفناک خطرے کو ٹالنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ نہ جانے ایون گرے والوں نے یہ کام کتنے عرصہ میں کیا ہو گا جسے ہم نے ایک رات میں ختم کر دیا ہے۔ لیکن اب اس سے قبل کہ ان لوگوں کو اس کارروائی کی خبر ہو' ہمیں ان پر قابو پا لینا چاہئے۔ بریگیڈیر عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"دوسرے پروگرام کی ابتدا بھی ہو جانی چاہئے جناب!" کرنل شیرازی نے کہا

"ڈاکٹر برہان آج دوپہر کو پہنچ رہے ہیں۔ رات کی غلیظ اور بدبودار مہم سے آپ لوگوں کی جو حالت ہوئی ہو گی اس کا اندازہ آپ کے لباس دیکھ کر ہو گیا ہے اس لئے آپ تو اب آرام کریں۔ دوسرے گروپ کو چوکس کر دیا گیا ہے!" بریگیڈیر عمران نے کہا۔

"دوسرے گروپ سے آپ کی کیا مراد ہے جناب!" میں نے سوال کیا۔

"باقی آدمیوں کا ایک گروپ مختلف ذرائع سے یہاں پہنچ چکا ہے۔ اور میجر یوسف کی مدد سے ہم نے انہیں سیکیورٹی گارڈ کی حیثیت سے مختلف اہم جگہوں پر پھیلا دیا ہے۔ خاص طور سے وہ ایون گرے کے ممبروں کی نگرانی کر رہے ہیں۔ جن گارڈز کو یہاں سے ہٹایا گیا ہے' انہیں ایک مخصوص جگہ رکھا گیا ہے تاکہ ہر امکان پر نگاہ رکھی جائے۔ ڈاکٹر برہان آخری فیصلہ کریں گے کہ ان لوگوں کی گرفتاری کے لئے کیا اقدامات کیے جائیں۔" اس سلسلہ میں آج ان کی ہوم منسٹر سے میٹنگ ہے!" بریگیڈیر عمران نے جواب دیا۔

ناشتے کے بعد ہم لوگ آرام کرنے چلے گئے۔ ذہنی حالت اب بھی درست نہیں تھی۔ بہر حال نیند نے پر سکون کر دیا۔ دوپہر کو دو بجے تک سوئے رہے۔ پھر جاگ کر تیاریاں کرنے لگے اور تین بجے ہلکا سا کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد مجھے ڈاکٹر برہان کے بارے میں اطلاع دی گئی اور میں فیضان اور ماجد کے ساتھ اس کے پاس پہنچ گیا۔ ڈاکٹر

برہان نے مسکراتے ہوئے ہمارا استقبال کیا تھا۔ اس وقت ہوم چاروں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔"تم لوگوں کی کامیابی کی اطلاع بریگیڈیر عمران دے چکے ہیں لیکن اب آخری مرحلے کے لئے الجھنیں ہیں!"

"وہ کیا ڈاکٹر؟"........... میں نے پوچھا۔

"وہی مخصوص بات جو میرے اور تمہارے درمیان ہو چکی ہے ۔ ہم منسٹر اور دوسرے ذمہ دار حضرات نہیں چاہتے کہ پروجیکٹ کی کارکردگی پر کوئی اثر پڑے۔ اس انکشاف سے خوف وہراس اور بدحواسی کی فضا پیدا ہو سکتی ہے۔ ہمیں دوہری الجھن ہے۔ ان لوگوں کو گرفتار کرنے کے بعد انہیں ان کے ملک کو پیش کرنا ہو گا اور ظاہر ہے اس ملک سے ہمارے تعلقات بہتر نہ رہ سکیں گے۔ اس کے علاوہ بے اعتمادی بھی پیدا ہو گی اور پھر اس معاملے کی تشہیر سے ہمارے پڑوسی ملک سے بھی ہمارے تعلقات بہتر نہ رہ سکیں گے۔ چنانچہ ہمیں کسی درمیانی حل کا انتخاب کرنا ہو گا اور یہ ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال دی گئی ہے۔"

"تب آپ نے اس بارے میں کیا سوچا ڈاکٹر برہان ؟" میں نے سوال کیا۔

"کوئی بہتر منصوبہ ابھی تک میرے ذہن میں نہیں ہے شہاب! اس سلسلے میں پہلے میں تم لوگوں سے مشورہ کروں گا تاکہ ان لوگوں کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کر سکوں!"

"تب پھر میری تجاویز پر عمل کیا جائے اور میرے خیال میں اس پروگرام کو بالکل خفیہ رکھا جائے۔ میں میجر یوسف کی مدد سے سارا معاملہ حل کر لوں گا۔ آپ اپنی نگرانی میں ان لوگوں کو گرفتار کرالیں۔"

"ان کی گرفتاری کا مرحلہ بھی کافی خطرناک ہو گا۔ ظاہر ہے چند افراد نہیں ہیں ان کی تعداد تقریباً انتالیس ہے۔ ان میں لڑکیاں بھی شامل ہیں ۔ لیکن ہم لڑکیوں پر ہاتھ نہیں ڈالیں گے ورنہ پھر یہ بات شبے کی ہو جائے گی!"

"تب پھر گرفتار ہونے والوں کی اطلاع ان لڑکیوں کو نہیں ہوئی چاہئے اور اس کے لئے کوئی مناسب پروگرام بنانا ضروری ہے !" میں نے پر خیال انداز میں کہا اور میرے ذہن میں ڈاکٹر ٹی ٹی کا خیال آیا تب میں نے چٹکی بجا کر کہا۔ "ٹھیک ہے یہ مرحلہ بھی طے ہو جائے گا۔ آپ ان لوگوں کی گرفتاری کا بندوبست کریں!"

"لیکن تم اپنے دونوں کام کب تک پورا کر لوگے!"

"کم از کم دو دن' فیضان اور ماجد میرے ساتھ رہیں گے!" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے پھر میں ان لوگوں کی میٹنگ میں کوئی وضاحت نہیں کروں گا اور کہہ دوں گا کہ تم عمل کر رہے ہو۔ تمہاری رپورٹ پر ہی میں کوئی کارروائی کروں گا!"

"مناسب!"میں نے گردن ہلا دی اور ڈاکٹر برہان مطمئن ہوگیا شام کی میٹنگ میں ہم لوگ شریک نہیں ہوئے تھے البتہ رات کو آٹھ بجے میں کلب میں پہنچ گیا۔ میرا اندازہ درست تھا۔ ڈاکٹر ٹی ٹی حسب معمول وہاں موجود تھا۔ خوبصورت تراش کے سوٹ میں ملبوس خوشبوؤں میں بسا ہوا۔ مجھے دیکھ کر اس نے خوشی کا اظہار کیا۔" یقین کرو تمہیں یاد کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کاش تمہارا ذہن بھی میرے قبضے میں ہوتا تو اس وقت تمہیں آسانی سے بلایا جاسکتا تھا۔"

"یوں لگتا ہے جیسے میں غیر محسوس انداز میں تمہارے قبضے میں آگیا ہوں!"میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری مصروفیات میرے علم میں ہیں اس لئے میں نے تمہیں پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"لیکن میں تمہیں پریشان کئے بغیر باز نہیں آسکتا ڈاکٹر!"

"اوہ' کوئی بات ہے؟"

"ایون گرے کی کارکن لڑکیوں کی تعداد کتنی ہے؟"

"یہاں صرف تین ہیں جن میں کیلی پیٹرسن بھی شامل ہے!"

"ان تینوں لڑکیوں کو قبضے میں کرنا ہے ڈاکٹر!"

"کیوں؟"

"ہم ایون گرے کے آدمیوں کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں لڑکیاں شامل نہیں ہوں گی۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح وہ ان سے دور رہیں تاکہ گرفتاری کے بارے میں انہیں کوئی اطلاع نہ مل سکے اور وہ کسی کو اس گرفتاری کی تفصیل نہ بتاسکیں!"

"اوہ' لیکن اس کے لئے انہیں دور رکھنا ضروری نہیں ہے!"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آرام سے ان کے سامنے سارے کام کرو۔ میں بعد میں ان کے ذہن ہمیشہ کے لئے دھو دوں گا وہ زندگی کے کسی لمحے میں کسی کو یہ بات نہ بتاسکیں گی!"ڈاکٹر نے کہا اور میں اپنی کھوپڑی پر جوتے مارنے کے بارے میں غور کرنے لگا۔ اتنی سی بات میں نہیں سوچ سکا تھا یہ تو مسئلہ ہی حل ہوگیا تھا!

"کیوں اس میں کوئی دقت ہوگی؟"مجھے خاموش دیکھ کر ٹی ٹی نے پوچھا۔

"کوئی دقت نہیں ہے بلکہ یہ تو سب سے آسان طریقہ ہے" میں نے سرد انداز میں کہا۔

"تب پھر اس لڑکی کو دیکھو۔ شاید روسی ہے۔ ویسے روسی لڑکیوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ دراز قامت ہوں تو قیامت لگتی ہیں اس قامت پر اتنے سڈول بدن۔ افوہ۔ مگر چہرے مردوں کی مانند ہوتے ہیں۔ ان کے چہروں میں نسوانیت کیوں نہیں ہوتی؟"

"پتہ نہیں!"میں نے جواب دیا۔

"یہ لڑکیوں پر باقاعدہ لٹریچر کیوں نہیں چھپتا۔ میرا خیال ہے ان کے بارے میں معلومات ضرور ہوتی ہیں!"

"چھپتا تو ہے لیکن نہ ہونے کے برابر۔"

"میرے خیال میں تو ایک باقاعدہ ادارہ ہونا چاہئے جو ان پر ریسرچ کرے۔ مگر یہ ریسرچ.......... ریسرچ کیسے ہو گی؟ ڈاکٹر کی سانس پھولنے لگی۔ اور میں اسے تعجب سے دیکھتا رہا۔ اس کے بعد ڈاکٹر شاید اس ادارے کے قیام کے چکر میں پھنس گیا تھا۔ پھر اس نے اچانک گردن اٹھا کر کہا۔

"میں اس کے ساتھ رقص کروں گا!"

"اس روسی لڑکی کے ساتھ؟"

"ہاں!" اس نے جواب دیا۔

"جب تم ڈانس فلور پر جاؤ گے ڈاکٹر! تو میں چلا جاؤں گا۔ میں بدستور مصروف ہوں۔ امید ہے تم محسوس نہیں کرو گے!"

"نہیں ٹھیک ہے۔ ان دنوں میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا!"ڈاکٹر نے جواب دیا۔

پھر جب رقص کے لئے موسیقی شروع ہوئی تو میں اور ڈاکٹر ساتھ ساتھ اٹھے تھے۔ وہ ڈانس فلور کی طرف بڑھ گیا اور میں باہر جانے والے دروازے کی طرف باہر نکل کر میجر یوسف کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔

"میجر یوسف شاید ابھی ابھی گھر پہنچا تھا۔ مجھے دیکھ کر کھل اٹھا۔ تبسم اور بیگم یوسف بھی ساتھ تھیں۔ "آؤ ڈیئر! میری خوش نصیبی ہے کہ تم میرے اس قدر قریب ہو۔ میں ہمیشہ اس بات پر فخر کرتا رہوں گا کہ میں تمہارا میزبان رہا ہوں!"

"اوہ' یوں لگتا ہے میجر! جیسے تبسم نے آپ کو میرے خلاف پڑھا دیا ہے۔" میں نے میجر کی توجہ ان دونوں کی طرف مبذول کی اور میجر سنبھل گیا لیکن تبسم طنزیہ انداز میں گردن ہلا رہی تھی۔ "آپ لوگوں کا خیال ہے کہ میں کچھ سمجھتی نہیں۔ لیکن اس سے قبل ڈیڈی ہماری طرف سے اتنے بے اعتماد تو نہیں تھے!" اس نے کہا۔

"ارے نہیں تبسم بیٹے! اس میں بے اعتمادی کی کوئی بات نہیں ہے۔ بس کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں۔ امید ہے تم فراخدلی سے کام لو گی۔ آؤ ہم اپنے کمرے میں چلتے ہیں!" میجر نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔اور پھر کسی جواب کا انتظار کئے بغیر میرے ساتھ دوسرے کمرے میں آ گیا۔"مجھے تمہاری مصروفیات کے بارے میں معلوم ہے شہاب! اس وقت کوئی خاص کام ہے؟"

"ہاں میجر! مجھے آپ سے ایک ضروری مشورہ کرنا ہے۔ ہمیں کسی ایسی جگہ کا انتخاب کرنا ہے جہاں ہم اپنا آخری کام انجام دے سکیں!" میں نے میجر کو اپنا مافی الضمیر سمجھایا اور میجر کی آنکھیں خوف اور تعجب سے پھیل گئیں۔ وہ دیر تک خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔"ایسی جگہ میری نگاہ میں ہے!"

"اوہ' خوب۔ لیکن کہاں؟"

"ٹام گریس نامی ایک کمپنی نے گہری کھدائی کی تھی۔ تقریباً نوے فٹ کی گہرائی تک انہوں نے کھدائی کی اور ریزرو کیبن بنا لیا تھا لیکن پھر اس کمپنی نے کچھ خصوصی مطالبات کئے تھے جو حکومت نے منظور نہیں کئے۔ چنانچہ اس کمپنی کے افراد واپس چلے گئے اور وہ جگہ جوں کی توں ہے۔ کسی دوسری کمپنی سے اس کنویں کی کھدائی کا نیا معاہدہ نہیں ہوا ہے ابھی تک!"

"گہرائی نوے فٹ ہے!"

"ہاں!"میجر یوسف نے جواب دیا۔

"میں ابھی اور اسی وقت وہ جگہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ میجر!" میں نے پر جوش انداز میں کہا اور میجر نے گردن ہلا دی ۔ پھر وہ میرے ساتھ اٹھ کر باہر نکل آیا اور ہم دونوں چل پڑے۔

ڈاکٹر برہان کو میں نے دوسرے دن شام کو رپورٹ دی تھی اور ڈاکٹر برہان ششدر رہ گیا۔ "اوہ شہاب! اس سے عمدہ موقع اور کوئی نہیں مل سکتا ۔ واہ سارے معاملات طے ہوگئے۔ تو پھر ضروری کارروائی تم کب تک کر رہے ہو؟"

"صبح سے میں اور میرے ساتھی مصروف رہے ہیں۔ ہم اپنا کام مکمل کر چکے ہیں۔ میں آپ کو آخری رپورٹ دینے آیا ہوں۔"

"میں تمہاری ذہانت کا خلوص دل سے قائل ہوں شہاب! آج تک میں نے یہ بات نہیں سوچی تھی کہ تم بین الاقوامی قسم کے معاملات میں بھی اتنی ذہانت کا ثبوت دے سکتے ہو۔ یہ تو سارا کھیل ہی بدل جائے گا۔ میں آج ہی بریگیڈیر عمران سے بات کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے وہ بھی خوشی سے ناچ اٹھیں گے!"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں جناب! میں نے انکساری سے کہا اور ڈاکٹر برہان فون کی جانب بڑھ گیا۔ اس نے فون پر بریگیڈیر سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی۔

ایون گرے کے چیف انجنیئرالبرٹ پیکو نے دعوت قبول کرلی تھی۔ وقت مقررہ پر وہ اعلیٰ حکام کی منتخب کردہ جگہ پر پہنچ گیا۔ ڈریک نوبل اور کیلی پیٹرسن اس کے ساتھ تھے۔ فوجی حکام نے ان کا خیر مقدم کیا۔ وہ سب سول لباسوں میں تھے اور انہوں نے اپنا تعارف مختلف ناموں اور عہدوں کے ساتھ کرایا تھا۔

ایک مختصر سی ضیافت کے بعد البرٹ پیکو سے اس ملاقات کا سبب اسے بتایا گیا۔ کرنل شیرازی نے وزارت معدنیات و قدرتی وسائل کے ایک رکن کی حیثیت سے کہا۔ مسٹرالبرٹ' ٹام گریس نامی ایک کمپنی نے ایک نئے کنوئیں کی کھدائی شروع کی تھی لیکن چند اختلافات کی وجہ سے وہ کام ادھورا چھوڑ کر چلی گئی۔ اور وہ کنواں جوں کا توں پڑا ہے ہماری خواہش ہے کہ اس کی ذمہ داری آپ کو سونپ دی جائے۔ چنانچہ ہم اس سلسلہ میں آپ سے معاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔

"ہمیں اعتراض نہیں ہے۔ ظاہر ہے ہماری کمپنی زیادہ سے زیادہ کام حاصل کرنے کی خواہشمند ہے بلکہ اس کے لئے ہم نے ایک درخواست بھی پیش کی تھی!" البرٹ پیکو نے جواب دیا۔

"بڑی مسرت کی بات۔ بہرحال میں حکومت کی جانب سے آپ سے یہ نیا معاہدہ کرنے کے لئے تیار ہوں مجھے تمام تر اختیارات دیئے گئے ہیں کہ میں آپ سے معاملات طے کرلوں!"

بہتر ہے۔ میں پہلے اس کنوئیں کا معائنہ کر لوں۔ اس سلسلہ میں میری ٹیم کے چند انجینئر بھی ساتھ ہوں گے۔ جگہ اور وقت آپ معین کریں!"

"میری خواہش ہے البرٹ! کہ میں یہ کام جلدی کر کے واپس چلا جاؤں۔ کل دن میں آپ اس کنوئیں کا معائنہ کرلیں۔ اس کے بعد معاہدے کے کاغذات کی تیاری کرلی جائے اور پھر کنوئیں کا چارج آپ کو سونپ دیا جائے!"

"بہت مناسب! کل دن میں دس بجے!" البرٹ پیکو نے جواب دیا اور یہ بات طے ہوگئی۔

دوسرے دن دس بجے ساری تیاریاں مکمل کرلی گئیں۔ البرٹ پیکو کے ساتھ سترہ افراد تھے لیکن ڈریک نوبل ان میں شامل نہیں تھا۔ سترہ افراد کی اس ٹیم کو بڑے احترام سے اس جگہ لے جایا گیا جہاں یہ کنواں موجود تھا۔ تفصیلات بتانے کے بعد کنوئیں میں اترنے کا بندوبست کیا گیا اور پھر کرنل شیرازی البرٹ پیکو کو تفصیلات بتانے لگا۔ میجر یوسف نے جان بوجھ کر البرٹ کے ساتھی چند افراد کو اوپر ہی روک لیا تھا اور ان سے گفتگو کر رہا تھا۔ پروگرام کے مطابق ماجد تھوڑی دیر کے بعد اور آیا اور باہر کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھتا ہوا بولا۔ "مسٹر ہینڈرس دول کون ہیں؟"

"میں ہوں۔ کیا بات ہے؟" ایک طویل القامت شخص نے آگے بڑھ کر کہا..........؟

"اوہ مسٹر ہینڈرس مسٹر البرٹ نے آپ کے لئے ایک پیغام دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ایون گرے کے باقی تمام افراد کو لے کر آپ یہاں پہنچ جائیں۔ یہ پیغام مسٹر ڈریک نوبل کو دے دیا جائے اور مسٹر پیکو نے کہا ہے کہ اس کام میں جلدی کی جائے۔ اس کے علاوہ آپ تمام حضرات کو بھی انہوں نے نیچے بلایا ہے!" ماجد نے دوسروں کی

طرف دیکھ کر کہا۔ اس کے انداز میں اس قدر سادگی تھی کہ کوئی سوچ نہیں سکا اور باقی ماندہ لوگ بھی نیچے اتر گئے۔ میجر یوسف نے باقی لوگوں کو یہاں لانے کے لئے اپنی خدمات پیش کردیں اور ضروری انتظامات کے بعد چلا گیا۔

میں اس وقت تک ایک خاموش تماشائی کی حیثیت رکھتا تھا چونکہ البرٹ پیکو اور ڈریک نوبل مجھے پہچانتے تھے اس لئے میں اس کارروائی میں براہ راست شریک نہیں تھا۔ بلکہ ہلکے سے میک اپ میں ایک عام آدمی کی حیثیت سے میں ان کے ساتھ تھا یعنی میں ٹرک ڈرائیور کے روپ میں تھا اور اس وقت البرٹ پیکو کے ساتھیوں کو لانے کے لئے میری خدمات حاصل کی گئی تھیں۔

میجر یوسف ہینڈرس کے ساتھ ڈریک نوبل کے پاس پہنچ گیا۔ مجھے باہر ہی انتظار کے لئے کہا گیا تھا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ یہاں صرف ہوگیا۔ ایک ایک لمحہ تجسس میں گزر رہا تھا۔ ڈریک نوبل کے لئے یہ حیران کن بات ہوگی کہ اچانک ہی ان سب کو طلب کر لیا گیا۔ آخر کیوں؟ ممکن ہے وہ سوچ میں ڈوب جائے لیکن بہرحال اس وقت وہ کسی طرح البرٹ پیکو سے رابطہ نہیں قائم کر سکے گا۔ اور پھر اس کا آدمی ساتھ ہے جو براہ راست پیکو کے پاس سے آیا ہے اس لئے اور واقعی میرے اندیشے بے بنیاد نکلے۔ تھوڑی دیر اور گزری اور پھر بہت سے لوگ ڈریک نوبل کے ساتھ باہر آتے نظر آنے لگے۔ تقریباً تمام افراد تھے سوائے لڑکیوں کے۔ وہ سب ٹرک میں سوار ہوگئے۔ ڈریک نوبل اپنی جیپ میں تھا اور دو آدمی اس کے ساتھ تھے۔

میں نے سکون کا سانس لیا۔ ڈریک نوبل کے تمام ساتھی ٹرک میں آکر بیٹھ گئے۔ میں نے میجر یوسف کے اشارے پر ٹرک اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔ میجر یوسف میرے ساتھ تھا۔ باقی لوگ پیچھے بیٹھے ہوئے تھے!

"کیا پوزیشن ہے؟" میں نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔ لیکن وہ حیران تھا۔ بہرحال بظاہر وہ کسی تشویش کا شکار نہیں ہے!"

"مسلح تو نہیں ہیں یہ لوگ؟"

"میرے خیال میں اس کا امکان نہیں ہے۔ ویسے پوشیدہ طور پر کچھ رکھا گیا ہو تو میں نہیں کہہ سکتا؟" میجر یوسف نے جواب دیا اور میں خاموش ہوگیا۔ ٹرک اس مقام

کی طرف بڑھ رہا تھا جو ہماری منزل تھا۔ کنوئیں کے قریب ہم رک گئے۔ ڈریک نوبل نیچے اتر آیا تھا۔ ہینڈرس اس کے ساتھ تھا اور پھر ہینڈرس ہی کی سرکردگی میں ان کے نیچے اترنے کا بندوبست کیا گیا۔ اس بار میں بھی ان کے ساتھ تھا اور میجر یوسف بھی۔

"یہاں تو خاصا کام ہوچکا ہے۔" فرسٹ ریسرچ کیبن میں پہنچ کر ڈریک نوبل نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کہاں ہیں وہ لوگ؟" طویل و عریض کیبن میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اس کے کئی سیکشن تھے۔ چنانچہ ہینڈرس نے ایک سرنگ نما دروازے کی جانب اشارہ کیا اور وہ لوگ اس سے اندر داخل ہوگئے۔ یہ کیبن نمبر دو تھا۔ اور یہاں گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ جونہی آخری آدمی اندر داخل ہوا اچانک ایک مشینی آواز ابھرنے لگی اور چند ساعت کے بعد روشنی پھیل گئی۔ یہ مشینی آواز کسی جنریٹر کی تھی۔

"یہ کیا معاملہ ہے؟ ڈریک نوبل کی ناخوشگوار آواز ابھری لیکن وہ اپنا جملہ پورا نہیں کرپایا تھا۔ اس کی آنکھیں دیواروں سے لگے فوجیوں کو دیکھ رہی تھیں جو ان سب کی طرف اسٹین گنیں تانے ہوئے تھے۔ ڈریک نوبل ہینڈرس اور دوسرے لوگوں کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ حیرت کی وجہ سے ان کے حلق سے آواز بھی نہیں نکل سکی تھی۔ تب کیبن نمبر تین سے کرنل شیرازی ' بریگیڈیر عمران اور چند دوسرے فوجی افسر باہر نکل آئے اور اس طرف کا منظر دیکھ کر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اس کا مقصد ہے کہ کورم پورا ہوچکا ہے۔ کیا ان لوگوں کی تلاشی لے لی گئی ہے؟" بریگیڈیر عمران نے پوچھا۔

"ابھی نہیں!" میجر یوسف نے جواب دیا۔

"تب کام مکمل کرلیں تاکہ معاملے کی بات ہوسکے!"

"میں نہیں سمجھا یہ سب کیا ہے؟" ڈریک نوبل کی آواز میں غراہٹ تھی۔

"سوری مسٹر ڈریک نوبل لیکن یہ کوئی نئی بات تو نہیں۔ معاملے کی گفتگو کے لئے ضروری تھا کہ آپ لوگ غیر مسلح ہوں تاکہ پرامن ماحول میں گفتگو ہو سکے!"

"یہ فضول بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ کاروباری گفتگو کے لئے مسلح فوجیوں کے ذریعہ گرفتاری ضروری ہوتی ہے کیا؟" نوبل نے پوچھا۔

"تعجب ہے۔ آپ اس کاروبار سے قطعی ناواقف معلوم ہوتے ہیں۔ بہرحال یہ

مسٹر پیکو کی ہدایت ہے کہ آپ سب کو غیر مسلح کر دیا جائے۔"

"ہم سب غیر مسلح ہیں ہم کسی جنگ پر نہیں آئے تھے یہاں!" ڈریک نوبل نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"اس کے باوجود ضابطے کی کارروائی ضروری ہے!" بریگیڈیر عمران نے کہا اور پھر چند لوگوں کو اشارہ کیا۔ مسلح فوجیوں نے ان کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ ڈریک نوبل اتنا بے وقوف نہیں تھا کہ صورت حال کو وہی سمجھتا جو ہم نے بتائی تھی' اس کی آنکھوں سے شبہ جھانک رہا تھا اور چہرے پر ہلکی سی پیلاہٹ دوڑ گئی تھی۔ ظاہر ہے یہ پیلاہٹ اسی خیال کا نتیجہ تھی کہ وہ کسی الجھن میں پھنس گئے ہیں۔ فوجی جوان انتہائی پھرتی سے ان کی تلاشی لینے لگے۔ جس کی جیب میں ہتھیار قسم کی جو بھی چیز ملی وہ لے لی گئی۔ ویسے پستول وغیرہ کسی کے پاس نہیں تھا۔ تمام لوگوں کی تلاشی لینے میں دس بارہ منٹ صرف ہوگئے۔ اور پھر فوجی جوانوں نے پیچھے ہٹ کر گردن ملا دی۔ گویا انہوں نے لائن صاف ہونے کا اشارہ کیا۔ تب بریگیڈیئر عمران نے گردن جھکا کر انہیں کیبن نمبر تین کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ تیل کی کھدائی کے سلسلے میں جو کنوئیں بنائے جاتے ہیں مجھے ان کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں تھیں۔ یہ کیبن غالباً اس مقصد کے لئے بنائے جاتے ہیں کہ یہاں تجربہ گاہ قائم کی جاسکے۔ اور اس بات کا تجزیہ کیا جاسکے کہ زمین کے نیچے تیل موجود ہے یا نہیں اور اگر موجود ہے تو اس کی کوالٹی کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ یقیناً دوسرے کنویں میں بھی ایسی ہی پوزیشن ہوگی۔ بہرصورت یہ ساری چیزیں میرے دلچسپ تھیں!

بریگیڈیر عمران کے اشارے پر وہ لوگ اندر داخل ہوگئے لیکن ان چہروں پر ناخوشگوار کیفیت اور خوف کے آثار موجود تھے۔ اور پھر وہی ہوا جو انہوں نے سوچا تھا یعنی کیبن نمبر تین میں ان کے تمام ساتھی موجود تھے لیکن اس انداز میں کہ ان کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور منہ میں کپڑے ٹھنسے ہوئے تھے۔ وہ سب ایک دیوار سے لگے ہوئے کھڑے تھے اور ان کی آنکھوں میں وحشت کے آثار تھے۔ ان کے سامنے ہی دیوار کے نزدیک لاتعداد فوجی ان پر اسٹین گنیں تانے ہوئے موجود تھے۔ ڈریک نوبل غرا کر پلٹا اور بریگیڈیر عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔ "ہوں۔ تو ہمارے ساتھ کوئی سازش کی گئی ہے!"

"خاموشی اختیار کرو۔ فضول بکواس کی تو........... بریگیڈیر عمران نے پستول نکال لیا۔ یہ لوگ وطن کے دشمن تھے اور ان کے ساتھ کسی بھی قسم کی رعایت نہیں کی جاسکتی تھی۔ بریگیڈیر عمران نے شرافت کا چولا اتار دیا تھا۔ ڈریک نوبل ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑ بڑا کر رہ گیا۔ اس نے البرٹ پیکو کی جانب دیکھا لیکن البرٹ پیکو کی آنکھوں میں بے بسی کے آثار پاکر خود بھی ڈھیلا پڑ گیا۔ آنیوالے تمام لوگوں کو بھی ہاتھ اور منہ کس کران کے دوسرے ساتھوں کی طرح دیواز کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا تھا۔ پھر ہم سب لوگ ایک جگہ جمع ہوگئے۔ تب بریگیڈیر عمران نے میجر یوسف کو حکم دیا کہ ڈریک نوبل اور البرٹ پیکو کو ان کے سامنے لایاجائے۔ میجر یوسف نے البرٹ پیکو کے منہ سے پٹی کھول کر کپڑا نکالا اور اسے گریباں سے پکڑ کر آگے لے آیا۔ جو رویہ ان لوگوں کے ساتھ شروع کر دیا گیا تھا اس کا اندازہ اب میجر یوسف کو بھی ہو چکا تھا۔ چنانچہ ان دونوں افراد کو بریگیڈیر عمران کے سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ بریگیڈیر عمران کی آنکھوں میں نفرت کے آثار تھے۔

"خوب تو مسٹر البرٹ پیکو! آپ اور آپ کے ساتھی یعنی ایون گرے کے کارکن ہمارے ملک کے خلاف سازش کر رہے تھے!" اس نے نفرت زدہ لہجے میں کہا۔

"میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ تم کسی غلط فہمی کا شکار ہوگئے ہو۔ ہم لوگ باقاعدہ یہاں آتے ہیں اور ہم نے تیل کی کھدائی کے لئے کافی کام بھی کیا ہے۔ پھر تم لوگ کس طرح یہ بات کہہ رہے ہو کہ ہم تمہارے خلاف کوئی سازش کرنے آئے تھے!"

"لاتعداد ثبوت ہیں تمہارے خلاف ہم نے تمہارے ریکارڈ سیکشن سے وہ پورا پلان اڑا لیا ہے جس کے تحت تم لوگ یہاں آئے تھے۔ ہمارے جس دشمن کے لئے تم کام کر رہے ہو' اس نے ہماری ترقی کی راہ میں براہ راست روڑے اٹکانے کی کوشش میں خود کو ملوث نہیں کیا ہے بلکہ اس کرائے کے گروہ سے کام لیا ہے جو بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے۔ تم اس گروہ کے رکن ہو اور یہاں آکر تم لوگوں نے ایک خوفناک جال بچھایا تھا۔ ایک ایسی سازش کی تھی جو ہمارے ملک کی زیرھ کی ہڈی پر ضرب کاری تھی۔ اس سازش کے تحت تم ہمارے اس پروجیکٹ کو تباہ کرنا چاہتے تھے' اور اس کا الزام ہمارے ایک پڑوسی ملک کے سر تھوپنے کی کوشش کر رہے تھے جو ہماری طرف سے غلط فہمیوں کا شکار ہے۔ کیا اس تفصیل کے بعد تم اس بات کا اعتراف نہیں کرلو

گے۔ ظاہر ہے یہ انکشاف کسی مفروضے کی بناء پر نہیں کیا جارہا!"

البرٹ پیکو اور ڈریک نوبل سخت پریشان نظر آرہے تھے۔ تب البرٹ پیکو نے کہا۔ "یہ ساری بکواس ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ بہتر ہے کہ تم ہمارے ملک کے سفارت خانے سے رابطہ قائم کرو اور ہمیں اس کے حوالے کردو!

"نہیں مسٹر پیکو! تمہاری سازش کو قطعی طور پر ناکام بنانے کے لئے ہم نے بھی کام کیا ہے۔ گٹر لائن کے اہم مقامات پر لگائی گئیں بارودی سرنگیں قطعی طورپر ناکارہ بنا دی گئی ہیں اور تمہارے لئے کوئی چانس نہیں چھوڑا گیا۔ رہی سفارت خانے کے حوالے کرنے کی بات، تو اگر تم لوگ اپنی سازش میں کامیاب ہو جاتے تو تمہارا سفارت خانہ ہمارا نقصان تو پورا نہیں کرسکتا تھا۔ اس لئے بات ہمارے اور تمہارے درمیان ہے!"

"ٹھیک ہے تم ہم پر مقدمہ چلاؤ۔ ہم اپنے لئے صفائی کا بندوبست کریں گے!"

"اس کے بجائے ہم نے خود تمہاری صفائی کا بندوبست کر دیا ہے۔ نئے معاہدے پر دستخط ہو چکے ہیں اور اس کے تحت تم لوگوں نے اس نئے کنویں کی کھدائی کا ذمہ لے لیا ہے۔ اب تم لوگ یہاں رہ کر یہ کام مکمل کرو گے اور بیرونی دنیا سے تمہارا کوئی رابطہ نہیں رہے گا!"

"گویا ہمیں یہاں قیدیوں کی حیثیت سے کام کرنا ہوگا!" البرٹ پیکو کے چہرے پر کسی قدر اطمینان کے آثار پھیل گئے تھے۔ لیکن زندگی بچ جانے کے بعد وہ مصنوعی برہمی کا اظہار کر رہا تھا۔

"ہاں سو فیصدی! اس کنویں میں سے تمہیں تیل نکالنا ہے اور اب اسی وقت تم یہاں سے باہر جاسکتے ہو۔"

"ہم اس حیثیت سے کام نہیں کریں گے!"

"دوسری صورت میں تمہیں یہیں گولی مار کرہلاک کر دیا جائے گا۔ بس ہمیں یہی کہنا تھا!" بریگیڈیر عمران نے کہا اور دوبارہ ان لوگوں کو باندھنے کا اشارہ کر دیا گیا۔ البرٹ اور ڈریک اس وقت تک احتجاج کرتے رہے جب تک ان کی آوازیں بند نہ کر دی گئیں۔ اس کے بعد ہم باہر نکل آئے اور کیبن نمبرایک میں پہنچ گئے۔

اس مہم کا انچارج ہونے کی حیثیت سے بریگیڈیر عمران نے مجھ سے گفتگو کرتے

ہوئے کہا۔ "کیا آپ اس کارروائی سے مطمئن ہیں مسٹر شہاب!"

"سو فیصدی جناب! میرا خیال ہے کہ سب کچھ ہماری مرضی کے مطابق ہوا ہے!"

"میں نے ان لوگوں کو ان کے انجام سے اس لئے واقف نہیں کیا کہ موت کو شہ رگ کے قریب دیکھ کر وہ سرکشی کرتے اور ہمیں گولی چلانی پڑتی۔ میں نہیں چاہتا کہ ان میں سے کسی ایک شخص کی لاش بھی مشتبہ ہو۔ جتنی لاشیں صحیح سالم ملیں گی ہم ان کے سفارت خانے کے سپرد کر دیں گے!"

"میں نے آپ کی اس حکمت عملی کا اندازہ لگا لیا تھا!" میں نے کہا۔

"میں نے نئے کنویں کا معاہدہ سائن کرا لیا ہے۔ ویسے آپ کی اس ذہن کی داد نہ دینا ناانصافی ہے۔ اتنی باریک بینی عام لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ بہت ہی نفاست سے آپ نے اپنا کام کیا ہے۔ اس نوتعمیر کنویں کا انتخاب لاجواب تھا' بہر حال اب کارروائی مکمل ہے نا؟"

"جی ہاں قطعی مکمل!" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر کس وقت آپ اپنا آخری کام انجام دیں گے؟"

"میرا خیال ہے کہ اب سے کچھ دیر کے بعد ہمیں اپنے تمام آدمیوں کو یہاں سے ہٹا دینا چاہئے!" میں نے جواب دیا اور بریگیڈیر عمران نے گردن ہلا دی۔

"نوتعمیر کنویں میں اب ہمارا کوئی آدمی نہیں رہا تھا۔ گرفتار ہونے والے مطمئن تھے کہ انہیں ایک ایسے کام میں لگایا گیا ہے جس میں ایک طویل عرصہ لگے گا اور اس طویل عرصے میں ان کی بہتری کے لئے کوئی نہ کوئی بندوبست ضرور ہو جائے گا۔ لیکن وہ چند لمحات کے بعد کے واقعات سے واقف نہیں تھے اور یہی ان کے لئے بہتر تھا۔ میرے دل میں ان کے لئے ہمدردی کا کوئی عنصر نہیں تھا اور یہاں مجھے احساس ہو رہا تھا کہ انسان اپنے محور سے کتنا ہی ہٹ جائے' وہ ذہنی طور پر ان جذباتی وابستگیوں سے دور نہیں ہو سکتا جو اس کے خمیر میں ہوتی ہیں۔ یہ لوگ میرے وطن اور اس کی ترقی کے دشمن تھے۔ چنانچہ اس وقت سینے میں کوئی ایسا جذبہ موجود نہیں تھا جسے کسی مالی منافع کا طلب گار کہا جاسکے۔ یہاں کوئی مالی منافع نہیں تھا لیکن ذہن میں وہی احساس ذمہ داری موجود تھا جو اس قسم کے مواقع پر ہوا کرتا تھا!"

بریگیڈیر عمران' میجر یوسف' کرنل شیرازی اور دوسرے تمام فوجی اپنے ٹھکانوں پر

پہنچ گئے تھے۔ میں نے جو کارروائی کی تھی اس کا ہیڈکوارٹر میجر یوسف کے مکان کو ہی بنایا تھا۔ میجر یوسف اس بات پر بے پناہ مسرت محسوس کر رہا تھا کہ اسے کارروائی میں ایک نمایاں حیثیت حاصل ہوئی تھی۔ ریڈیو کنٹرول بورڈ میجر یوسف کی رہائش گاہ کے بیرونی حصے میں موجود تھا۔ چنانچہ بریگیڈیر عمران وغیرہ سے اجازت لے کر میں میجر یوسف کے ساتھ چل پڑا۔ حالانکہ ان لوگوں کی خواہش تھی کہ آخری کارروائی تک وہ ساتھ رہیں لیکن میں نے معذرت کر لی تھی۔ ماجد اور فیضان بھی انہی کے ساتھ چلے گئے تھے۔ میں اور میجر یوسف کنٹرول بورڈ کے پاس پہنچ گئے۔ میجر کا چہرہ شدت جذبات سے سرخ ہو رہا تھا۔ کنٹرول بورڈ کے نزدیک پہنچ کر میں نے میجر یوسف کی طرف دیکھا اور پھر ایک سوئچ نیچے کر دیا۔ فلک شگاف دھماکے سے پوری تیل کالونی ہل گئی۔ اتنا خوفناک دھماکہ تھا کہ وہاں سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر بھی یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے قیامت آگئی ہو۔ میجر یوسف نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ دیر تک ہمارے ذہن سنسناتے رہے۔ پھر میں نے کنٹرول مشین کو ایک پتھر سے چکنا چور کر دیا اور اسے بالکل ناکارہ کر کے پہلے سے کھودے ہوئے گڑھے میں ڈال کر اس کی مٹی برابر کرنے لگا۔ میجر یوسف چند ساعت کے بعد چونکا اور پھر وہ بھی میرے ساتھ کام میں مصروف ہوگیا۔ ہم دونوں نے مل کر گڑھا بند کیا اور پلاسٹک کی میٹنگ اس پر بچھا دی۔

"میں آج رات کو یہاں سیمنٹ کردوں گا!" میجر یوسف نے کہا۔

"ٹھیک ہے میجر! اطمینان سے یہ کام کرلیں۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس دھماکے کا مرکز یہاں ہوگا!" میں نے پرسکون لہجے میں کہا اور میری آواز پر میجر نے چونک کر مجھے دیکھا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ آؤ چلیں!" اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ لان پر تبسم اور بیگم یوسف موجود تھیں۔ دونوں کے چہرے تتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ تبسم ہمیں دیکھ کر ہماری طرف دوڑی۔ "ڈیڈی! ڈیڈی! یہ دھماکہ.......... یہ دھماکہ..........؟"

"اوہ بے بی! شاید کسی کنویں میں ہوا ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ تم آرام کرو!" میجر نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی جیپ باہر نکل آئی۔ وہ وہاں کا سیکیورٹی انچارج تھا اس لئے ان حالات کی ذمہ داری اس پر آتی تھی۔ اس نے جگہ جگہ رک کر اپنے گارڈوں سے دھماکے کی سمت معلوم کی اور اس طرف بڑھنے لگا۔ پوری تیل کالونی میں

ہلچل مچ گئی تھی۔ سارے کام رک گئے تھے۔ بہت سے لوگوں نے سیکیورٹی انچارج کو لوگوں سے معلومات کرتے ہوئے جائے حادثہ کی طرف جاتے دیکھا۔ لیکن میجر یوسف کے پہنچنے سے قبل بے شمار لوگ وہاں پہنچ چکے تھے۔ دھماکہ اتنی قوت کا تھا کہ قرب و جوار کی زمین پھٹ گئی۔ کنویں کے اندر کیا حال ہوا ہو گا' اس کا اندازہ باہر سے کیا جاسکتا تھا!

گارڈ چاروں طرف سے سمٹنے لگے اور پھر جائے حادثہ کے گرد گھیرا ڈال دیا گیا۔ تمام غیر ملکی کمپنیوں کے نمائندے بھی وہاں پہنچ گئے تھے اور اس کے بعد کی ساری کارروائیاں سرکاری نوعیت کی تھیں۔ میجر یوسف کی مصروفیات سب سے زیادہ تھیں۔ بریگیڈیر عمران اور دوسرے تمام لوگ بھی وہاں پہنچ چکے تھے اور جائے حادثہ پر کنٹرول کرنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ غیر ملکیوں کے سوالات کا ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا گیا تھا اور بریگیڈیر عمران نے انہیں مطمئن کرتے ہوئے کہا تھا کہ ابھی تو صورت حالات کا خود انہیں بھی کوئی اندازہ نہیں ہے۔ بہت جلد وہ اس سلسلے میں اپنی رپورٹ پیش کر دیں گے۔ یہ بات تو طے ہو چکی تھی کہ دھماکہ کنویں کے اندر ہوا ہے لیکن ہر شخص یہی سوال کر رہا تھا کہ کنویں میں کوئی موجود تھا یا نہیں اور اس بات کا جواب کئی گھنٹوں کے بعد بریگیڈیر عمران نے دیا۔

"ہاں ایون گرے کے کارکن اس نئے کنویں کی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد وہاں پوری تندہی سے کام شروع کر چکے تھے۔"

"اوہ تو کیا کچھ کارکن وہاں موجود تھے؟" کسی غیر ملکی نے سوال کیا۔

"شاید.......... لیکن ابھی اس کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ بہت جلد ہمارے آدمی کنویں میں اتر کر حالات کا جائزہ لیں گے!" بریگیڈیر عمران نے جواب دیا۔

پوری تیل کالونی میں ہر قسم کا کام بند ہوگیا تھا۔ اس روز کوئی اعلان نہیں کیا گیا لیکن دوسرے دن انتہائی افسردگی سے ایون گرے کمپنی کے تمام ارکان کی ہلاکت کا اعلان کر دیا گیا۔ ہر قسم کی قانونی کارروائیاں مکمل تھیں۔ ایون گرے والوں نے اس نئے کنوئیں کا باقاعدہ چارج لیا تھا اور کام شروع کر دیا تھا۔ دھماکے کی وجوہ کے بارے میں تحقیقات کا تسلی بخش وعدہ کیا گیا کہ ابھی تو وہاں سے لاشیں نکالنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ملک بھر کے اخبارات میں سیاہ حاشیوں کے ساتھ غیر ملکی مہمانوں کی ہلاکت کا

اعلان کیا گیا تھا اور حکومت نے ان کے لواحقین کو پورا پورا معاوضہ ادا کرنے کی پیشکش کی تھی۔ گویا کوئی پہلو نہیں چھوڑا گیا تھا۔

دارالحکومت سے بہت سے ماہرین کی ایک ٹیم پہنچ گئی تھی اور اس ٹیم میں ڈاکٹر برہان بھی شامل تھے۔ ڈاکٹر برہان کے ساتھ طویل عرصہ کے بعد میں نے شارق کو دیکھا۔ شارق اب بالکل ٹھیک نظر آرہا تھا۔

بریگیڈیئر عمران کی کوٹھی بہت سے لوگوں کی توجہ کا مرکز تھی۔ ملکی اور غیرملکی ماہرین وہیں پر معلومات حاصل کرنے کے لئے پہنچے تھے اور بہت سے لوگوں کے قیام انتظام بھی اسی کوٹھی میں کیا گیا تھا۔ چنانچہ جو فوجی دارالحکومت سے آئے تھے' انہیں آہستہ آہستہ انتہائی احتیاط کے ساتھ رخصت کیا جارہا تھا۔ ہم لوگوں کے لئے میجر یوسف کی رہائش گاہ پر بندوبست کیا گیا تھا۔ کوٹھی کے ایک کمرے میں ڈاکٹر برہان اور ہماری ٹیم کے باقی دوسرے افراد جمع ہوگئے تھے۔ ڈاکٹر برہان بہت مطمئن اور مسرور نظر آ رہا تھا۔ جب ہمیں پہلی بار پر سکون تنہائی میسر ہوئی تو ڈاکٹر برہان نے مجھے طلب کیا۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں مسکراتا ہوا بولا۔ "تو تم نے یہ مہم بھی انجام دے ڈالی؟"

"نہیں جناب! میں اس مہم کو اپنی مہم نہیں کہہ سکتا! اس میں صرف ہماری پوری ٹیم بلکہ دوسرے لوگوں نے بھی کام کیا ہے۔ میں اس سلسلے میں میجر یوسف کا نام لوں گا۔ بلاشبہ اس شخص نے جس تندہی سے کام کیا ہے' اور میرے ساتھ تعاون کیا ہے' وہ قابل ستائش ہے۔ اگر وہ ہمارے ساتھ اتنا بہتر تعاون نہ کرتا تو آپ یقین کریں' ہمیں اتنی آسانی نہ ہوتی!"

"بے شک بے شک' لیکن بہرصورت شہاب! تم نے یہاں بھی اپنی برتری برقرار رکھی ہے۔ میں اس سلسلے میں اپنے دوست شارق پر کوئی چوٹ نہیں کر رہا کیونکہ اس کیس کی ابتداء شارق نے کی تھی اور وہ کافی آگے پہنچ چکے تھے۔ اگر ان کے ساتھ یہ حادثہ پیش نہ آتا تو شاید اس مہم کے ہیرو وہی ہوتے لیکن ہم بھی انسان ہیں' اور ہمیں بھی حادثات کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ شارق اگر کسی حادثے کا شکار ہوگئے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے! ڈاکٹر برہان نے کہا اور شارق جھینپتے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔ ماجد اور فیضان بھی ہنس پڑے تھے۔ "کیوں تم لوگ کیوں ہنس رہے ہو؟" شارق نے انہیں تیکھی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں! نہیں! کوئی خاص بات نہیں۔ وہ دراصل تمہاری محبوبہ کا خیال آ گیا تھا۔ کیا اب تم اس خانہ بدوش قبیلے میں واپس نہیں جاؤ گے؟"

"میں ڈاکٹر برہان کی وجہ سے اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتا!"

"دے سکتے ہو!" ڈاکٹر برہان نے بھی قہقہہ لگاتے ہوئے کہا شارق بدستور جھینپے ہوئے انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"بہر حال جناب!" میں نے اس غیر سنجیدہ گفتگو کو ایک سنجیدہ رخ دیتے ہوئے کہا۔ "ہم اسے ایک مشترکہ مہم ہی کہیں گے اور یہی نہیں کہ اس میں صرف ہماری ٹیم نے کارکردگی دکھائی ہو' بلکہ کچھ افراد اس میں ہمارے ضرورت سے زیادہ معاون ثابت ہوئے ہیں۔ خاص طور پر میرا دوست ڈاکٹر ٹی ٹی جو ایون گرے کا ہی نمائندہ تھا لیکن ذہنی طور پر ان لوگوں سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتا تھا۔ آپ یقین کریں کہ ڈاکٹر ٹی ٹی نے اس کیس کا آدھا مرحلہ خود طے کر دیا تھا!"

"اوہ' وہ شخص کہاں ہے۔ کیا وہ محفوظ ہے؟"

"ہاں! آج کل اس کی محبوبہ اس کے پاس ہے اور وہ سب کچھ بھول کر اس میں مصروف ہے۔ غالباً" خود کو ان معاملات سے الگ رکھنے کے لئے اس نے اپنی محبوبہ کی معیت ضروری سمجھی ہے!" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ایک طرح سے یہاں سے ہمارا کام ختم ہو چکا ہے۔ اب کرنل جہانگیر کا معاملہ رہ گیا ہے۔ اس کی بیٹی خان جلال کے قبضے میں ہے اور یہ فیصلہ بھی کرنا ہے کہ خان جلال کے خلاف کیا قدم اٹھایا جائے؟"

"غالباً" اس کا نام بھی فوجی حکام کی فہرست میں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں لیکن اس کے انجام کی ذمہ داری بھی ہم پر چھوڑ دی گئی ہے!"

"پھر آپ نے کیا فیصلہ کیا ڈاکٹر!" میں نے پوچھا۔

"یہ آخری کام تو کرنا ہی ہے اور اس کے لئے بھی شہاب میں تمہیں اور شارق کو متعین کرنا چاہتا ہوں۔ خان جلال جیسے وطن دشمن کو آزاد نہیں رہنا چاہئے۔ ویسے اس سلسلے میں اسے یہ خاموشی نہیں اختیار کرنی چاہئے تھی۔ اگر وہ خود کو ان معاملات سے دور رکھنا چاہتا ہے تو اسے حکام کے ساتھ شامل ہو جانا چاہئے تھا!"

"دوسری صورت یہ بھی ممکن ہے کہ وہ یہاں سے فرار ہی ہو جائے!"

"اگر ایسا ہوا تو کرنل جہانگیر کی بیٹی خطرے میں پڑ جائے گی اور ہمیں اس کی تلاش کے لئے از سر نو جدوجہد کرنا ہو گی!" ڈاکٹر برہان نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

"تب پھر ضروری ہے کہ ہم فوری کارروائی کریں!"

"لیکن شہاب! اس بارے میں تمہارا ذہن کیا کہتا ہے؟ میرا مطلب ہے خان جلال پر کس طرح ہاتھ ڈالو گے؟"

"فوری طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا جناب! میرا خیال ہے آپ یہ ڈیوٹی میرے اور شارق کے سپرد کر دیں۔ ہم دونوں مل کر کوئی راہ نکالیں گے!" میں نے کہا اور ڈاکٹر برہان پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔ "ٹھیک ہے شہاب! کرنل جہانگیر کو میں اپنے ساتھ ہی لایا تھا۔ وہ اپنی رہائش گاہ میں موجود ہے۔ یہاں چونکہ اعلیٰ سطح کی ابھی تحقیقات ہوں گی' اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہئے۔ تمہارے سامنے اب صرف خان جلال ہے۔ اس لئے تم اس سے آسانی سے نمٹ سکتے ہو۔ میں فیضان اور ماجد کے ساتھ چلا جاؤں گا!"

"مناسب ہے!" میں نے گردن ہلا دی۔

"ڈاکٹر برہان نے کسی طرح بریگیڈیر عمران سے ملاقات کی۔ بیچارہ بریگیڈیر عمران تو ان حالات میں شدید مصروف تھا۔ بہرحال اس کی اجازت ملنے پر ڈاکٹر برہان وغیرہ تیل کالونی سے چلے گئے اور اسی رات میں نے............ڈاکٹر ٹی ٹی سے ملاقات کی۔ وہ اپنے مکان میں تنہا تھا۔ مجھے دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھا۔ "خطرناک آدمی! بہت انتظار کرایا۔ میں شدید ذہنی کشمکش کا شکار تھا!"

"اوہ! تمہاری محبوبہ کہاں ہے ڈاکٹر!"

"دو گھنٹے کی چھٹی لے کر گئی ہے لیکن اب میں یہاں نہیں رہنا چاہتا۔ تحقیقاتی کمیٹیاں اس بات کا بھی جائزہ لیں گی کہ ایون گرے کے گروہ میں کوئی فرد زندہ بچا ہے یا نہیں............ارے ہاں! ان لڑکیوں کا کیا ہوا جو ایون گرے سے تعلق رکھتی تھیں!"

"فوجی حکام کی تحویل میں ہیں۔ انہیں دارالحکومت پہنچا دیا گیا ہے!"

"لیکن وہ کام............جس کے بارے میں تم نے کہا تھا!"

"اس کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی ڈاکٹر ٹی ٹی! میں اپنے سربراہوں سے گفتگو کر چکا ہوں۔ سارے کام مکمل ہیں اس لئے اب ان کی آواز کوئی اہمیت نہیں رکھتی!" میں

نے جواب دیا اور ڈاکٹر ٹی ٹی گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔ "قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ تم معمولی حیثیت کے حامل نہیں ہو۔ اعلیٰ فوجی حکام سے تمہارا گہرا تعلق ہے۔ میں تمہارے ساتھ کھپ سکتا ہوں یا نہیں؟"

"دوست ہو کر گالیاں دے رہے ہو ڈاکٹر ٹی ٹی! جب ہم دوست ہیں تو پھر یہ شبہ کیا معنی رکھتا ہے؟"

"تو پھر کب چلنا ہے مجھے تمہارے ساتھ؟"

"جب تم پسند کرو۔ بلکہ بہتر ہے اسی وقت اپنی محبوبہ کو داغ مفارقت دے دو!" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور ڈاکٹر ٹی ٹی اٹھ کھڑا ہوا۔ "کیا میں اپنا سوٹ کیس تیار کر لوں؟"

"کرلو ڈاکٹر! رات کو ہم میجر یوسف کے ہاں قیام کریں گے اور پھر تیل کالونی چھوڑ دیں گے!" میں نے کہا اور ڈاکٹر ٹی ٹی نے پوری بات سنے بغیر باہر چھلانگ لگا دی۔

پھر ہم اس عمارت سے نکل آئے۔ میجر یوسف بہت خوش تھا اور میرے بارے میں اس نے بڑے توصیفی کلمات کہے تھے لیکن مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ اس نے تبسم کو بھی کچھ بتا دیا ہے۔ اس وقت میں اور ڈاکٹر ٹی ٹی آپس میں گفتگو کر رہے تھے تو وہ دروازے میں نظر آئی۔

"اگر زحمت نہ ہو تو ادھر آیئے۔ آپ کو امی بلا رہی ہیں!"

"اوہ! ڈاکٹر!! تم آرام کرو' میں تھوڑی دیر میں واپس آؤں گا!" میں نے فوراً اٹھتے ہوئے کہا۔

"معزز خاتون! اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو جب تک یہ آپ کی امی سے گفتگو کریں' آپ یہاں بیٹھیں کچھ تبادلہ خیال ہو گا!" ڈاکٹر نے دست بستہ گردن جھکا کر تبسم سے کہا لیکن تبسم نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے باہر نکل آئی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی!

"معافی چاہتی ہوں۔ اس وقت امی نے آپ کو نہیں بلایا بلکہ میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی تھی!" راستے میں تبسم نے کہا۔

"اوہ۔ کوئی حرج نہیں ہے تبسم! لیکن اتنے پرتکلف الفاظ کسی ناراضگی کے اظہار کے طور پر ہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں! اب میں اس کی جرات نہیں کر سکتی۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی تھی کہ اس دنیا میں ہم یونہی تنہا رہیں گے؟" اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔

"کیوں تبسم!"

"سنا ہے آپ بھی جا رہے ہیں۔ بہرحال جانا تو آپ کو تھا لیکن میں نے آپ کی شان میں بڑی گستاخیاں کی ہیں۔ میں آپ کو نہ جانے کیا سمجھتی رہی ہوں۔ میں ان ساری باتوں کی معافی چاہتی ہوں!"

"شرمندہ کر رہی ہو تبسم!"

"نہیں.........واقعی بڑی حماقت ہوئی ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ اتنے بڑے آدمی ہوں گے۔ میں نے تو آپ کو.........آپ کو........." آنسو اس کے گالوں پر لڑھک پڑے۔

"سمجھ میں نہیں آتا اچانک میرے اندر کونسی بڑائی پیدا ہو گئی؟" میں نے اس کا بازو پکڑ کر اپنے سامنے کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہم تو آپ کے سامنے بے حد ہیچ ہیں۔ ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے کہ آپ سے کبھی دوبارہ ملاقات ہو سکے گی!" وہ آہستہ آہستہ سسکیاں لینے لگی۔

"تبسم! ....کیا بچپن ہے۔ میں ....میں پریشان ہو جاؤں گا تبسم!.........پلیز یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"ہم تو اب ساری زندگی پریشان رہیں گے۔ آپ کو تھوڑی دیر پریشان کرنے کا حق ہے ہمیں!" وہ باقاعدہ رو پڑی اور پھر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے تیزی سے ایک طرف بڑھ گئی۔ میں اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ یہ لڑکیاں ساری کی ساری بے وقوف ہوتی ہیں خواہ افلاطون بن جائیں۔ اب بھلا میں اس احمق لڑکی کی ساری زندگی کی پریشانی کیسے دور کر سکتا تھا!

میں اپنی جگہ کھڑا رہا اور پھر میں نے سوچا کہ بات یہیں ختم کر دی جائے۔ اگر میں ازراہ انسانیت اسے مزید تسلیاں دینے کی کوشش کروں تو یہ اس کے حق میں ہی برا ہو گا۔ اسے کوئی دھوکہ دینا مناسب نہیں ہے۔ میری تو زندگی بھی میری اپنی نہیں ہے۔ میں کسی کے دل کی دنیا کس طرح آباد کر سکوں گا۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کو میجر یوسف سے رخصت ہوتے وقت میں نے تبسم سے ملاقات نہیں کی۔ میجر یوسف نے

ہمیں بڑی گرمجوشی سے رخصت کیا اور اب ہماری منزل کرنل جہانگیر کا مکان تھا!

کرنل جہانگیر نے بھی انتہائی خلوص سے ہمارا خیرمقدم کیا تھا۔ اس کی حالت اب بھی بہتر نہیں تھی۔ اتنا حیران تھا کہ انتہا نہیں تھی۔ "یہ کیس جو نوعیت اختیار کر گیا اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن تم لوگ.......... تم لوگ انسانوں میں ایک مثالی حیثیت کے حامل ہو۔ تم نے میری کوتاہی کو بڑائی ثابت کر دیا!"

"میں نہیں سمجھا کرنل!" میں نے تعجب سے کہا۔

"کیا تم نے حکام کو یہ نہیں بتایا کہ میں نے اس سازش کی نشاندہی کی تھی اور اس کے لئے شدید تکالیف اٹھائی ہیں!"

"اوہ' یہ ڈاکٹر برہان کی کوشش ہو گی کرنل!"

"کون الگ ہے۔ سب ایک ہی تو ہو۔ لیکن شہاب! ہما کے لئے بھی کچھ کرو۔ وہ بدبخت نہ جانے اس کے ساتھ کیا سلوک کرے!"

"ہوں!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "میں اسی کے لئے رکا ہوں کرنل! آپ بے فکر رہیں!" میں نے جواب دیا۔

"تم سے دوبارہ مل کر بڑی مسرت ہوئی ہے شارق! لیکن افسوس میں اس گرمجوشی کا اظہار نہیں کر سکا جو مجھے کرنا چاہئے تھا۔ اس کی وجہ تم سمجھ رہے ہو گے۔ ہما کے علاوہ میری زندگی میں کچھ نہیں ہے!"

"زبیر خان کہاں گیا کرنل!" میں نے سوال کیا۔

"دل تو نہیں چاہتا اس کے لئے یہ سوچنے کو لیکن اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس نے حالات سے شکست مان لی اور شرمندگی کی وجہ سے یہ جگہ ہی چھوڑ کر چلا گیا۔ یورپ کا پروردہ تھا اپنے وطن کی اقدار نہ نبھا سکا!"

"وہ اس قسم کا انسان تو نہ تھا۔ بہرحال ہم ہما کے حصول کی کوشش آج رات سے شروع کر رہے ہیں!" میں نے کرنل سے کہا اور وہ امید بھری نگاہوں سے ہمیں دیکھنے لگا۔

"حالانکہ ہم نے ڈاکٹر ٹی ٹی کو اس مہم میں حصہ لینے سے منع کیا تھا لیکن وہ بضد تھا۔ اور پھر اس نے ایک ایسی تجویز پیش کی کہ ہمیں قائل ہونا پڑا۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ خان جلال کی سیرگاہ میں ہم اس کے دوستوں کی حیثیت سے داخل ہوں۔ اس کے لئے

ہمیں ایسے لوگوں کا میک اپ کرنا ہو گا جو ایون گرے کے کارکن تھے۔ شارق نے تجویز پیش کی کیوں نہ ہم البرٹ پیکو اور ڈریک نوبل کا میک اپ کریں لیکن ڈاکٹر نے اس کی مخالفت کی۔ "یہ مناسب نہیں ہو گا کیونکہ خان جلال ان لوگوں سے بہت قریب تھا اور ان کی حرکات و سکنات سے پوری طرح واقف تھا اس لئے وہ ہمیں پہچان لے گا۔ بہتر ہے کہ ایون گرے کے ایسے کارکنوں کا میک اپ کیا جائے جو اس کے لئے اجنبی ہوں!" ڈاکٹر نے کہاکہ خان جلال ان سے اچھی طرح واقف ہے اور وہ اس بات کی ضمانت ہو گا کہ میں اور شارق ایون گرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ خان جلال سے اس بات کا اظہار کریں گے کہ وہ بچ جانے والوں میں سے ہیں اور سازش طشت ازبام ہو گئی ہے اس لئے وقتی طور پر انہیں پناہ کی ضرورت ہے!

ڈاکٹر ٹی ٹی کی یہ تجویز اس قدر عمدہ تھی کہ ہم فوراً تیار ہو گئے۔ البتہ شارق نے اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ ممکن ہے خان جلال ہمیں ہی راستے سے ہٹانے کی کوشش کرے۔ یہ سوچ کر کہ ہم اس کے جرم کے گواہ ہیں لیکن پھر یہ تجویز کیا گیا کہ خان جلال کو اتنی مہلت ہی نہ دی جائے بلکہ اگر ایسی کوئی صورت ہو تو اسے دھوکہ دیا جائے کہ کچھ اور لوگ بھی زندہ ہیں۔ بہرحال اس خطرے سے بچاؤ کی ترکیبیں بھی کر لی گئیں۔

ہم تینوں بہترین طور پر مسلح تھے۔ ہمارے لباسوں میں اسٹین گنیں چھپی ہوئی تھیں اور ہینڈ گرینیڈ بھی موجود تھے۔ چنانچہ رات کو تقریباً گیارہ بجے ہم سیرگاہ میں داخل ہو گیا۔ طے یہ کیا گیا کہ محافظوں سے ملاقات ہونے پر ان سے یہی کہا جائے گا کہ خان جلال نے ہمیں طلب کیا ہے اور ہمیں فوراً ان کے پاس پہنچا دیا جائے۔

ہم سیرگاہ میں ایک مخصوص مقام تک پہنچ گئے لیکن ابھی تک کسی محافظ نے نہیں ٹوکا تھا۔ ہم آگے بڑھتے رہے اور سخت حیرت ہوئی اس بات پر کہ ابھی تک کسی محافظ سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی.......... "یہ ناممکن ہے۔ یہاں تو بڑی سخت پہریداری ہوتی ہے!" شارق نے بڑبڑاتے ہوئے کہا میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم اس عمارت تک پہنچ گئے جو اب بھی روشن نظر آ رہی تھی لیکن عمارت کے نزدیک پہنچ کر ہم بری طرح چونک پڑے۔ عمارت کی سیڑھیوں پر چند افراد اوندھے سیدھے پڑے ہوئے تھے۔ ان کے جسموں پر محافظوں کی وردی تھی۔ ہم تینوں گھوڑوں سے کود

پڑے۔ محافظوں کے نزدیک جاکر دیکھا تو ان کے اردگرد خون پھیلا ہوا تھا۔ ان کے جسموں پر گولیوں کے سوراخ تھے۔ شارق نے معنی خیز نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور میں نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "انہیں زیادہ........" لیکن ابھی میں اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ عمارت کے اندر گولیوں کی آواز گونج اٹھی۔ فائرنگ اسٹین گن ہی سے کی جا رہی تھی۔ جوابی فائرنگ بھی ہو رہی تھی لیکن یہ گولیاں رائفل سے چلائی جا رہی تھیں۔

فائرنگ کی آواز کے ساتھ ہی ہم نیچے لیٹ گئے تھے لیکن پھر اندازہ ہو گیا کہ نشانہ ہم لوگ نہیں تھے۔ یقیناً جو کھیل ہو رہا ہے اب اندر عمارت میں ہو رہا ہے۔ دوسرے لمحے شارق اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے اسٹین گن کے بٹ مار مار کر گھوڑوں کو دور بھگا دیا اور ہمارے پاس پہنچ گیا۔ "آؤ.........اندر دیکھیں۔ لیکن اس طرف سے!" اس نے کہا اور ہم عمارت کے صدر دروازے کی بجائے بائیں سمت چل پڑے۔ کچھ دور چل کر عقبی دیوار کے ایک تقریباً" نچلے حصے سے ہم اندر کودے لیکن نیچے کودتے ہی ایک بار پھر چونک پڑے۔ دو لاشیں یہاں بھی پڑی تھیں گویا اندر زبردست خونریزی ہو رہی تھی۔

ہم تینوں منتشر ہو گئے تھے اور ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھا جا رہا تھا۔ پھر ہم روشن عمارت کے برآمدے میں پہنچ گئے۔ اندر سے جنریٹر کی آواز ابھر رہی تھی۔ ماحول پر ایک بار پھر سکوت طاری ہو گیا تھا۔ ہم آہستہ آہستہ آگے بڑھتے رہے اور پھر راہداری سے دوسری طرف گھومے ہی تھے کہ ایک دم گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی۔ بس ایک ہلکی سی آہٹ ہوئی تھی ڈاکٹر ٹی ٹی کے قدموں کی اور فائرنگ شروع ہو گئی تھی لیکن میرے اشارے پر ادھر سے فائرنگ نہیں کی گئی۔ دوسرے لمحے میں نے کسی کو راہداری کے ایک ستون کی آڑ سے دوسری طرف چھلانگ لگاتے دیکھا لیکن میں نے اب بھی فائرنگ نہیں کی تھی۔ البتہ میں نے نہایت پھرتی سے ایک اور ستون کی آڑ لے لی تھی لیکن مجھے شاید دیکھ لیا گیا۔ پورے ستون پر گولیوں کے نشانات بن گئے تھے۔ اگر وہ میری جسامت سے موٹا نہ ہوتا تو نشانہ باز نے میرا بدن چھلنی کر دیا ہوتا۔ پھر اسے احساس ہو گیا کہ ستون کی آڑ میں چھپے ہوئے شخص کو نشانہ بنانا مشکل ہے تو اس نے گولیاں چلانا بند کر دیں اور پھر راہداری کی دوسری سمت روانہ ہو گیا تھا۔ شاید

آگے راہداری بند تھی اس لئے حملہ آور گھر کر رہ گیا تھا۔ اس بات کا اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا۔ میں نے اس شخص کے دوسری جانب دیکھا۔ ایک اور لاش مجھے نظر آئی تھی لیکن میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہے؟ کیا خان جلال اندر موجود ہے اور اگر موجود ہے تو محافظوں کو کس نے ہلاک کیا ہے؟

دوسری طرف چھپے ہوئے شخص نے پھر گولیاں برسائیں اور اس بار میں نے بھی ان گولیوں کا جواب دیا۔ دوسری طرف چھپے ہوئے شخص کو بھاگ کر ایک دروازے میں داخل ہونا پڑا تھا۔ ا مجھے یقین ہو گیا کہ جو کوئی بھی ہے' گھرا ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ صرف ایک ہے' کیا حکمت عملی کرنی چاہئے۔ شارق نہ جانے کس طرف غائب ہو گیا تھا۔ میں اب اس دروازے کے عین سامنے ایک ستون کی آڑ میں تھا جس میں حملہ آور داخل ہوا تھا۔ تھوڑی دیر قبل وہ اسی ستون کی آڑ میں تھا لیکن اب کمرے کے اندر تھا۔ کمرے میں روشنی تھی۔ لیکن چند ساعت کے بعد اچانک تاریکی پھیل گئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک چیخ بھی ابھری تھی۔ روشنی کرو۔ خدا کے لئے روشنی کرو!" اور یہ آواز ....میرے دماغ کے تار جھنجھنا گئے تھے۔ یہ آواز اگر میری ساعت دھوکہ نہیں کھا رہی تھی تو ہما ہی کی تھی۔

میں سوچتا رہا اور پھر میں نے دوبارہ اپنی جگہ سے جنبش کی۔ اب میں دروازے کے قریب دیوار کی آڑ میں تھا۔ ایک بار پھر روشنی ہو گئی اور میں نے آہستہ سے کھسک کر دروازہ پر بھرپور لات رسید کی اور دوسری دیوار کی آڑ میں چلا گیا۔ دروازہ زور دار آواز کے ساتھ کھل گیا تھا۔ لیکن دروازہ کھل جانے کی آواز پر گولیاں نہیں چلائی گئی تھیں البتہ لگاتار چیخیں سنائی دی تھیں۔ دوسرے لمحے میں کھلے دوازے سے اندر داخل ہو گیا۔ میری نگاہ ایک کھڑکی پر پڑی جس کا فریم نکال کر پھینک دیا گیا تھا اور ایک نسوانی بدن اس کھڑکی پر چڑھ کر دوسری طرف کودنے کی فکر میں تھا۔ میں نے جست لگا کر اسے دبوچ لیا اور ایک بار پھر وہ دہشت زدہ انداز میں چیخ پڑی تھی۔ وہ کھڑکی سے دوسری طرف نکلنے کی جدوجہد کر رہی تھی لیکن کھڑکی کے دوسری طرف سبز گھاس پر ایک اور کھیل ہو رہا تھا۔ یہاں دو سائے آپس میں گتھم گتھا ہو گئے تھے۔ پھر میں نے شارق کی مخصوص غراہٹ سنی اور دوسرے سائے کو اچھل کر نیچے گرتے ہوئے دیکھا۔ شارق نے اپنے شکار پر قابو پا لیا تھا۔ ہما مسلسل چیخ رہی تھی۔ تب میں

نے اس کا منہ بند کر دیا۔ "اگر تمہاری آواز بند ہو سکے تو میری بات بھی سن لو!" میں
نے کرخت لہجے میں کہا۔ لیکن ہما چیختی رہی۔ دوسری طرف شارق نے اپنے شکار کو
پوری طرح بے بس کر دیا تھا۔ اس نے اسے کھڑا کر دیا تھا۔ لیکن طویل القامت سیاہ
پوش سے شاید کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔ "شارق! میں یہاں موجود ہوں۔" میں نے
کھڑکی کے نزدیک سے کہا اور شارق نے چونک کر ادھر دیکھا پھر بولا۔ "لو اس گدھے کو
سنبھال۔" میں دیکھتا ہوں' یہ کہیں سے بھاگ رہا تھا؟" شارق نے اپنے شکار کو گردن
سے پکڑ کر کھڑکی کی طرف دھکیلا اور یہاں سے میں نے اسے دبوچ لیا۔ کھڑکی زمین
سے زیادہ اونچی نہیں تھی۔ میں نے پوری قوت سے اسے اندر گھسیٹ لیا۔ لیکن سیاہ
پوش میں اب کھڑے ہونے کی سکت نہیں تھی چنانچہ کھڑکی کے اندر آکر وہ گر گیا۔ ہما
کی چیخیں اب بند ہو گئی تھیں لیکن وہ سخت دہشت زدہ انداز میں دیوار سے لگی کھڑی
تھی۔

"لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ" باہر سے شارق کی آواز ابھری۔ دروازے سے ڈاکٹر ٹی ٹی بھی
اسٹین گن سنبھالے اندر داخل ہو گیا تھا۔ "تم دروازے پر جم جاؤ ٹی ٹی! خیال رکھنا!"
میں نے کہا اور ٹی ٹی دروازے کے قریب رک گیا۔ شارق نے کوئی چیز اندر اچھال دی
تھی اور وہ شے میرے قدموں کے نزدیک آکر گری لیکن اسے دیکھ کر میں بھی کئی قدم
پیچھے ہٹ گیا تھا۔ یہ ایک کٹا ہوا انسانی سر تھا۔ ہما نے ایک بار پھر چیخ ماری اور دونوں
ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔ شارق کھڑکی کے اندر کود آیا تھا۔ "یہ گدھا بغل میں سر دبا کر
بھاگ رہا تھا۔ میں نے سوچا' نہ جانے کیا چیز ہو گی۔" شارق بولا۔ لیکن میں تعجب سے
اس سر کو دیکھ رہا تھا۔ یہ سر زبردست جاہ و جلال کے مالک خان جلال کا تھا۔ ہاں یہ
خان جلال ہی کا سر تھا۔ اور اچانک میرے ذہن میں ایک شبے نے سر ابھارا۔ سیاہ پوش کا
چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ میں اس کے سر پر پہنچ گیا۔ "کیا تم ہوش میں ہو؟" میں نے
پوچھا۔

"کیا تم میک اپ میں ہو؟" سیاہ پوش کی بھرائی ہوئی آواز سن کر میں نے گہری
سانس لی۔

"ہاں دوست! میں اپنا میک اپ اتارتا ہوں اور تم اپنی نقاب اتارو!" میں نے کہا
اور اپنا میک اپ ماسک اتار دیا۔ سیاہ پوش نے بھی نقاب اتار دی تھی۔ پھر اس نے

دانت پیس کر شارق کی طرف دیکھا۔

"تو یہ جنگلی سانڈ ٹھیک ہو گیا۔ اب میں اسے بھی پہچان رہا ہوں۔" نقاب پوش
نے کہا اور شارق احمقانہ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے منہ سے متحیرانہ آواز
نکلی۔ "زبیر خان!"

"شاید تم نے میری ریڑھ کی ہڈی توڑ دی ہے۔ مجھے اٹھاؤ۔" اس نے ہاتھ اٹھا
دیئے اور میں نے اسے سہارا دے کر کھڑا کیا۔ آہ! مشکل ہے میں کھڑا نہیں ہو سکتا'
مجھے کرسی پر بٹھا دو!" اس نے کہا اور پھر ہما کی طرف دیکھ کر بولا۔ "ڈرو مت ہما! یہ
اپنے ہی آدمی ہیں!"

"لیکن ہما اسی طرح کھڑی کانپتی رہی۔ میں نے سہارا دیکر زبیر خان کو ایک کرسی پر
بٹھا دیا۔ "براہ کرم میری امانت میرے حوالے کر دو!" اس نے خان جلال کی کٹی ہوئی
گردن کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ باقی کہاں؟" میں نے پوچھا اور زبیر خان نے بستر کی طرف اشارہ کر دیا۔
مسہری کی آڑ میں خان جلال کا بقیہ جسم پڑا ہوا تھا۔ اس پر سے گردن اتار لی گئی تھی۔
اس کا تمام لباس بے ترتیب تھا۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ زبیر خان سے اس کی سخت
کشمکش ہوئی ہے۔ نزدیک ایک لمبا خون آلود چاقو پڑا ہوا تھا۔ ساری صورت حال سمجھ
میں آگئی تھی۔

"اور لوگ بھی ہیں یہاں؟" میں نے پوچھا۔

"بظاہر میں نے صفایا کر دیا ہے۔ ممکن ہے کوئی رہ گیا ہو؟" زبیر خان نے سفاک
انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور پھر شارق کی طرف دیکھ کر بولا۔ "تم سے تو میں ایک
بار ضرور کشتی لڑوں گا۔ دھوکے سے مار کھا گیا ورنہ............!"

"ہاں دھوکے ہی سے مار کھا گئے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ نقاب کے پیچھے تم ہو تو
شاید میں تمہارے ساتھ رعایت کرتا لیکن مجھے چیلنج مت کرو۔ ورنہ میں تمہاری ریڑھ
کی ہڈی ہمیشہ کے لئے خراب کر دوں گا!"

"وہ تو ٹوٹ گئی ہے شاید! مجھے اتنی ہی تکلیف ہے!" زبیر خان نے کہا اور شارق
اس کی پشت پر پہنچ گیا اور پھر اس نے عقب سے دھکا دے کر زبیر خان کو نیچے گرا دیا
اور تیزی سے آگے بڑھ کر اس کی پشت پر پاؤں رکھ دیا اور پھر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ

کر پیچھے موڑے اور ایک جھٹکے سے چھوڑ دیا۔ زبیرخان بے اختیار چیخ پڑا تھا۔ لیکن میں نے مسکراتے ہوئے اسے سہارا دیا۔ "شکر ہے اس نے تمہیں بالکل ہی ناکارہ نہیں کیا تھا۔ وہ ہڈیوں اور جوڑوں کا ماہر ہے!"

"بھوت ہو تم لوگ۔ مگر تکلیف اب بھی ہے۔ اس کے علاوہ اس طرح گرنے سے مجھے چوٹ بھی لگی ہے!" زبیر خان نے میرے سہارے کھڑے ہوکر کہا اور کمر کو آگے پیچھے موڑنے لگا۔ اسی وقت ڈاکٹر ٹی ٹی نے اسٹین گن سے کئی فائر کئے اور باہر چیخیں ابھریں۔

"آہا! ڈاکٹر نے بھی کوئی کارنامہ سرانجام دے ہی دیا۔" میں نے ہنس کر کہا اور خود بھی اسٹین گن سنبھال کر ڈاکٹر کے پاس پہنچ گیا۔

"تین تھے لیکن میرا خیال ہے لڑھک گئے۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے اور بھی ہوں گے! بہرحال زبیرخان اب کیا خیال ہے؟ کیا خان جلال کے بعد اس کی جانشینی کرنا چاہتے ہو؟"

"لعنت ہے اس خنزیر کی دولت اور جائیداد پر۔ چلو یہاں سے نکلتے ہیں۔ لیکن میں اس کا سر لے کر جاؤں گا!"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو زبیر خان! کیا تم اسے اپنے محل کے دروازے پر لٹکاؤ گے۔ اب وہ دور ختم ہو گیا ہے۔ تمہیں یہ حماقت کرنی ہی نہیں چاہئے تھی!"

"وہ............وہ میرے باپ کا قاتل ہے!" زبیرخان چلایا۔

"تم اس کا انتقام لے چکے ہو۔ وہ چاقو تمہارا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں خان جلال کا ہے۔"

"یہاں اور کوئی ایسی چیز موجود ہے جس سے تمہاری نشاندہی ہو سکے!"

"کوئی چیز نہیں ہے۔ تم اس کی پرواہ بھی مت کرو۔ بس یہاں سے نکلنے میں میری مدد کرو میں کل دن میں یہاں سے یورپ روانہ ہو جاؤں گا۔ سارے انتظامات مکمل ہیں!"

"ممکن ہے اس کی ضرورت ہی پیش نہ آئے زبیرخان! آؤ۔ تمہاری کمر کا کیا حال ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ چل سکتا ہوں۔" زبیر خان نے کہا۔ پھر میں نے زبیر کو سہارا دیا اور

ہم نہایت احتیاط کے ساتھ وہاں سے نکل آئے۔ راہداری میں تینوں محافظوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ "تم نے تو یہاں قتل عام کیا ہے زبیرخان!"

"ہاں کیا ہے۔ یہ سب اس کے گندے اور ناپاک ارادوں کے مددگار تھے۔ اس نانجار کے ساتھی!" زبیرخان حقارت سے بولا۔

"کچھ اندازہ ہے کہ تم نے کتنے افراد کو قتل کیا ہے؟"

"قتل کرتے ہوئے گنتی یاد رکھنا بزدلوں کا کام ہے!" زبیرخان سینہ تان کر بولا اور پھر ٹی ٹی کی طرف دیکھ کر بولا۔ یہ کون ہے؟ کوئی غیرملکی ہے شاید!!"

"ہاں ہمارا دوست اور ساتھی۔ بعد میں تعارف کراؤں گا!" میں نے جواب دیا۔

"بڑی مشکل سے گھوڑے تلاش کئے گئے۔ ہم پانچوں آدمی تین گھوڑوں پر سوار ہوکر انتہائی سنسان راستوں سے کرنل جہانگیر کے مکان پر پہنچے تھے۔ زبیر کا پورا لباس خون آلود تھا۔ کرنل جہانگیر کے مکان میں بھی چور راستے سے ہی داخل ہوا تھا تاکہ کسی ملازم کی نگاہ نہ پڑ جائے لیکن چونکہ کافی رات گزر چکی تھی۔ اس لئے ملازم سو رہے تھے۔

ہما اب بھی ایک دہشت زدہ چڑیا نظر آرہی تھی۔ اس کے حواس معطل تھے۔ اسے ایک بستر پر لٹا دیا گیا اور اس کے بعد میں نے کرنل جہانگیر کے کمرے کا رخ کیا۔ باہر نرس بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ "کرنل سو رہے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی نہیں جاگ رہے ہیں!" اس نے جواب دیا اور میں دوازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ کرنل ایک آرام کرسی پر دراز تھا۔ انگلیوں میں سگار دبا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ اچھل پڑا اور جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

"کچھ............کچھ ہوا............" اس کی آواز میں بڑا کرب تھا۔

"براہ کرم آپ میرے ساتھ آئیں کرنل!" میں نے سنجیدگی سے کہا اور کرنل تیزی سے سلیپر پہن کر میرے ساتھ باہر نکل آیا۔

"تمہارا انداز بتا رہا ہے کہ............کہ............" اس نے راستے میں پوچھا۔

"مطمئن ہیں کرنل! ہمیں ناکامی نہیں ہوئی۔" میں نے نرم لہجے میں کہا اور کرنل بری طرح ہانپنے لگا۔ "ہما خیریت سے تو ہے نا!!"

"بالکل خیریت سے ہے!" میں نے کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہو کر کہا
اور کرنل کی نگاہ ہما پر پڑی۔ دوسرے لمحے وہ بے اختیار ہو گیا۔ اس نے مسہری کی
طرف جست لگائی اور ہما سے لپٹ گیا۔ "میری بچی۔ میری بچی!" وہ بے اختیار رو رہا
تھا۔ ہما بھی سسک رہی تھی۔ ہم نے اس منظر میں کوئی دخل نہ دیا اور جذبات کے
طوفان کے تھم جانے کا انتظار کرنے لگے۔ زبیرخان باتھ روم میں شاید لباس تبدیل
کرنے چلا گیا تھا۔ یہ اسی کا کمرہ تھا۔ چنانچہ یہاں اس کے کپڑے وغیرہ موجود تھے۔
تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی لباس وغیرہ تبدیل کرکے آگیا اور خاموشی سے اس منظر کو
دیکھنے لگا۔ بڑی دیر کے بعد وہ دونوں پرسکون ہوئے تھے۔ کرنل جہانگیر نے بھیگی ہوئی
آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور گلوگیر لہجے میں بولا۔ "تمہارے احسانات کی فہرست
تو اب اتنی طویل ہو گئی ہے شہاب! کہ شکریہ ادا کرتے ہوئے شرم آتی ہے!"

"اگر آپ دوسروں کی کاوشوں کو بھی میرے نام میں لکھتے رہے ہیں کرنل! تو بات
تو منافع کی ہے لیکن کیا کروں۔ اس تازہ احسان کے سلسلہ میں ڈنڈی نہیں مار سکتا
کیونکہ زبیرخان سامنے موجود ہے!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور کرنل چونک پڑا۔
اس نے گردن گھما کر شارق، ٹی ٹی اور زبیرخان کو دیکھا اور پھر اس پر نگاہ جمائے رہا۔

"کیا مطلب؟" اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہما کی حفاظت اور اس کی رہائی کے لئے بھرپور کوشش زبیرخان کا کارنامہ ہے!
ہم تو صرف ان دونوں کو یہاں تک لانے کے ذمہ دار ہیں!"

"اوہ، تم کہاں چلے گئے تھے زبیرخان!" کرنل نے پوچھا۔

"بہتر یہ ہے کہ تفصیلی گفتگو کافی کے دوران ہو۔ گرم کافی اس گفتگو کے لطف کو
دوبالا کر دے گی جو اس خوشگوار ماحول میں ہو گی۔ میرا خیال ہے ان نیک بی بی کو
تکلیف دی جائے جو آپ کے کمرے کے ساتھ عبادت میں مشغول رہتی ہیں!"

"آؤ، میرے کمرے میں چلو۔ میں کافی کے لئے اس سے کہہ دوں گا۔" کرنل
جہانگیر نے کہا اور پھر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ بیگم کو اس وقت جگانا مناسب نہیں ہو گا۔
ان کی جذباتی کیفیت گفتگو کو خراب کر دے گی!"

تھوڑی دیر کے بعد ہم کرنل جہانگیر کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ "میرے ذہن میں
صرف ایک احساس تھا کہ خان جلال میرے باپ کا قاتل ہے۔ سرکاری معاملات خواہ

کچھ بھی ہوں، میں اسے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے طور پر کوشش
شروع کر دی اور اس کے ایک خاص آدمی کو قتل کرکے اس کی جگہ لے لی۔ خان جلال
کے اتنے ملازم ہیں کہ وہ میری شناخت نہیں کر سکا اور میں نے اس کے قریب منڈلانا
شروع کر دیا۔ میں مناسب موقع کی تلاش میں تھا لیکن وہ بدبخت کسی طور میرے ہاتھ
میں نہیں لگتا تھا۔ پھر میں نے ہما بی بی کو اس کے ساتھ دیکھا اور میرے فرائض
دوہرے ہو گئے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ لعین اس قدر بے غیرت بھی ہو گیا
ہے۔ کئی دنوں سے تو وہ پریشان تھا لیکن پھر پرسکون ہو گیا۔ ایک دن اس نے شراب
پیتے ہوئے کہا کہ وہ کرنل جہانگیر کی بیٹی کو داغدار کرے گا۔ لیکن.........اس رات
میں نے اس کے آخری جام میں بے ہوشی کی گولی ڈال دی اور وہ اوندھا ہو گیا۔ لیکن
اس کے جانثار رات بھر اس کے ساتھ رہے۔ ورنہ میں اسی رات اسے قتل کر دیتا۔
بہرحال میں نے ہما کی عزت بچالی تھی مگر اب مجھ پر اس کی نیت واضح ہو گئی تھی اور
پھر جب وہ ہما کو سیرگاہ میں لے آیا تو میں بے چین ہو گیا۔ وہ ضرور انہیں نقصان
پہنچانے کے لئے لایا تھا۔ مجبوراً میں سیرگاہ میں داخل ہو گیا۔ مجھے ان محافظوں نے روکا
میں نے ان میں سے جو میرے سامنے آیا، اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان لوگوں
کو قتل کرتا ہوا اندر پہنچ گیا۔ خان جلال گولیوں کی آوازیں سن چکا تھا اور اس کے کئی
محافظ بھی چوکس تھے لیکن میں نے انہیں بھی نہیں چھوڑا اور خان جلال تک پہنچ گیا۔
اور پھر وہ مردود میرے ہاتھوں سے ہلاک ہو گیا لیکن میں ابھی ہما بی بی کو لے کر نکلا بھی
نہیں تھا کہ مجھے پھر آہٹیں سنائی دیں اور میں نے یہی سوچا کہ اور محافظ آگئے ہیں لیکن
اس بار گولیاں بڑی چالاکی سے چلائی جا رہی تھیں اس لئے مجھے اندر داخل ہو کر پناہ لینی
پڑی۔ یہاں سے میں نے ایک کھڑکی اکھاڑی اور دوسری طرف کود گیا۔ میرا خیال تھا کہ
ہما بی بی کو بھی میں نیچے اتار لوں گا۔ اس کے علاوہ میں اپنے باپ کے دشمن کا سر لینا
نہیں بھولا تھا لیکن جیسے ہی میں نیچے اترا، مجھے کسی نے دبوچ لیا۔ میں اعتراف کرتا ہوں
کہ اتنے خطرناک اور طاقتور حریف سے اس سے پہلے واسطہ نہیں پڑا تھا۔ مجھے بے بس
کر دیا گیا لیکن.........لیکن وہ میرا دوست شارق تھا۔ بس پھر ہم نے ایک دوسرے کو
پہچان لیا!" زبیرخان نے بات ختم کی۔

"تو.........تو خان جلال کو قتل کر دیا تم نے؟"

"ہاں، لیکن ان لوگوں نے مجھے اس کتے کا سر نہیں لانے دیا۔"

"زندہ باد! تم نے اپنے باپ کا بدلہ لے لیا زبیرخان!"

"میں نے اس دوران فرار کا پروگرام بھی بنا لیا تھا کرنل صاحب! میں نے لاتعداد لوگوں کو قتل کیا ہے۔ اس لئے یہاں کا قانون مجھے نہیں چھوڑے گا۔ میری خواہش ہے کہ میں واپس یورپ چلا جاؤں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہو گی زبیرخان! خان جلال ملک کا غدار تھا۔ حکومت اسے خود سزا دیتی۔ تم بالکل فکر مت کرو۔ اس کی ذمہ داری ہم قبول کریں گے۔ ہاں اگر تمہیں اطمینان نہ ہو تو تم کچھ عرصہ کے لئے روپوش ہو جاؤ!"

اسی دوران کافی آ گئی اور سلسلہ گفتگو منقطع ہو گیا۔

○ ------------ ☆ ------------ ○

بعد کے حالات خالص کاروباری نوعیت کے تھے۔ ایک انتہائی پرائیویٹ فوجی میٹنگ ہوئی۔ جس میں ہمیں ہدایات دی گئیں کہ جس طرح ہم نے حکومت کے ایک اہم مسئلے کو نمٹا کر ملک کی بہترین خدمت کی ہے، اسی طرح آئندہ بھی اپنے پیشے میں رہتے ہوئے سرکاری مفادات کا خیال رکھیں گے اور یہ راز تاقیامت آشکار نہیں کریں گے اس کے علاوہ ہمیں پیشکش کی گئی کہ کسی بھی ذاتی سلسلے میں ہمیں ہر طرح کی سرکاری سہولت مہیا کی جائے گی۔ تیسری کارروائی یہ تھی کہ ہم سے حلف نامے بھروائے گئے کہ اگر فوجی حکام کو کسی اہم مسئلے میں ہماری ضرورت پیش آ گئی تو ہم خدمت انجام دینے کے لئے ہمہ وقت تیار رہیں گے۔ اس وقت ہمیں اعلیٰ ترین فوجی اعزازات اور عہدے دیئے جائیں گے اور یہ عہدے ہمیشہ برقرار رہیں گے۔ ان تمام کارروائیوں کے بعد ہمارے پیشے کو مدنگاہ رکھتے ہوئے ہمیں دو لاکھ روپے کی رقم بھی اس کارکردگی کے سلسلہ میں ادا کی گئی تھی۔

اس رقم کی تقسیم کے وقت ڈاکٹر برہان نے کہا۔ "گو اس کیس میں شدید محنت کرنا پڑی ہے اور آمدنی بہت کم ہوئی ہے لیکن ہمیں جو سہولتیں مہیا کی گئی ہیں، وہ ہمارا اصل منافع ہے۔ اس کے علاوہ وطن سے ہمارے جذباتی رشتے بھی ہیں۔ اس لئے جو روحانی خوشی ہمیں نصیب ہوئی ہے، وہ بھی منافع ہے اس لئے ہمیں کم معاوضے کا احساس نہیں کرنا چاہئے!" اور ہم سب نے ہنس کر اس بات کو ٹال دیا تھا۔

اس کے بعد چین۔ خوش گپیاں، سیر و سیاحت، اپنے اپنے پروگرام شروع ہو گئے۔ کوئی پروگرام مشترک نہیں تھا۔ سب کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ الگ ہی تھی لیکن میری مسجد دو اینٹ کی تھی یعنی ڈاکٹر ٹی ٹی میرے ساتھ تھا۔ ڈاکٹر ٹی ٹی سب کے لئے تفریح طبع کا سامان بن گیا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ ڈاکٹر برہان بھی اس سے بے حد متاثر تھا۔ صرف اس وجہ سے نہیں کہ اس نے اس کیس میں ہماری مدد کی تھی بلکہ وہ ٹی ٹی کی حیرت انگیز صلاحیتوں کا معترف تھا۔ اس نے ٹی ٹی کو اپنے ساتھ رہنے کی پیشکش کرتے ہوئے کہا تھا۔ "میری خواہش ہے ڈاکٹر! کہ آپ میرے ساتھ رہ کر اپنی صلاحیتوں پر ریسرچ کریں۔ میں آپ کو ہر سہولت مہیا کروں گا۔ جس چیز کی ضرورت آپ کو ہو گی، میں فراہم کروں گا۔ مجھے بے حد خوشی ہو گی!"

"تب اس کے لئے ایک لیبارٹری بنانی پڑے گی!" ٹی ٹی بولا۔

"یقیناً بنائی جائے گی اور آپ کے تصورات کے عین مطابق بنائی جائے گی!" ڈاکٹر برہان نے جواب دیا۔

"تب ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں ڈاکٹر! لیکن لڑکیوں کی عمریں سترہ سے بیس سال کے درمیان ہونی چاہئیں۔ ان میں کچھ دراز قامت ہوں، کچھ درمیانے قد کی، پستہ قد بھی دو ایک ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ رنگ صاف اور نقوش حسین۔ پہلے میں ان کا انٹرویو لوں گا اس کے بعد انہیں اپائنٹ کیا جائے۔ بیس سال سے زیادہ کی کوئی نہ ہو۔"

اور ڈاکٹر برہان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے تمسخرانہ انداز میں میری طرف دیکھا۔ "میں نہیں سمجھ سکا مسٹر ٹی ٹی!"

"کمال ہے شہاب! اب تم ہی بتاؤ اور کس طرح سمجھاؤں۔ ڈاکٹر برہان اتنی سی بات نہیں سمجھ رہے۔" مائی ڈیئر ڈاکٹر! میں اپنے بارے میں صرف ایک بات جاننا چاہتا ہوں کہ میں خوبصورت لڑکیوں کو کس طرح متاثر کروں۔ بڑی مشکل کا شکار ہوں۔ پہلے پیار بھری نگاہوں سے دیکھتی ہیں اور قریب آ کر انکل انکل کہنے لگتی ہیں ہونہہ ہوا!"

ڈاکٹر ٹی ٹی برا سا منہ بنا کر خاموش ہو گیا۔ لیکن ڈاکٹر برہان اس سے زیادہ برا منہ بنا کر دوسری طرف مڑ گیا تھا۔ میرا ہنستے ہنستے برا حال ہو گیا تھا۔

"آخر اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟ کیا مجھے یہ تجربہ نہیں کرنا چاہئے۔ تجربہ کا نام ہو گا ڈاکٹر ٹی ٹی اور لڑکیاں.......... کیسا نام ہے؟"

"نہایت عمدہ..........لیکن میرا خیال ہے اب ڈاکٹر برہان تم سے کسی ریسرچ کے لئے فرمائش نہیں کرے گا!" میں نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔

"میں خود بھی تو یہی چاہتا ہوں شہاب! تم خود سوچو ساری زندگی برباد ہو گئی اور اب باقی ماندہ زندگی بھی ان ہی حماقتوں میں گزاروں! اب تو ان چند لمحات کو میں اپنے طور پر گزارنے کا خواہشمند ہوں۔ مجھے اپنی ان صلاحیتوں سے نفرت ہے!"

"ٹھیک ہے ٹی ٹی! تمہیں اب اس سے کوئی نہیں روکے گا۔ یورپ میں تو تم نے بہت سے حسین ممالک کی سیر کی ہو گی۔ میرا خیال ہے ایشیا کے خوبصورت خطوں کی سیر کی جائے۔ فی الحال میرا ملک دیکھو۔ اس کے بعد اور کسی خاص کام میں مصروف نہ ہو گئے تو یہاں سے باہر چلیں گے!"

"دیکھو دوست! میں بس تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ اگر کبھی ان فضول صلاحیتوں سے کام لینے کی ضرورت بھی پیش آئی تو وہ صرف میرے اور تمہارے سلسلے میں ہو گی! اور ہاں میں اس سلسلے میں ایک تجربہ ضرور کروں گا!"

"وہ تجربہ کیا ہو گا ڈکٹر!" میں نے سوال کیا۔

"ابھی تمہیں اس کے بارے میں نہیں بتاؤں گا! فرصت کا کوئی وقت اس کے لئے کافی ہو گا۔ کسی بھی مقام پر یہ کام کیا جا سکتا ہے!" ڈکٹر ٹی ٹی نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔

"ڈاکٹر برہان کی خوبی تھی کہ فرصت کے اوقات میں کسی پر تسلط نہیں رکھتا تھا۔ خودبھی مطالعے میں ڈوبا رہتا تھا۔ ہاں بس یہ ضروری تھا کہ جہاں بھی جاؤ اسے آگاہ رکھو تاکہ کسی ضرورت پر رابطہ قائم کرنے میں مشکل نہ پیش آئے۔ چنانچہ میری درخواست پر اس نے مسکراتے پوچھا۔ "کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

"یہاں سے براہ راست نادرپور! آج کل نادرپور میں شکار ہو رہا ہو گا۔ بہترین موسم کی بہترین تفریحات ہوتی ہیں وہاں۔ وہاں جانے کے بعد اگر کہیں اور کا پروگرام بن گیا تو آپ کو اطلاع دے دوں گا!"

"وہ فضول آدمی بھی تمہارے ساتھ ہو گا؟" ڈاکٹر برہان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ڈاکٹر! بہرحال وہ کام کا آدمی ہے اور پھر میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں!"

"نہیں! نہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ وہ لڑکیوں کا مریض ہے بس اس بات کا خیال رکھنا کہ یہ یورپ نہیں ایشیا ہے کہیں مار نہ کھا جائے!"

"مار کھانا اس کی عادت ہے۔ تاہم میں خیال رکھوں گا!"

"ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو!" ڈاکٹر برہان نے جواب دیا اور میں اپنی رہائش گاہ میں واپس آ گیا۔ ڈاکٹر ٹی ٹی ایک ملازم سے اردو سیکھنے کی کوشش کر رہا تھا اور ملازم ہنس ہنس کر بے حال ہوا جا رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ چلا گیا اور ڈاکٹر ٹی ٹی مسکراتا ہوا بولا۔

"میں اس سے تمہاری زبان سیکھ رہا تھا۔ میرا خیال ہے تھوڑی سی کوشش کے بعد یہ زبان میری سمجھ میں آجائے گی!"

"ضرور آجائے گی ڈاکٹر! بہرحال اب ہمیں چلنے کی تیاریاں کرنی ہیں۔ میں تمہیں ایک انتہائی پرفضا مقام پر لے جاؤں گا!"

"مجھے صرف ان فضاؤں میں لے چلو جس میں حسین جسموں کی خوشبو بسی ہوئی ہو۔ جہاں کنوارے قہقہے رقصاں ہوں' جہاں صرف آنکھوں کی شبنم ہو۔ نم ہوائیں جن سے مس ہوکر چلیں اور جسموں کی حرارت ایک دوسرے میں منتقل ہوتی رہے۔ آہ! بس میں ان فضاؤں کا عاشق ہوں!"

"تو عاشق صاحب! تیاریاں کریں۔ بیکار باتوں میں وقت ضائع کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا!"

"تیاریاں کیا کرنی ہیں؟" ٹی ٹی نے پوچھا۔

"بس آج خریداری کریں گے اور ایک آدھ دن میں روانہ ہو جائیں گے!" میں نے جواب دیا اور ٹی ٹی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "خریداری کیا کرو گے؟"

"نادرپور کا موسم انتہائی سرد ہو گا۔ ان دنوں وہاں شدید برف باری ہوتی ہے اور اس برف باری کے موسم میں سفید لومڑیوں کے شکاریوں کی یلغار ہوتی ہے۔ نادرپور کے بارے میں مشہور ہے کہ جو ایک بار وہاں آتا ہے' زندگی میں دوسری بار ضرور آتا ہے اور میں اس بات کا قائل ہوں۔"

"وہ کیسے؟"

"میں دوسری بار وہاں جا رہا ہوں۔ ایک دفعہ گیا تھا لیکن صرف تین دن قیام کر

سکا۔ چوتھے روز ڈکٹر نے ایک کام سے مجھے واپس بلا لیا تھا!"

"خوب! تمہاری اس گفتگو سے میرے ذہن میں بھی اس جگہ کو دیکھنے کا اشتیاق بڑھ گیا ہے۔ لیکن کچھ صاف گوئی سے کام لینا چاہتا ہوں شہاب!"

"کہو.........کیا بات ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہماری دوستی تو بہت گہری ہو گئی ہے لیکن میرے مالی معاملات کا کیا ہو گا؟ دیکھو شہاب! میں نے ساری زندگی اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں کیا ہے اور دوسروں پر قناعت کرتا رہا ہوں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں مجبور ہوں۔ میں اپنے طورپر بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ کیا تم مجھے اس کی اجازت دو گے کہ میں اپنی ضرورت پوری کروں۔اس کے لئے میں جو طریقہ کار اختیار کروں گا وہ ناجائز ضرور ہو گا لیکن غیرقانونی نہیں ہو گا!"

"اوہ ڈیئر ٹی ٹی! تمہاری ذات کسی طورپر میرے لئے بوجھ نہیں ہے۔ میں جو کچھ کرتا ہوں' وہ تمہارے علم میں ہے۔ لاکھوں روپے بیکار پڑے ہیں میرے پاس اور پھر ہم بھی تو تم سے کام لیں گے۔ چنانچہ تم یہ بات محسوس مت کرو!"

"اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ میری اپنی شخصیت زندہ رہے!"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہیں اس سے نہیں روکوں گا!" میں نے جواب دیا اور ڈاکٹر مسکرانے لگا۔" اب تم میری ذات پر جتنا چاہو خرچ کرو۔ اس اجازت کے بعد میں بھی آزاد ہوں اور تمہارے سارے احسانات کا بدلہ چکا دوں گا۔" ڈاکٹر ٹی نے کہا اور میں نے لاپرواہی سے گردن ہلا دی۔

پھر ہم بازار نکل گئے اور بڑی زبردست خریداری کی۔ سردیوں کے ریڈی میڈ لباس' جانوروں کی کھال کے کوٹ' ٹوپیاں نہ جانے کیا کیا' لدے پھندے گھر واپس آئے تھے اور اس رات ساری تیاریاں مکمل کر لی گئیں۔ نادرپور کے لئے ایئر سروس بھی تھی لیکن ہم نے ٹرین سے سفر کا پروگرام بنایا اور یہ فرمائش ڈاکٹر ٹی ٹی کی تھی۔ وہ اس ملک سے واقفیت بھی چاہتا تھا۔

"اس کے علاوہ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے فوری طور پر اپنی زبان سکھاؤ۔ ابتداء ضروری الفاظ سے ہو گی!" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ ڈاکٹر برہان کو اطلاع دے ہی چکا تھا۔ اس لئے دوسرے دن کے ٹکٹ بک کرائے گئے اور ہم نادرپور کے

لئے چل پڑے۔ طویل سفر تھا جو تقریباً" اٹھائیس گھنٹے میں طے ہوتا تھا۔ لیکن ڈاکٹر ٹی ٹی مطمئن تھا۔ وقت مقررہ پر ہم اسٹیشن پہنچے اور ایئرکنڈیشنڈ کمپارٹمنٹ میں سوار ہو گئے۔ لیکن ڈاکٹر ٹی ٹی نے کمپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہی اپنی حرکتوں کا آغاز کر دیا۔ سیٹ پر بیٹھتے ہی ایک درازقامت اور حسین لڑکی اس کی توجہ کا مرکز بن گئی۔ وہ بے اختیار اس کی طرف لپکا اور "ارے جینی!" کہہ کر اس سے لپٹ گیا۔ لڑکی کسی شریف گھرانے کی معلوم ہوتی تھی' وہ بری طرح نروس ہو گئی لیکن ڈاکٹر نے اسے اپنے سینے سے بھینچ لیا تھا۔ "آہ جینی! جینی!! کتنا تلاش کیا میں نے تمہیں یہاں۔ لیکن............لیکن............" اس نے لڑکی کی گردن چوم لی۔ تب میں نے اس طویل القامت نوجوان کو اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے دیکھا جو شاید اس لڑکی کے ساتھ تھا۔ عمدہ سوٹ میں ملبوس اور پروقار شخصیت کا مالک نظر آ رہا تھا۔ اس نے پشت سے ڈاکٹر ٹی ٹی کو تھپتھپایا اور سرد لہجے میں بولا۔ "اب اسے چھوڑ دو ورنہ میں تمہیں اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دوں گا!" ڈاکٹر کی اس حرکت سے میں ایک لمحے کے لئے بوکھلا گیا تھا لیکن مدافعت تو کرنا ہی تھی' ورنہ بات بگڑ جاتی۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر ڈاکٹر کا بازو پکڑ لیا۔ "ڈاکٹر!............ آپ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ پلیز ڈاکٹر! یہ وہ خاتون نہیں ہیں!"

"نہیں ہیں............!" ڈاکٹر نے سہمے ہوئے انداز میں لڑکی کو چھوڑ دیا اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ گئی۔ وہ بری طرح نروس ہو رہی تھی۔ نوجوان خونخوار نگاہوں سے ڈاکٹر کو گھور رہا تھا۔ "یہ کیا حرکت تھی؟" اس نے غراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اوہ جناب آپ تشریف رکھئے۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ آپ تشریف رکھئے کوئی ایسی بات نہیں ہے!" میں نے نوجوان کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"براہ کرم آپ لوگ اس کمپارٹمنٹ سے نیچے اتر جائیں۔ میں یہاں آپ کا وجود برداشت نہیں کر سکتا!" نوجوان بگڑتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میں نے عرض کیا ناکہ آپ سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں آپ کو تفصیل سمجھا دوں گا۔" میں نے نوجوان کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"اس شخص کو فوراً" نیچے اتار دیں۔ شاید اس نے اس ملک کو بھی کوئی مغربی ملک سمجھا ہے۔ میں اس کی ہڈیاں توڑ گا!"

"تب ٹھیک ہے آپ اس کی ہڈیاں توڑیں!" میں غصیلے انداز میں پیچھے ہٹ گیا اور نوجوان مجھے گھورنے لگا۔

"آپ اس کی بے جا حمایت کر رہے ہیں۔ اس نے جو حرکت کی ہے!"

"عدیل! بات تو سن لو' وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ تم ہٹ جاؤ' میں بات کرتا ہوں۔"

ایک معمر شخص نے اٹھ کر مدافعت کی اور نوجوان کو بازو سے پکڑ کر پیچھے ہٹا دیا۔ نوجوان غصیلے انداز میں پیچھے لوٹ گیا تھا!

"جی آپ کیا فرماتے ہیں اس بارے میں!" معمر شخص نے پوچھا۔

"غلط فہمی صرف غلط فہمی.........ڈاکٹر یورپ کے معزز لوگوں میں ہیں۔ یہاں ایک اپنی عزیزہ سے ملاقات کرنے آئے ہوئے ہیں اور وہ عزیزہ بلاشبہ آپ کی ان خاتون کی ہم شکل ہیں!"

"لیکن تعارف کے بغیر؟"

"اسے صرف جذباتیت کہہ لیں۔ دراصل رشتے کی نوعیت ہی کچھ ایسی ہے۔ آپ لوگ ٹھنڈے ہوں تو میں آپ کو سمجھاؤں!" میں نے جواب دیا۔

"میں کہتا ہوں تم دونوں نیچے اتر جاؤ۔ ورنہ میں تمہارے ساتھ بہت برا سلوک کروں گا!" نوجوان پھر آگے بڑھا۔

"تم بزدل ہو اور انتہائی بے وقوف بھی۔ جس برے سلوک کی تم بات کر رہے ہو' وہ کبھی نہیں کر سکتے! میں نے تمہیں اس کا موقع دیا تھا!" میں نے کرخت لہجے میں نوجوان سے کہا اور معمر شخص درمیان میں آگیا۔ "عدیل! تم بیٹھ جاؤ۔ میں اس جھگڑے کو نمٹا لوں گا بیٹھ جاؤ۔ میں کہتا ہوں بیٹھ جاؤ۔"

"لیکن انکل! ان سے کہہ دیں کہ نیچے اتر جائیں کسی دوسرے کمپارٹمنٹ میں چلے جائیں۔ جب تک یہ میرے سامنے رہیں گے میرا خون کھولتا رہے گا!" نوجوان نے کہا۔ دوسرے چند لوگ بھی کمپارٹمنٹ میں موجود تھے لیکن ان کا ردعمل واضح نہیں تھا۔ ظاہر ہے ایک غلط فہمی کو کوئی بھی نظرانداز کر سکتا تھا۔ ڈاکٹر کی اصلیت کسی کو معلوم نہیں تھی۔

"میں کہتا ہوں تم خاموش رہو عدیل! کیا تم میرا حکم نہیں مانو گے؟" اس بار معمر آدمی نے سخت لہجے میں کہا۔ ڈاکٹر اس دوران خاموشی سے عدیل کو گھور رہا تھا۔ اس

کے چہرے پر بے حد اطمینان تھا۔ "آپ بھی تشریف رکھئے جناب! میں معاملے کو ٹھنڈا کرنا چاہتا ہوں۔"

"شکریہ!" میں نے ڈاکٹر کو اس کی سیٹ کی طرف دھکیلا اور ڈاکٹر اطمینان سے بیٹھ گیا۔ چند لمحات ہم دوسروں کی توجہ کا مرکز بنے رہے۔ اس دوران نوجوان مسلسل ڈاکٹر کو گھور رہا تھا۔ معمر شخص بھی اپنی جگہ جا بیٹھا۔ لڑکی نروس تھی اور شرمندہ سی نظر آرہی تھی۔

"اتنی سی بات پر یہ حسین لڑکیاں کس قدر سرخ ہو جاتی ہیں۔ مجھے اس کا شرمانا بہت اچھا لگ رہا ہے!"

"کیا آگے کا سفر نہیں کرنا چاہتے ڈاکٹر!" میں نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

"کیوں نہیں.........کیوں نہیں.........سفر ہو گا اور ضرور ہو گا۔ لیکن ابھی تم نے ڈاکٹر کو کہاں دیکھا ہے۔ اگر اس نوجوان کو راستے ہی میں نہ اتروا دیا تو ٹی ٹی نام نہیں......... اور یہی معمر شخص اسے نیچے اتار دے گا! دیکھتے رہو.........بس دیکھتے رہو!" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں پریشان نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا!

"نوجوان عدیل کی نگاہ جب بھی ڈاکٹر کی طرف اٹھتی اس میں نفرت ابھر آتی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہو گی۔ اگر یہ غلط قسم کے لوگ ہوتے تو مجھے کوئی تشویش نہ ہوتی لیکن معمر شخص کافی شریف انسان معلوم ہوتا تھا اور مجھے اس کی پریشانی پسند نہیں تھی۔ دوسری طرف ڈاکٹر ٹی ٹی کے انداز میں شرارت نمایاں تھی اب وہ براہ راست عدیل کی نگاہوں میں دیکھ رہا تھا۔ میں چونک پڑا۔ ڈاکٹر اب کوئی اور حرکت کرنے جا رہا تھا۔ چند ساعت کے بعد میں نے عدیل کے خدوخال نرم ہوتے محسوس کئے اور پھر اس نے بھیگی بلی کی مانند گردن جھکائی اور سمٹ کر بیٹھ گیا۔ ٹی ٹی کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسراہٹ پھیل گئی۔ "اب بولو اس سورما کے ساتھ کیا سلوک کروں؟" اس نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم نے اس کے ساتھ گڑبڑ کی ہے۔"

"مجبوری تھی۔ وہ مجھے کیوں گھور رہا تھا۔"

"ٹی ٹی! عدیل جو کچھ بھی ہے اس کے ساتھ شریف لوگ ہیں۔ میں ان لوگوں کو پریشان نہیں دیکھنا چاہتا۔"

"لڑکی کی دوستی درکار ہے۔ اس گدھے کو خاموش رہنا ہو گا۔"

"مناسب نہیں ہے ٹی ٹی! وہ خالص مشرقی لڑکی ہے۔ اس کے ساتھ کوئی زیادتی مناسب نہیں ہو گی۔"

"پھر گڑبڑ کی تم نے۔ مغربی لڑکیوں سے تو خود میرا دل بھی بھر گیا ہے۔ ویسے وہ بھی کوئی لڑکیاں ہوتی ہیں نہ عورت نہ مرد۔ میں تو اب زندگی اور نسوانیت سے بھرپور لڑکیوں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ ہائے ہائے۔ سب کی سب کٹوریاں۔ کٹوریاں۔" ٹی ٹی منہ ہی منہ میں جیسے ٹافی چوس رہا تھا۔

"لیکن ٹی ٹی! اس بارے میں میرا ایک مشورہ ہے۔"

"کہو؟"

"اگر تم مشرقی لڑکیوں کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتے ہو تو ان کی اہمیت پرکھو۔ ان پر ہپناٹزم کی شرارت مسلط کرنے کے بعد اپنی طرف متوجہ کرنے سے تمہیں لطف نہیں آئے گا۔ اس وقت تو وہ صرف تمہاری غلام ہوں گی۔ ان کی اپنی پسند یا سوچ تو نہیں رہ جائے گی۔"

"ہاں یہ درست ہے۔ میں خود بھی یہ نہیں چاہتا۔ کوئی ضرورت سے زیادہ پسند آجائے تو دوسری بات ہے۔"

"گڈ۔ یہ عمدہ خیال ہے اور اس کے لئے جس لڑکی کا انتخاب میں کروں گا وہ تمہاری دوست بننی چاہئے۔ میرا مطلب ہے کہ تم اس کے لئے کوشش کرو۔"

"لڑکی تو یہ بھی بہت خوبصورت ہے۔"

"کچھ بھی نہیں ہے ان کے مقابلے میں جن کا تذکرہ میں کر رہا ہوں۔ تم یہاں کے دیہاتوں میں بکھرا حسن دیکھو۔ صحیح معنوں میں یہ حسن زندگی سے بھرپور ہوتا ہے۔"

"ارے تو تم ہی دکھاؤ نا۔ میں خود کیوں دیکھوں؟" ٹی ٹی نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"چلو وعدہ رہا۔ ہم نادرپور کے بجائے راستے میں کہیں اتر جائیں گے اور اس کے بعد قرب و جوار کے دیہاتوں میں سفر کریں گے۔ اس طرح سفر کرتے ہوئے نادرپور پہنچیں گے۔"

"ٹھیک ہے مگر یہ لڑکی؟"

"اوہ۔ فضول آدمی۔ اس بے چاری کا پیچھا چھوڑ دو۔" میں جھنجلا کر بولا۔

"اور اس بے چارے کا بھی پیچھا چھوڑ دوں جس نے میری توہین کی ہے؟"

"اگر تمہاری سمجھ میں بات نہیں آتی تو پھر جو تمہارا دل چاہے کرو۔" میں بیزاری سے بولا اور ڈاکٹر ٹی ٹی تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گیا۔ پھر میری طرف جھک کر بولا۔ "پھر بتاؤ تمہیں دنبے پسند ہیں یا مرغے؟"

"میں آرام کے موڈ میں ہوں۔" میں نے نیچے کھسک کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر کچھ نہیں بولا تھا لیکن چند ہی ساعت کے بعد میں نے کمپارٹمنٹ میں ایک عجیب و غریب آواز سنی۔ "۔ بھیں۔" اور میری آنکھیں کھل گئیں۔

"پروقار معمر شخص آنکھیں پھاڑے عدیل کو گھور رہا تھا جو بڑے ادب سے اس کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا۔ "کیا بات ہے عدیل؟" اس نے پوچھا۔

"۔ بھیں........... اللہ کی قسم۔ ۔ بھیں.........." عدیل نے دنبے کی آواز نکالتے ہوئے کہا میں نے چونک کر ڈاکٹر کی طرف دیکھا۔ ستم ظریف بوڑھا اطمینان سے آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔

"کک........... کیا فضول بکواس ہے عدیل؟۔ بوڑھے آدمی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے دبے دبے لہجے میں کہا۔

"جناب عالی' کچھ بھی ہو جائے ۔ بھیں۔ چک چک۔ ۔ بھیں۔" عدیل کی آواز خوفناک ہو گئی۔ لڑکی خوفزدہ انداز میں کھڑی ہو گئی تھی۔ اس کی سہمی ہوئی نگاہیں عدیل کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور اس انداز میں بھی وہ بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔

"یہ........... یہ اسے کیا ہو گیا؟" معمر شخص پریشانی سے بولا۔

"میرے آباؤ اجداد دنبے تھے۔ آج مجھے اصلیت یاد آ گئی ہے ۔ بھیں..........." عدیل نے جواب دیا۔

"تو میاں ٹرین میں تمہیں اصلیت یاد آئی ہے۔" معمر شخص نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ لیکن دانت شاید نقلی تھے اس لئے جگہ چھوڑ گئے اور معمر شخص نے جلدی سے انہیں سنبھالا دیا۔ پھر غصیلی نگاہوں سے عدیل کو گھورنے لگا۔

"اصلیت بہرحال اصلیت ہوتی ہے جہاں بھی یاد آجائے۔ اس لئے نہایت دست بستہ ۔ بھیں۔"

"خاندانی آدمی ہوں جناب عالی' آپ کا بے حد احترام کرتا ہوں۔ حکم سر آنکھوں پر مگر کیا کروں۔ میرا دل ۔بھیں ۔بھیں کرنے کو چاہ رہا ہے۔ ۔بھیں..........." عدیل ایک مخصوص انداز میں ۔بھیں ۔بھیں کئے جا رہا تھا۔ معمر شخص نے بے بسی سے چاروں طرف دیکھا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "جناب' براہ کرم میری مدد کریں نہ جانے اچانک اس نوجوان کو کیا ہو گیا ہے۔ کہیں یہ کوئی خطرناک اقدام نہ کر گزرے۔ مجھے بھی لگ رہا ہے جیسے یہ پاگل ہو گیا ہو۔ براہ کرم آپ لوگ میری مدد کریں۔" اور ڈاکٹر ٹی ٹی ایک دم چونک پڑا۔ چونکہ معمر شخص نے انگریزی میں یہ جملہ ادا کیا تھا اس لئے اس نے بھی سمجھ لیا۔ دوسرے لمحے وہ کھڑا ہو گیا۔ اور ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ میں اس کی کمینگی کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔ مجبوراً" میں بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بدحواس لڑکی ایک جانب سمٹ گئی اور ٹی ٹی معمر شخص کے پاس پہنچ گیا۔ "مجھے ڈاکٹر ٹی ٹی کہتے ہیں اور یہ میرے دوست شہاب تیموری ہیں۔ کس الجھن کا شکار ہو گئے ہیں آپ لوگ؟"

"اس کمبخت کا دماغ اچانک الٹ گیا ہے۔ کہیں اور زیادہ نہ بگڑ جائے۔ میرے لئے تو اسے سنبھالنا مشکل ہو گا۔" معمر شخص نے پریشانی سے کہا۔

"ہوں۔ کیوں بھائی تمہیں کیا تکلیف ہے؟" ٹی ٹی اب براہ راست عدیل سے مخاطب ہو گیا۔

"۔بھیں..........." عدیل نے منہ پھاڑ دیا۔

"اوہ اچھا اچھا۔ صرف ۔بھیں نہیں۔ اب اس سے آگے کی منزل میں داخل ہو جاؤ۔ ویسے تم شکل و صورت سے تو اونٹ لگتے ہو۔ دنبے سے تمہارا تعلق غلط ہے۔"

"۔بھیں..........." عدیل نے سہانے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے اور آپ بھی بے فکر رہیں جناب۔ اس مرض کو اینی مل فوبیا کہا جاتا ہے۔ لاکھ دو لاکھ انسانوں میں سے کسی ایک انسان کو چند لمحات کے لئے یہ دورہ پڑتا ہے۔ ابھی یہ دنبے ہیں۔ اس کے بعد اچانک خود کو گھوڑا تصور کرنے لگیں گے۔ پھر مرغ بن کر کڑکڑائیں گے اور اس کے بعد ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ سارا عمل آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہو جائے گا' اور اس کے اختتام کے بعد کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔"

معمر شخص کے ہونٹ بھنچ گئے۔ وہ کڑی نگاہوں سے ڈاکٹر کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "میں نہیں سمجھتا کہ آپ یہ دلچسپ مذاق کیوں فرما رہے ہیں۔ آپ کس قسم کی توجہ' چاہتے ہیں۔ اپنی عمر کی نسبت آپ نہایت گھٹیا قسم کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ براہ کرم اپنی جگہ تشریف لے جایئے۔ اپنا تعارف صرف اتنا کرا سکتا ہوں کہ میں ریٹائرڈ سرجن ہوں اور پورے پچاس سال تک یہی کام کرتا رہا ہوں۔ شاید آپ نے بھی ڈاکٹر سرجن طاہر علی کا نام سنا ہو سمجھے آپ؟"

"یعنی کمال ہے' آپ نے خود ہی مدد کے لئے بلایا تھا اور اب خود ہی بے عزتی کر رہے ہیں۔ بڑے عجیب آدمی ہیں آپ بھی۔" ٹی ٹی نے کہا۔

"اینی مل فوبیا کا ذکر کن کتابوں میں ہوا ہے۔ کیا آپ مجھے اس مرض کی تفصیلات بتا سکتے ہیں؟"

"بتاؤں گا تو آپ مانیں گے کہاں۔ لیکن آپ کے خیال میں اس مرض کا وجود نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" سرجن طاہر ہتھیلی پر گھونسہ مار کر بولا۔

"۔بھیں۔" عدیل نہایت کریہہ آواز میں بولا۔ اس بار کی آواز سب سے تیز تھی۔ لڑکی اچھل کر اپنے باپ کے پاس پہنچ گئی۔ وہ بے حد خوفزدہ معلوم ہوتی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ اگر وجود ہی نہیں ہے تو میں اتنے بڑے سرجن کے سامنے کیا کہہ سکتا ہوں!" ٹی ٹی نے کہا اور میرا بازو پکڑ کر واپس اپنی سیٹ پر آ گیا۔

"آپ مطمئن رہیں۔ اگر یہ آؤٹ ہوئے تو ہم سنبھال لیں گے۔" میں نے معمر شخص کو مطمئن کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے غصہ مت دلاؤ ورنہ میں اسے ابھی بالکل آؤٹ کر دوں گا۔" ٹی ٹی نے دبی زبان سے کہا۔

"ٹی ٹی' ہمارے درمیان معاہدہ ہو چکا ہے' باز آجاؤ۔ میں نے کہا اور ڈاکٹر ٹی ٹی برا سا منہ بنا کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ میں بھی گہری سانس لیکر کھڑکی سے ٹک گیا تھا۔ ویسے ادھ کھلی آنکھوں سے میں عدیل کو دیکھ رہا تھا جواب بھی دھیمی آواز میں ۔بھیں ۔بھیں کر رہا تھا۔ پھر اس نے منہ سے خرخر کی آوازیں نکالیں اور اچانک کمپارٹمنٹ میں گھوڑے کی ہنہناہٹ گونج اٹھی۔ اس کے ساتھ ہی عدیل ایک پاؤں سے فرش

کھڑ چنے لگا۔ لڑکی چیخ پڑی تھی۔ معمر شخص خوفزدہ انداز میں کھڑا ہو گیا تھا لیکن اب اس کے چہرے پر خوف کے بجائے شدید حیرت تھی۔ عدیل وقفے وقفے سے ہنہناتا رہا اور سرجن طاہر خوفزدہ انداز میں اسے دیکھتا رہا۔ اس نے بے بسی سے ہم لوگوں کو بھی دیکھا تھا۔ میں نے خاموشی ہی مناسب سمجھی۔ اس بگڑتے ہوئے بکھیڑے کو سنبھالنے کی کوشش خطرناک بھی ہو سکتی تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد اچانک عدیل نے نہایت انکساری کے ساتھ اذان دینا شروع کر دی۔ اب وہ اپنی سیٹ پر بیٹھا مرغ کی مانند بانگ دے رہا تھا اور ڈاکٹر طاہر بڑی عقیدت سے ڈاکٹر ٹی ٹی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس سے برداشت نہ ہو سکا تو وہ اٹھ کر ہمارے پاس آ بیٹھا۔ ”میں معافی چاہتا ہوں ڈاکٹر۔“ اس نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

”کیوں............؟ کس بات کی؟ ٹی ٹی نے کسی نک چڑھی عورت کی مانند کہا۔“

”میں نے ساری زندگی اس مرض کے بارے میں نہ کبھی کچھ پڑھا نہ کبھی ایسے مریض سے سابقہ پڑا۔“

”اس میں میرا کیا قصور ہے؟“ ٹی ٹی بولا۔

”آپ.......... آپ تو حیرت انگیز انسان ہیں۔ جو کچھ آپ نے کہا تھا وہی ہوا۔ میں آپ سے معافی چاہتے ہوئے اس مرض کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کا خواہش مند ہوں۔“

”میں نے کوئی میڈیکل کالج نہیں کھول رکھا۔ کتابیں پڑھیں۔ آپ کو تفصیلات ضرور مل جائیں گی۔“ ڈاکٹر نے بدستور برا سا منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ لیکن سرجن طاہر علی اب اس سے بہت زیادہ متاثر ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ اس لہجے کا برا نہیں مانا اور بدستور معذرت آمیز لہجے میں بولا۔

”میں نے بلاشبہ آپ جیسی عظیم شخصیت کے ساتھ بہتر طرز گفتگو نہیں اختیار کیا لیکن میں اپنی اس حرکت پر نادم ہوں۔ پچاس سال کی زندگی میں نے اسی پیشے میں صرف کی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ میرے لئے قطعی اجنبی ہے۔ میں اس مرض کے بارے میں تو بالکل نہیں جانتا اور ڈاکٹر ٹی ٹی میں اس سلسلے میں آپ کی امداد چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں آپ مجھے اس کے بارے میں کچھ بتائیں۔“

”میں نے عرض کیا نا‘ میں آپ سے کوئی گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔“

”جناب اب آپ ہی ڈاکٹر کو سمجھایئے۔“ سرجن طاہر علی نے میری جانب دیکھ کر کہا اور میں شانے اچکا کر مسکرا دیا۔

”ڈاکٹر ٹی ٹی ایک مخلص انسان ہیں جناب! انہوں نے نہایت خلوص سے آپ کو اس مرض کے بارے میں تفصیلات بتا دی تھیں لیکن آپ نے ان کے ساتھ خاصے سخت جملے استعمال کئے۔ میرا خیال ہے اس وقت ان تفصیلات کو جانے دیں۔ ممکن ہے زندگی کے کسی مرحلے پر آپ سے پھر ملاقات ہو جائے اس وقت یہ گفتگو بہتر رہے گی۔“ میں نے کہا اور سرجن طاہر نے گردن جھٹک دی.......... ”اتنی بڑی غلطی ہو گئی مجھ سے اور مجھے افسوس بھی ہے۔ ویسے آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟“

”بس سیاحت کے لئے نکلے ہیں‘ کسی بھی اسٹیشن پر اتر جائیں گے۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں آپ کو اپنا نام بتا چکا ہوں۔ سرجن طاہر علی‘ نادرپور میں میرا بیٹا گورنمنٹ ہسپتال میں سرجن ہے۔ عامر علی کو یہاں کے سبھی لوگ جانتے ہیں۔ ویسے خود بھی دارالحکومت میں رہتا ہوں۔ وہاں میرے دو بیٹے اور ہیں۔ اب تقریباً چھ ماہ تک نادرپور میں رہوں گا۔ اگر کبھی وہاں گزر ہو تو ضرور تشریف لایئے۔ جو کچھ ہو چکا اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔“ طاہر علی اٹھ کر اپنی سیٹ پر چلا گیا۔ ٹی ٹی خاموش بیٹھا تھا۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ پھر اس نے کہا۔ ”کیا خیال ہے شباب۔ کیا ان حالات میں لڑکی کی توجہ حاصل کرنا مشکل کام ہے؟“

”نہیں وہ اب بار بار تمہیں دیکھ رہی ہے۔“

”پھر اب تو نہیں کہو گے کہ میں صرف کسی کو ہپناٹائز کر کے ہی اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہوں۔ لڑکیاں ویسے بھی میری ذات میں دلچسپی لے سکتی ہیں۔“

”یقیناً“ مسٹر ٹی ٹی۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہماری دلچسپیاں حقیقی ہوں اور مجھے ان پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔“

”میں نے تم سے تعاون کیا ہے۔ تمہیں بھی اپنا وعدہ یاد ہے نا؟“

”سو فیصدی۔“

”تو پھر کب اترو گے۔ میں اس ماحول سے بوریت محسوس کر رہا ہوں اور اب تو مجھے اس لڑکی سے بھی کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے۔ اتنی محتاط لڑکیاں بھی بیکار ہوتی ہیں۔

اس دوران وہ ڈرتے اور سہمے رہنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکی ہے۔"

"ہوں............" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "ابھی تھوڑی دیر صبر کرو کسی مناسب مقام کا انتظام کئے لیتے ہیں۔" اور ڈاکٹر خاموش ہو گیا۔ سفر کو کافی وقت گزر چکا تھا۔ طاہر علی نے کافی سے ہماری تواضع کی۔ ڈاکٹر نے بھی کافی کی پیالی قبول کر لی۔ کیونکہ لڑکی نے اسے پیش کیا تھا عدیل اب بالکل خاموش بیٹھا تھا اور اب مکمل طور سے پر سکون ہو گیا تھا۔

شام جھک آئی تھی۔ یہ گاڑی ایک اسٹیشن پر رکی اور میں کھڑا ہو گیا۔ ڈاکٹر ٹی ٹی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "چلئے ڈاکٹر۔" میں نے کہا اور وہ اٹھ گیا۔ سرجن طاہر علی اخلاقاً ہمیں دروازے تک رخصت کرنے آیا تھا۔ ایک بار پھر اس نے ٹی ٹی سے معافی مانگی اور ٹی ٹی پلیٹ فارم پر اتر گیا۔ بہت چھوٹا سا اسٹیشن تھا۔ نہ جانے گاڑی یہاں کیوں رکتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ہمارے علاوہ کوئی بھی اس اسٹیشن پر نہیں اترا تھا۔ پلیٹ فارم پر کسی قلی کا نام و نشان نہیں تھا۔ اکا دکا آدمی نظر آ رہے تھے۔ ٹرین وسل دے کر آگے بڑھ گئی اور ہم باہر جانے والے راستے کی جانب' دروازے پر ٹکٹ چیک کرنے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ ہم اپنا مختصر سا سامان اٹھائے باہر نکل آئے۔

"عجیب جگہ ہے۔ کیا تم اسے کوئی دلچسپ جگہ کہہ سکتے ہو؟" ڈاکٹر ٹی ٹی نے سوال کیا۔

"آؤ بھی ڈاکٹر۔ فضول بحث میں نہ الجھ جایا کرو۔ یہ چھوٹے چھوٹے دیہات ہی حقیقی زندگی کے حامل ہوتے ہیں۔"

"مگر اس حقیقی زندگی میں ہم کہاں فٹ ہو سکیں گے۔ میرا مطلب ہے کہ یہاں قیام کے لئے کوئی جگہ مل جائے گی؟"

"ممکن ہے............" میں نے جواب دیا۔

"اور اگر ممکن نہ ہوا تو............" ڈاکٹر ٹی ٹی ہکلا کر بولا۔

"بھئی ایک آدھ رات یہاں قیام کریں گے۔ کسی درخت کے نیچے بھی ڈیرہ ڈال سکتے ہیں۔ تم نے یہ کلاسیکی زندگی یورپ میں نہیں پائی ہو گی ڈاکٹر ٹی ٹی............ پیڑ کے نیچے سونے میں کتنا لطف آتا ہے۔ اس کا اندازہ لگاؤ۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ اور ٹی ٹی مجھے گھورنے لگا بہرصورت اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا تھا۔ ہم اپنا مختصر سا سامان

ہاتھوں میں اٹھائے دیہات کی کچی پگڈنڈی پر آگے بڑھنے لگے۔ سامنے ہی کچے مکانات کی قطاریں نظر آ رہی تھیں۔ اکادکا پکے مکانات بھی تھے۔ اینٹوں کے بھٹے جگہ جگہ دھواں اگل رہے تھے۔ دھوپ ڈھل چکی تھی اور آسمان پر کجلاہٹیں ابھر آئی تھیں.......... بھٹوں کا چکراتا ہوا دھواں کجلاہٹوں میں گم ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر ٹی ٹی اب اس سادہ سے ماحول کی طرف متوجہ' ہو گیا۔ بستی اتنی چھوٹی نہیں تھی۔ اس کا اندازہ اندر جا کر ہوا تھا۔ مکانات اور بازار گھنے ہوتے جا رہے تھے۔ بازاروں میں چہل پہل تھی۔ لیکن یہ سادہ سے لوگ ڈاکٹر ٹی ٹی کی توجہ کا مرکز بن گئے تھے۔ "بڑی غربت ہے تمہاری بستیوں میں۔" اس نے کہا۔

"ہاں ڈاکٹر۔ لیکن یہ محنت کش لوگ ہی زندگی کی صحیح دلکشی سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔"

"یہ صرف کلاسیکی باتیں ہیں۔ یہ لوگ جس طرح زندگی کی نعمتوں سے محروم ہیں انہی کا دل جانتا ہو گا۔ ہر شخص مصائب کے بوجھ کے نیچے دبا نظر آتا ہے۔"

"میں نے کہا نا کہ یہ صرف تمہارا خیال ہے۔ ان کی ضرورتیں محدود ہیں یہ ان چیزوں کے طلب گار ہی نہیں ہیں جو ہماری زندگی کا اہم جزو بن گئی ہیں۔ ان کی زندگی کے مسائل بہت مختصر ہیں۔ دن بھر شدید مشقت کرنے کے بعد موٹا جھوٹا کھا کر جس سکون کی نیند یہ سوتے ہیں وہ ہمیں اور تمہیں میسر نہیں ہے۔"

"ہاں' اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ انہیں ان ضرورتوں کی ہوا ہی نہیں لگنے دی گئی۔"

"اور یہی ان کے حق میں بہتر ہے ڈاکٹر۔ ہر شخص ان کی بہتری کی بات کرتا ہے۔ دیہاتوں کے لئے ترقیاتی سکیمیں بنائی جاتی ہیں لیکن یہ ان لوگوں کی خوش بختی ہے کہ یہ سکیمیں صرف کاغذی کارروائی تک رہتی ہیں۔ اگر وہ نامکمل شکل میں ان تک پہنچ جائیں تو یہ بے چارے نہ تیتر رہیں نہ بٹیر۔"

"وہ دوسری بات ہے۔" ڈاکٹر نے کہا اور اسی وقت میں نے ایک دیہاتی نوجوان کو روکا۔ اور وہ میرے پاس پہنچ گیا۔ "کیا یہاں ٹھہرنے کی کوئی جگہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مسافر ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو میرے گھر چلو۔ جو کچھ ہے حاضر ہے۔" اس نے خلوص سے کہا اور میں ٹی ٹی کو اس کے بارے میں بتانے لگا۔ پھر میں نے کہا......... "تمہارا شکریہ لیکن کوئی اور جگہ بتا دو۔"

"ماما کی سرائے بھی ہے۔ وہاں تمہیں ٹھہرنے کی جگہ مل جائے گی۔" اس نے کہا۔

"اوہ ٹھیک ہے۔ اس کا پتا بتا دو۔" میں نے کہا اور نوجوان نے ہمارے ہاتھ سے سوٹ کیس لے لئے اور وہ دونوں سوٹ کیس اٹھائے ہوئے ہمارے آگے آگے چل پڑا۔ ڈاکٹر ٹی ٹی اندازے سے ہماری گفتگو سمجھ رہا تھا۔ نوجوان نے ہمیں سرائے میں چھوڑ دیا۔ اصطبل نما عمارت تھی جہاں بانوں کی چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ لیکن ڈاکٹر ٹی ٹی کے انداز میں اکتاہٹ یا الجھن نہیں تھی اس لئے میں مطمئن ہو گیا۔ ہم اس سرائے میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔

ڈاکٹر ٹی ٹی سے مقامی دیہاتوں کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ رات کو ہم نے باہر کا ایک چکر لگایا۔ حالانکہ ابھی آٹھ بھی نہیں بجے تھے۔ لیکن دور سڑکوں پر کتوں کے علاوہ کچھ نہیں نظر آرہا تھا۔ سڑکیں اور مکان تاریک تھے۔ صرف اسٹیشن اور اس کے قرب و جوار میں بجلی کی روشنی تھی۔ باقی بستی اس سے محروم تھی۔ ہاں دیئے ضرور جل رہے تھے۔ کہیں کہیں سڑکوں پر مخصوص طرز کی لالٹینیں روشن نظر آ جاتی تھیں۔ ڈاکٹر ٹی ٹی اس ماحول سے بہت متاثر تھا۔ "بلاشبہ یہاں کے باشندے زندگی کی اہم ضرورتوں سے محروم ہیں۔ لیکن اس زندگی میں ایک انوکھے سکون کا احساس ہوتا ہے۔"

"پسند آئی یہ جگہ تمہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں بلاشبہ انوکھی حیثیت کی حامل ہے۔" ٹی ٹی نے کہا۔ اس وقت اس پر وہ کھلنڈرا موڈ طاری نہیں تھا۔ ہم بہت دیر تک سڑکوں اور گلیوں گھومتے رہے۔ کئی جگہ کتے پیچھے لگے تھے۔ لیکن بہرحال انہیں بھگا دیا گیا۔ خوب تھک گئے تو واپس سرائے میں پہنچ گئے۔ بانوں کی چارپائیاں بھی ڈاکٹر ٹی ٹی کے لئے ایک دلچسپ تجربہ تھیں۔ خاصی رات تک وہ باتیں کرتا رہا اور پھر آرام سے سو گیا۔ نیند کے سامنے اس نے جگہ اور ماحول کو فراموش کر دیا تھا۔

دوسری صبح آنکھ کھلی تو سرائے کا مالک ناشتہ لئے کھڑا تھا۔ مکھن، چھاچھ اور باجرے کی روٹیاں۔ ٹی ٹی نے ان کا طریقہ استعمال معلوم کیا اور خوب لطف لیکر ناشتہ کیا۔ وہ بہت خوش نظر آرہا تھا۔ پھر ہم نے رخت سفر باندھ لیا۔

"یہ زندگی میرے تصور سے باہر تھی۔ تمہارا شکریہ کہ تم نے مجھے اس انوکھے تجربے سے روشناس کرایا۔ لیکن وہ سب کہاں ہے جس کا تم نے وعدہ کیا تھا؟"

"وہ بھی نظر آجائے گا۔" میں نے جواب دیا اور پھر سرائے کے مالک کو تھوڑے سے پیسے دے کر ہم باہر نکل آئے اور بستی سے باہر جانے والی سڑک پر چل پڑے۔ یہ سڑک ریلوے اسٹیشن کے برابر سے گزرتی تھی۔ دن کی روشنی میں باہر کے مناظر اور خوشنما لگ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ ٹکٹ گھر میں ایک شخص موجود تھا اس سے ہم نے نادرپور کی ٹرین کے بارے میں معلوم کیا۔

"نادرپور جانے والی ٹرین تو شام کو ملے گی جناب پانچ بجے تک یہاں پہنچتی ہے۔"

"اور کوئی ٹرین نہیں مل سکتی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں صاحب، دوسری ٹرینیں یہاں سے گزرتی ضرور ہیں مگر رکتی نہیں ہیں۔" جواب ملا۔ اور میں نے ٹی ٹی کی طرف دیکھ کر اسے صورت حال بتائی۔ "کیوں نہ تھوڑا سا سفر پیدل کیا جائے؟" ٹی ٹی بولا۔

"ٹھیک ہے۔ ایک منٹ رکو۔" میں نے ٹکٹ کلرک سے دوسرے اسٹیشن کے بارے میں معلوم کیا۔

جواب ملا۔ تقریباً" چھ کوس کے بعد بدماگڑھ ہے، وہاں کئی ٹرینیں رکتی ہیں۔ وہاں سے آپ کو ضرور کوئی نہ کوئی ٹرین مل جائے گی۔" یہ سن کر ہم چل پڑے۔ ڈاکٹر ٹی ٹی خوشی خوشی اپنا سامان اٹھائے چل رہا تھا۔ سڑک کے دونوں طرف کھیت پھیلے ہوئے تھے اور ان کھیتوں میں لوگ کام کر رہے تھے۔ کافی دور نکل آنے کے بعد دفعتاً" ٹی ٹی رک گیا۔ سرخ اوڑھنی اور چولی پہنے ہوئے ایک دیہاتی حسینہ نظر آئی۔ سرو قامت، پھول کی طرح کھلا ہوا چہرہ دودھیا رنگ، گالوں پر سرخی، آنکھوں میں چمک لئے وہ کھیتوں کے کنارے کنارے آگے بڑھ رہی تھی۔

"اُف۔ کیا حُسن ہے۔ کیا تم اس حسین لڑکی سے بات کرنے کی اجازت بھی نہیں

دو گے؟" ڈاکٹر کے قدم رک گئے تھے۔

"ضرور.......... اسی حسن کے بارے میں تو میں نے تم سے کہا تھا۔" میں مسکراہٹ روکتے ہوئے بولا۔

"تو پھر آؤ' اس سے باتیں کریں" ڈاکٹر خوش ہوتے ہوئے بولا۔

"ایک آدمی جائے ورنہ وہ گھبرا جائے گی۔"

"مگر مجھے تو مقامی زبان نہیں آتی۔" ڈاکٹر نے پریشانی سے کہا۔

"آنکھوں کی زبان ساری دنیا میں سمجھی جاتی ہے۔ تم دل کی بات آنکھوں سے کہنا۔ وہ سمجھ جائے گی۔" میں نے جواب دیا اور ڈاکٹر نے گردن ہلا دی۔ میں تھوڑے فاصلے پر چلنے لگا۔ اور ڈاکٹر سڑک سے اتر کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ لڑکی چونک کر رک گئی تھی۔ ڈاکٹر ٹی ٹی نے پیار بھرے انداز میں اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ یہ اس نے جلد بازی کی تھی' ورنہ جو کچھ ہوا اس میں ذرا سی دیر ضرور لگتی۔ دوسرے لمحے چٹاخ کی آواز آئی۔ تھپڑ اتنا زوردار تھا کہ ٹی ٹی کا رخ بدل گیا تھا اور قدم لڑکھڑانے لگے۔ اس کے ساتھ ہی لڑکی زور زور سے چیخنے لگی تھی۔ "بابا.......... بابا.........."

"کون ہے؟ کیا ہے؟" کافی دور سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"یہ سفید چوہا مجھے چھیڑ رہا ہے۔ جلدی آؤ بابا۔" اور کھیتوں سے ایک قوی ہیکل شخص باہر نکل آیا۔ اس کے ہاتھوں میں چوڑے پھل والا کلہاڑا تھا۔ دوسرے لمحے ٹی ٹی نے سڑک پہ چھلانگ لگا دی۔ میں نے بھی تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا تھا۔ دیہاتی آدمی تھا۔ ممکن ہے زیادہ ہی جذباتی ہو جاتا۔ اس لئے بھاگنا بہتر تھا۔ ٹی ٹی پوری قوت سے دوڑ رہا تھا۔ یوں ہم بہت دور نکل آئے۔ ٹی ٹی کی بدحواسی دیکھ کر میرے پیٹ میں بل پڑے جا رہے تھے لیکن بہرحال جان مجھے بھی بچانی تھی۔ ہم دونوں دیر تک دوڑتے رہے۔ ڈاکٹر ٹی ٹی کی سانس بری طرح پھول رہی تھی۔

"لعنت ہے۔ لعنت ہے۔" وہ ہانپتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"بس بس۔" میرا خیال ہے ہم ان لوگوں کو کافی پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ اب رفتار سست کر دو ڈیئر ٹی ٹی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم ہنس رہے ہو' میری بری حالت ہے۔"

"مگر کیوں ڈاکٹر؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ.......... وہ وحشی عورت' تم نے مجھے کس چکر میں پھنسا دیا تھا؟"

"اوہ' دیہاتوں کے حسن میں وحشت ہی ہوتی ہے ڈاکٹر۔"

"لعنت ہے اس حسن پر کم بخت نے اس زور سے میرے منہ پر تھپڑ مارا تھا کہ گردن ہی ٹیڑھی ہو گئی ہے۔ مجھے اندیشہ تھا اگر ایک تھپڑ اور مار دیتی تو میری گردن ہی ٹوٹ جاتی۔"

"بڑی جاندار ہوتی ہیں یہ دیہاتی لڑکیاں۔"

"میں کہتا ہوں فضول بکواس مت کرو' میں.......... میں اس سے اپنی توہین کا انتقام ضرور لیتا اگر وہ کم بخت نہ آجاتا۔ افوہ بڑا دیوہیکل تھا۔ اگر وہ اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے ہتھیار سے مجھ پر حملہ کر دیتا تو کیا ہوتا؟"

"دو ٹکڑے ہو جاتے ڈاکٹر' اس کے علاوہ کیا ہوتا۔" میں نے کہا اور ڈاکٹر بری طرح چڑ گیا۔ "میں سمجھ گیا سب کچھ سمجھ گیا۔ تم نے جان بوجھ کر یہ شرارت کی تھی۔"

"نہیں ڈاکٹر یہ تم الزام لگا رہے ہو۔ کیا تمہارے خیال میں اس لڑکی سے میں نے کہہ دیا تھا کہ وہ تمہارے ساتھ یہ سلوک کرے؟"

"مگر.......... مگر پھر اس نے یہ کیوں کیا۔ میں نے تو اس سے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔ بس میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے یہی کہا تھا کہ تم کتنی خوصورت ہو۔" ڈاکٹر نے مظلوم انداز میں کہا۔

"اس نے بھی تھپڑ مار کر تمہارے سوال کا جواب دیا تھا۔ ان لوگوں کی اپنی رسمیں ہوتی ہیں ڈاکٹر۔ بعض علاقوں میں محبت کے جواب میں محبت کا اظہار اسی طرح کیا جاتا ہے۔ کلہاڑے والا شخص اس لڑکی کا باپ تھا۔ وہ اپنی بیٹی کی پسند اپنے پاس رکھ لیتا۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے کہا نا کہ مختلف رسمیں ہوتی ہیں۔ بعض دیہاتی ہر اس شخص کو جس نے پہلی بار ان کی بیٹی کے لئے پسندیدگی کا اظہار کیا ہو' ہلاک کر کے اس کا سر اپنے پاس محفوظ کر لیتے ہیں تاکہ لوگوں کو اپنی بیٹی کے حسن کے بارے میں بتا سکیں۔"

"لعنت ہے ان رسومات پر۔ تم اسی لئے قریب نہیں گئے تھے؟"

"ایک وقت میں ایک ہی شخص اپنی پسند کا اظہار کر سکتا ہے' ورنہ صورت حال بگڑ جاتی ہے۔"

"یہ تو افریقہ کے وحشی علاقوں سے بھی زیادہ خوفناک رسم ہے۔" نہ جانے کیوں ڈاکٹر ٹی ٹی کو میری بات کا یقین آگیا۔ "شہریوں میں تو یہ رسومات نہیں ہوتیں۔"

"بعض دیہاتوں میں بھی نہیں ہوتیں۔" میں نے جواب دیا۔ ہم دونوں آگے بڑھتے رہے۔ ڈاکٹر کے حواس ابھی تک بحال نہیں ہوئے تھے ابھی ہم نے زیادہ سفر طے نہیں کیا تھا کہ عقب سے ایک کار کے ہارن کی آواز سنائی دی اور میں نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا۔ ایک انتہائی قیمتی اور لمبی لینڈرروور سڑک پر آرہی تھی۔ ہم بالکل کنارے ہو گئے اور لینڈرروور ہمارے نزدیک سے گزر گئی۔ لیکن تھوڑی دور جا کر وہ رک گئی۔ اور پھر ریورس ہوکر ہمارے نزدیک آگئی۔ "کیا تم لوگوں کو لفٹ درکار ہے؟" ڈرائیونگ سیٹ سے کسی نے سر نکال کر پوچھا اور ڈاکٹر کی حالت کے پیش نگاہ میں نے یہی مناسب سمجھا کہ دوسرے اسٹیشن تک لفٹ لے لی جائے.......... چنانچہ میں ڈرائیور کی طرف بڑھ گیا۔ ڈرائیور نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا تھا۔ پچھلی سیٹ پر ایک عورت دراز تھی۔ طویل قامت سیاہ فام عورت جس کی عمر تیس بتیس سے کم نہیں ہو گی۔ انتہائی جدید لباس تھا اور سیاہ فام ہونے کے باوجود اس کے خدوخال بے پناہ دلکش تھے۔ ہمیں دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہیلو شریف آدمیو۔"

"ہیلو مادام.........." میں نے گردن جھکا کر کہا۔ ڈرائیور نے لینڈرروور آگے بڑھا دی تھی۔ لینڈرروور ایئرکنڈیشنڈ تھی اور اندر سے اسے قیمتی چیزوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ یوں بھی وہ اتنی بڑی تھی کہ چھوٹی موٹی بس معلوم ہوتی تھی۔

"کہاں سے آرہے ہو اور کہاں جارہے تھے؟" اس نے پوچھا۔

"سیاح ہیں مادام.......... پچھلی بستی میں ٹرین سے اتر گئے تھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہاں سے ٹرین شام تک ملے گی اس لئے اگلے اسٹیشن کی طرف پیدل چل دیئے تھے۔"

"تم مقامی ہو اور یہ صاحب یورپین؟"

"جی ہاں۔"

"تعارف نہیں کراؤ گے اپنا؟"

"میرا نام شہاب الدین تیموری ہے اور یہ مسٹر ٹی ٹی ہیں.......... ڈاکٹر ٹی ٹی"

"ویسے آپ کو دیکھ کر میں شدید حیران ہوں خاتون!" ڈاکٹر ٹی ٹی نے اب سانسوں پر قابو پا لیا تھا۔

"کیوں؟" وہ نرم اور پر اخلاق انداز میں مسکرائی۔

"براعظم افریقہ یوں تو اپنے وحشت خیز حسن میں یکتا ہے لیکن یہاں والوں کے خدوخال حسین نہیں ہوتے۔ یوں لگتا ہے جیسے آپ وہاں کے باشندوں کی نہیں بلکہ اس بے پناہ حسین اور پراسرار علاقے کی ساری دلکشی اپنے چہرے میں سمیٹ لائی ہیں۔ میں نے ساری زندگی ایسے حسین چہرے کا تصور بھی نہیں کیا۔" ٹی ٹی نے اپنا مخصوص راگ شروع کر دیا۔

"اور آپ یورپ کی بیباکی کی نمائندگی کر رہے ہیں جبکہ مشرقی باشندہ خاموش ہے۔" عورت نے ہنستے ہوئے کہا۔ ہنستے ہوئے اس کے بائیں گال میں ایک انتہائی خوشنما گڑھا نمودار ہو گیا تھا۔ جس نے اس کی کشش بڑھا دی تھی۔

"اس کے ذہن میں کیا ہے یہ آپ کو نہیں معلوم۔ یہ لوگ صاف گو ہوتے ہیں۔" ڈاکٹر نے ہار نہیں مانی تھی۔

"ہاں لیکن مخلص دوست نہیں ہوتے۔ اب دیکھ لیں ایک ذرا سی بات پر آپ اپنے دوست کی برائیاں گنانے بیٹھ گئے.........." وہ ہنس کر بولی۔ اور میں بھی ہنسنے لگا۔ ڈاکٹر چند ساعت تو خاموش رہا لیکن پھر وہ بھی ہماری ہنسی میں شریک ہو گیا۔ پھر بولا "لیکن آپ نے ابھی تک اپنا تعارف نہیں کرایا؟"

"مجھے برجیتا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ افریقہ سے ہی تعلق رکھتی ہوں اور دنیا کی سیاحت پر نکلی ہوں۔ یہاں اپنی ایک دوست کے ساتھ نادرپور میں ٹھہری ہوں۔ نادرپور میں یہ موسم سفید لومڑیوں کے شکار کا موسم ہوتا ہے۔ بڑا خوبصورت موسم ہے یہاں کا۔ آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟"

"آپ کو دیکھنے کے بعد اب نادرپور کے علاوہ اور کہاں جائیں گے۔" ڈاکٹر نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور سیاہ فام عورت نیم باز آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"خوب.......... اچھا ہے نادرپور تک ساتھ رہے گا۔ میں ایک کام سے آئی

ہوئی تھی اور اب نادر پور جا رہی ہوں۔ ویسے مسٹر ٹی ٹی آپ دلچسپ انسان ہیں۔"

"میرا دوست بھی دلچسپ انسان ہے۔ بس ذرا دیر سے کھلتا ہے۔ ویسے خاتون آپ کے مشاغل کیا ہیں؟"

"شکار.......... " عورت نے جواب دیا۔

"صرف لومڑیوں کا.......... یا..........؟"

"جو بھی مل جائے۔" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ میں اس پر غور کر رہا تھا۔ خاصی پراسرار شخصیت کی مالک تھی۔ نرم چہرہ' نرم آنکھیں۔ لیکن اس کی شخصیت میں کوئی خاص بات تھی جسے میں صرف محسوس کر رہا تھا۔ الفاظ میں نہیں بیان کر سکتا تھا۔

"مثلاً" جیسے ہم لوگ مل گئے ہیں۔" ڈاکٹر نے مصنوعی خوف کا اظہار کیا اور وہ ہنسنے لگی۔ "میرے آباؤ اجداد یقیناً" آدم خوری کرتے ہوں گے لیکن افسوس' اب ہم یہ شوق چھوڑ چکے ہیں ورنہ شاید۔" وہ بدستور ہنستے ہوئے بولی۔ ڈاکٹر اس سے دلچسپ گفتگو کرتا رہا۔ میں نے ان باتوں میں بہت کم حصہ لیا تھا۔ برجیتا ہم سے کسی قدر بے تکلف ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اس نے گھڑی دیکھی اور چونک کر ڈرائیور کی طرف متوجہ ہو گئی۔ "ارے تم گاڑی چلا رہے ہو یا چہل قدمی کر رہے ہو۔ کیا اس طرح ہم دوپہر تک نادر پور پہنچ سکتے ہیں؟"

"جی۔ سڑک زیادہ اچھی نہیں ہے۔" ڈرائیور نے کسی قدر گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن گاڑی ضرور اچھی ہے۔ میں نے اپنی دوست سے لنچ پر پہنچنے کا وعدہ کیا ہے۔ میں ہر قیمت پر لنچ اس کے ساتھ کروں گی۔ رفتار بڑھاؤ۔" اس نے کہا اور ڈرائیور نے ایکسیلیٹر پر مزید دباؤ ڈال دیا۔ وہ اب خاموش ہو گئی جیسے گفتگو کرتے کرتے تھک گئی ہو یا مزید گفتگو نہ کرنا چاہتی ہو۔ ہم دونوں نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد اس نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "روک دو.......... گاڑی روک دو ...." اور ڈرائیور نے آہستگی سے بریک پر پاؤں رکھ دیا۔ پھر اس نے رفتار سست کر کے گاڑی روک دی۔ "جاؤ پیچھے بیٹھو۔" اور ڈرائیور دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔

"آپ لوگ آگے آ جائیں.......... آ جائیں پلیز.........." اور ڈاکٹر ٹی ٹی جلدی

سے دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ وہ برجیتا کے برابر بیٹھ گیا جس نے اب اسٹیرنگ سنبھال لیا تھا۔ میں بھی ٹی ٹی کے برابر بیٹھ گیا اور برجیتا نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ اس نے ایک چشمہ نکال کر آنکھوں پر چڑھا لیا تھا۔ اور پھر گاڑی کی رفتار پکڑنے لگی۔

"یہاں کے لوگ بہت بزدل ہوتے ہیں۔" وہ بڑبڑائی۔

"ہاں ڈرائیونگ تو یہاں واقعی سست ہوتی ہے۔" ڈاکٹر نے لقمہ دیا۔

"مسٹر شہاب آپ کا کیا خیال ہے؟" وہ شاید مجھے بولنے پر مجبوری کرنا چاہتی تھی۔

"سست رفتاری بزدلی کی علامت تو نہیں ہے۔ اس کی دوسری وجوہ بھی ہیں۔ مثلاً خراب سڑکیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں سڑکیں تو واقعی بے حد خراب ہیں۔ ویسے آپ لوگ کیا کرتے ہیں۔ خاص طور پر آپ مسٹر شہاب؟ آپ کے بدن کی بناوٹ تو ظاہر کرتی ہے کہ آپ ورزشی انسان ہیں۔ بلکہ میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ آپ کافی سخت جان اور محنت کش انسان ہیں۔ ڈاکٹر کے پروفیشن سے واقف ہی ہو چکی ہوں۔ یوں بھی یہاں آپ کے مہمان ہوں گے۔"

"آپ کو جسموں کی بناوٹ کا کافی تجربہ ہے؟" ڈاکٹر نے کسی قدر ناگواری سے کہا۔

"ہاں' یہ میری ہابی ہے۔ میں نے کئی پہلوان ملازم رکھے ہیں۔ وہ جسمانی طور پر بہت شاندار ہیں۔ میں آپ کو دعوت دیتی ہوں کہ ایک دو دن میرے ساتھ قیام کریں۔ آپ دلچسپی محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔"

"عجیب شوق ہے۔ عام عورتوں سے مختلف۔"

"ہاں' میں عام عورت نہیں ہوں۔" اس نے غرور سے کہا۔ گاڑی کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ یوں بھی لینڈرووَر مخصوص قسم کی تھی اور اس کی رفتار عام گاڑیوں سے زیادہ تیز تھی۔ ڈاکٹر کی گفتگو رک گئی۔ گاڑی اس وقت ایک سو ساٹھ کلومیٹر کی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ ویسے اس کی رفتار حد دو سو پچاس کلو میٹر تک تھی۔ اور سوئی آگے ہی بڑھتی جا رہی تھی۔

"یہاں کی سڑکیں اس رفتار کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔" چند ساعت کے بعد

ڈاکٹر نے بھینچی بھینچی آواز میں کہا۔

"مگر میں لنچ سے قبل نادرپور پہنچنا چاہتی ہوں۔"

"مگر ہم لنچ سے قبل جہنم نہیں جانا چاہتے۔" ڈاکٹر بولا اور وہ آہستہ سے ہنس پڑی۔ رفتار بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ میں خاموش تھا۔ اس وقت اس کی ذرا سی لغزش ہمیں فنا کر سکتی تھی۔ سوئی اب دو سو پر پہنچ گئی تھی۔ ڈاکٹر نے آنکھیں بند کر لیں۔

"یورپین اتنے بزدل تو نہیں ہوتے۔"

"بب......... بزدلی کی کیا بات ہے۔ مجھے تو اس سبک رفتاری پر نیند آ رہی ہے۔" ڈاکٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور وہ مسکراتی رہی۔ رفتار دو سو سے اوپر نہیں ہوئی لیکن یہ رفتار بھی معمولی نہیں تھی۔ پھر خاموشی ہی رہی اور پھر نادرپور کے آثار نظر آنے لگے۔ گاڑی جب نادرپور میں داخل ہوئی تو میں نے سکون کی سانس لی۔ شہر میں داخل ہو کر رفتار خودبخود سست ہوتی گئی کیونکہ کافی چڑھائی تھی اور سڑکیں بھی مصروف تھیں۔ ویسے نادرپور کا یہ طویل سفر اتنے سفر کے آدھے سے بھی کم وقت میں طے کر لیا گیا تھا۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ خاتون ہمیں کسی مناسب جگہ اتار دیں۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟ میرے مہمان نہیں بنو گے؟"

"آپ اپنا پتہ دیدیں۔ کسی وقت حاضر ہوں گے۔"

"تم لوگوں سے تو زیادہ گفتگو بھی نہیں ہوئی۔ میرا خیال تھا کچھ وقت میرے ساتھ گزارتے۔" اس نے دعوت دینے والی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس میں حرج ہی کیا ہے شہاب۔ ہم کچھ وقت مادام برجیٹا کے ساتھ گزاریں گے اور پھر کسی ہوٹل میں منتقل ہو جائیں گے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ جب ہوٹل میں ہی قیام کرنا ہے تو پھر اتنی جلدی کس بات کی ہے؟" وہ بولی اور میں خاموش ہو گیا۔ حالانکہ مجھے ٹی ٹی کی آوارگی پسند نہیں آئی تھی۔ ممکن ہے برجیٹا نے محض اخلاقاً ہی ہمیں مدعو کیا ہو۔ اس صورت میں ہم بلاوجہ اس پر بوجھ بن جاتے۔

گاڑی اب مختلف موڑ کاٹ رہی تھی اور ڈاکٹر ٹی ٹی نادرپور کی بناوٹ دیکھ رہا تھا۔

یہ شہر جدید طرز پر تعمیر کیا گیا تھا۔ خاص طور سے اس وقت اس کی از سر نو تعمیر کی گئی جب برفباری کے موسم میں یہ سیاحوں کی دلچسپی کا مرکز بن گیا تھا۔ سفید لومڑیوں کے شکاری اس موسم میں اس طرف ٹوٹ پڑتے تھے اور ہوٹلوں وغیرہ میں تل دھرنے کی جگہ نہیں رہتی تھی۔ شہر کے مختلف حصوں میں رہنے والے اپنے مکانات کرائے پر اٹھا دیتے تھے اور اس طرح انہیں بہت اچھی آمدنی ہو جاتی تھی۔ حکومت نے یہ صورت حال دیکھ کر یہاں سیاحوں کی سہولت کے لئے مزید انتظامات کئے تھے۔ کئی شاندار ہوٹل تعمیر کئے گئے۔ شہر میں مزید سہولتوں کا بندوبست کیا گیا اور پھر لومڑیوں کی افزائش کا انتظام بھی کیا گیا۔ سال کے نو مہینے یہاں شکار بند رہتا تھا اور صرف تین مہینے کے لئے شکار کے لائسنس جاری کئے جاتے تھے۔ اس طرح حکومت کو کروڑوں کے زرمبادلہ کی آمدنی یہاں سے ہونے لگی تھی اور نادرپور کی تقدیر بدل گئی تھی۔

مادام برجیٹا اونچی نیچی سڑکوں سے گزر کر ایک انتہائی خوبصورت عمارت کے بڑے پھاٹک سے اندر داخل ہو گئی۔ عمارت وسیع علاقے میں پھیلی ہوئی تھی۔ سامنے دوطرفہ لان تھا جس کی گھاس سبز اور ترتیب سے کٹی ہوئی تھی۔ دیواروں کے کنارے کنارے گھنے اور پھیلے ہوئے درخت ایک دوسرے سے جڑے کھڑے تھے اور اتنے نزدیک نزدیک تھے کہ دیواریں چھپ گئی تھیں۔ لان کے اختتام پر ایک وسیع پورچ تھا جس میں کئی قیمتی کاریں کھڑی نظر آ رہی تھیں۔ اسی پورچ میں لینڈ روور رک گئی۔ فوراً ہی دو ملازم لپکے اور پیچھے سے ڈرائیور بھی نیچے اتر آیا تھا۔ تب برجیٹا نے ڈرائیور سے کہا۔ "مہمانوں کو مہمان خانے میں لے جاؤ اور ان کی مدارات کا بندوبست کرو............" "یس مادام۔" ڈرائیور نے گردن جھکا دی اور سیاہ فام عورت ہم سے گفتگو کے بغیر اندر کی طرف مڑ گئی۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟" ڈاکٹر ٹی ٹی میری طرف دیکھ کر بولا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں ڈاکٹر۔ تم نے اس کی میزبانی قبول کی تھی۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

"آیئے جناب۔" ڈرائیور نے ہمارا سامان اٹھا لیا تھا۔ ناچار ہم اس کے ساتھ چل پڑے۔ وہ ہمیں عمارت کے بغلی حصے کی طرف لے چلا یہاں ایک وسیع کمرے میں پہنچ دیا گیا پورے کمرے میں نفیس فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ دو بستر لگے تھے۔ باتھ روم بھی ملحق تھا

اور آسائشوں کا پورا بندوبست تھا۔ تب رائیور نے کہا۔ "آپ لوگ غسل وغیرہ سے فارغ ہو جائیں تو میں آپ کے لئے لنچ کا بندوبست کروں۔"

"ہوں، ٹھیک ہے تم جاؤ۔" میں نے ڈرائیور سے کہا اور مودب انداز میں جھک کر باہر نکل گیا۔ تب میں نے ٹی ٹی کی طرف دیکھا۔ "یہ میزبانی تو کچھ جچی نہیں ٹی ٹی۔"

"ہاں، اس نے ہمیں نظرانداز کر دیا ہے۔ کیا خیال ہے یہاں سے واپس چلیں۔ ہم خود تو نہیں آئے تھے۔ وہ ہمیں اصرر کرکے لائی تھی.........." میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر میں نے ڈاکٹر سے کہا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ آج یہاں گزارہ کریں کم از کم تھکن ہی دور ہو جائے گی۔ کل صبح یہاں سے بہتر قیام کا بندوبست کر لیں گے۔" اور ڈاکٹر نے مجھ سے اتفاق کر لیا۔ غسل کے بعد ہم نے کھانا کھایا اور اطمینان سے بستر پر دراز ہو گئے۔ ڈاکٹر ٹی ٹی مسکرا رہا تھا۔ میں نے اس کی مسکراہٹ کے بارے میں پوچھا۔

"بس کیا بتاؤں۔ بعض اوقات احساس ہوتا ہے کہ نیت واقعی بہت خراب ہو گئی ہے۔ ہر جگہ رال ٹپک پڑتی ہے۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا تم نے کوئی سیاہ فام حسینہ اتنی پرکشش دیکھی ہے؟"

"نہیں، مجھے تم سے اتفاق ہے۔"

"حیرت انگیز طور پر حسین ہے۔ اس کی شخصیت میں کوئی خاص بات ہے۔ ویسے یہ طرز رہائش بتاتا ہے کہ وہ عام حیثیت بھی نہیں رکھتی۔"

"نادر پور اب سے کچھ عرصے قبل کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ لیکن جب سے یہ شکاریوں اور سیاحوں کی جنت بنا ہے یہاں کا طرز زندگی بے حد بلند ہو گیا ہے۔ اور اب یہ اس ملک کا مہنگا ترین شہر ہے۔ یہاں اتنی بڑی عمارت کسی کروڑ پتی کی ہو سکتی ہے۔ اگر کرائے پر بھی لی گئی ہے تو ہزاروں روپے ماہانہ کرایہ ہو گا اس کا۔"

"پوری عمارت شاندار فرنیچر اور نفیس چیزوں سے آراستہ ہے۔"

"ہوں۔" میں گہری سانس لیکر خاموش ہو گیا۔ شام کی چائے کے لئے ہمیں لان پر دعوت دی گئی۔ مادام برجیتا اس وقت چائے پر ہمارے ساتھ شریک ہوئی تھی۔ "ہیلو دوستو.......... مجھے یقین ہے کہ تم پرسکون ہو گے؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم مطمئن ہیں۔ لیکن معاف کیجئے گا مادام۔ ہمیں یہاں آکر زیادہ خوشی بھی نہیں

ہوئی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ، کیوں۔ کوئی تکلیف پہنچی ہے؟" وہ چونک کر بولی۔

"دوپہر کو آپ نے ہمیں قطعی نظرانداز کر دیا تھا۔ حالانکہ ہم آپ کی دعوت پر یہاں آئے تھے۔"

"اوہ۔" وہ پرخیال انداز میں مجھے دیکھتی رہی۔ پھر ندامت آمیز لہجے میں بولی۔ "یہ میری کمزوری ہے۔ کسی الجھن میں پھنس جاؤں تو بالکل ہی حواس باختہ ہو جاتی ہوں۔ ہاں تمہاری شکایت درست ہے میں اس کے لئے معافی چاہتی ہوں۔ دراصل جس سے میں لنچ پر پہنچ جانے کا وعدہ کرکے گئی تھی وہ خود میرے استقبال کے لئے موجود نہیں تھی۔ یہ بات میرے لئے الجھن کا باعث بن گئی۔ وہ اچانک ہی کسی کو اطلاع دیئے بغیر چلی گئی ہے اور میں اس وقت تک الجھن میں رہی جب تک مجھے اس کا فون نہ موصول ہو گیا۔ وہ دارالحکومت میں ہے اور ابھی نہ جانے کب تک وہاں رہے گی۔ بہرحال اب میں پرسکون ہوں۔ اور معافی تو مانگ ہی چکی ہوں۔" وہ دلآویز انداز میں مسکرائی اور "آپ لوگ مجھے اتنے سنگدل بھی نہیں معلوم ہوتے کہ اتنی سی خطا معاف نہ کر سکیں۔"

"میں نے تو آپ کو آپ کی پہلی مسکراہٹ پر ہی معاف کر دیا تھا۔ ان کی بات میں نہیں کرتا۔" ڈاکٹر ٹی ٹی نے کہا اور وہ نیم باز آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ ڈاکٹر ٹی ٹی نے بھی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دی تھیں۔ اور پھر تو یوں لگا جیسے دونوں کو سکتہ ہو گیا ہو۔ دونوں ساکت و جامد ایک دوسرے کو گھور رہے تھے اور میں باری باری دونوں کی شکلیں دیکھ رہا تھا مجھے برجیتا کی پرکشش آنکھوں میں ایک خوفناک چمک محسوس ہوئی تھی اور پھر اچانک وہ کرسی سے گر پڑی۔ اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر نے اس کے چہرے پر سے نگاہیں ہٹالی تھیں۔

"یہ دوسری بات ہے ڈاکٹر.........." اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ ڈاکٹر ٹی ٹی کرسی کی پشت سے ٹک گیا تھا۔

"ہاں تو مسٹر شہاب۔ کیا مشاغل ہیں آپ لوگوں کے؟" اس نے ٹی ٹی پر سے توجہ ہٹالی تھی لیکن میں کسی قدر حیرت سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ برجیتا کا گرنا اور اس کے پراسرار الفاظ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ "کہاں کھو گئے مسٹر

شباب؟" اس کے الفاظ نے مجھے چونکا دیا۔ "میں نے پوچھا تھا آپ کے کیا مشاغل ہیں؟"

"سیاحت.......... آوارہ گردی.........." میں نے جواب دیا۔

"کسی بڑے باپ کے بیٹے ہو گے۔ اور کوئی کام نہیں کرتے آپ؟"

"نہیں۔"

"یہ انمول ہیرا کہاں سے ہاتھ لگا؟" وہ ٹی ٹی کی طرف دیکھ کر بولی۔

"جہاں سے بھی ہاتھ لگا برائے فروخت ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ کیا قیمت لو گے۔ میں ہر قیمت پر یہ خریدنا چاہتی ہوں۔"

"آپ کے لئے مفت۔"

"زبان سے تو نہیں پھرو گے؟" وہ ہنس کر بولی۔ اسی وقت ٹی ٹی نے دخل دیا۔ "اے محترمہ.......... اے محترمہ ذرا میری بھی تو سنیئے۔ یہ مول تول غلط ہو رہا ہے۔ میں ان کی ملکیت نہیں ہوں۔"

"میری ملکیت بن جاؤ۔" وہ انداز دلربائی سے بولی۔

"سوچ لو۔ بہت مہنگا پڑوں گا۔"

"تم اقرار تو کرو میری جان۔" اس نے بڑی بیباکی سے کہا اور ٹی ٹی نے بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ "کیا خیال ہے شباب واپسی ممکن ہو گی؟" اور میں اس کے اس انداز پر ہنس پڑا۔ اسی دوران چائے آگئی اور سلسلہ گفتگو تھوڑی دیر کے لئے منقطع ہو گیا۔ لیکن برجیٹا بدستور مسکرا رہی تھی۔ ملازموں نے چائے بنا کر ہمارے سامنے رکھ دی۔ دوسری بہت سی چیزیں بھی تھیں۔ جن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے برجیٹا نے کہا۔ "کیا سوچا ڈاکٹر؟"

"ہمیں مشورہ کرنے کے لئے کچھ وقت دو۔ پھر جواب دیں گے۔" ڈاکٹر چائے کا گھونٹ لیکر بولا اور وہ مسکرا کر گردن ہلانے لگی۔ "مگر ذرا جلدی"

میں خاموشی سے چائے پی رہا تھا۔ برجیٹا بھی اب کسی سوچ میں گم ہو گئی تھی۔ پھر وہ چونک کر بولی۔ "لیکن یہ قوت اب کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ کیا تمہارا دوست واقف ہے؟" سوال ڈاکٹر سے تھا.......... ڈاکٹر اس سوال کا فوری جواب نہیں دے سکا تھا۔

"تم اس سے کس حد تک واقف ہو؟" چند ساعت کے بعد ڈاکٹر نے پوچھا۔

"کافی حد تک.......... میرا باپ اس قوت کا بادشاہ تھا۔ جب تک زندہ رہا اس کے دشمن اس کے سامنے گردن جھکائے پالتو کتوں کی مانند دم ہلاتے رہے۔ یہ اس کا عطیہ ہے کہ میں تمہارے ٹرانس میں نہیں آسکی۔ اس نے ہپناٹزم کے ذریعے ہی میرے ذہن کو ہمیشہ کے لئے اس کے اثرات سے آزاد کر دیا تھا۔ صاحب اس کی موت کے بعد بھی میرے ذہن میں وہ قوتیں موجود ہیں کہ کوئی آنکھوں سے مجھے اسیر نہیں کر سکتا۔ اس نے جواب دیا۔

"خود تمہیں اسے سیکھنے سے کوئی دلچسپی نہیں رہی؟"

"کوشش کی تھی، لیکن اس کے قواعد پر عمل نہ کر سکی لیکن اب سیکھنا چاہتی ہوں۔"

"تم واقف ہو کہ یہ مشق کا کھیل ہے۔"

"ہاں میرے پاس کافی وقت ہے۔ سکھادو گے؟"

"تمہارے پورے وجود میں اتنی کشش ہے کہ اس کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ کیا کرو گی سیکھ کر؟"

"اس کشش کو دو آتشہ اور سہ آتشہ کروں گی تاکہ اپنے پسندیدہ نوجوان کو ایک نگاہ دیکھوں اور وہ میرا غلام بن جائے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ اس مسکراہٹ میں بڑی بیباکی تھی۔

"فی الحال تو میرا نام اپنے غلاموں میں لکھ لو۔" ڈاکٹر ٹی ٹی بھی کسی سے کم نہیں تھا۔

"تم؟" اس نے شرارت آمیز نگاہوں سے ڈاکٹر کو دیکھا اور ہنس پڑی۔ "تم نے جوانی کہاں کھو دی ڈاکٹر؟ لیکن میرا خیال ہے کہ تمہیں جوانی کی خبر بھی نہ ہوئی ہو گی۔ کھنڈرات بتا رہے ہیں کہ بنیادیں ہی کمزور رہی ہوں گی۔"

"چیلنج کر رہی ہو؟" ڈاکٹر نے کہا اور وہ پھر ہنس پڑی۔

"نہیں۔ میں گھاٹے کے سودے کرنے کی عادی نہیں ہوں۔ ویسے تمہاری فطرت پسند آئی ہے۔ کچھ ہو یا نہ ہو بیباک ضرور ہو.......... اور تمہارے برعکس تمہارا ساتھی بڑا خاموش طبع اور شرمیلا سا ہے۔ کیوں مسٹر شباب، غلط تو نہیں کہہ

رہی؟"

"آپ لوگوں کی گفتگو نے ہی اتنا بدحواس کر دیا ہے کہ اپنے لئے کوئی گنجائش نہیں پا رہا۔" میں نے جواب دیا............ اسی وقت ایک ملازم نزدیک پہنچ گیا............

"مادام"........... اس نے جھک کر کہا۔ "آپ کا فون ہے۔"

"اوہ۔ اچھا........... براہ کرم محسوس نہ کرنا........... " اس نے کہا اور اٹھ گئی۔

ڈاکٹر دانت بھینچے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ بلاشبہ جسمانی طور پر دس بیس لاکھ میں اس کا انتخاب کیا جا سکتا تھا۔ بے حد پرکشش عورت تھی۔ "کمال ہے۔" ڈاکٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم بھی کافی باکمال ہو ڈاکٹر۔ لیکن کافی خطرناک عورت معلوم ہوتی ہے۔ تمہیں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔"

"ہر طرح سے خطرناک ہے شہاب لیکن مجھے پسند آئی ہے میں کیا کروں۔ یقین کرو زندگی میں بے شمار سیاہ فام لڑکیاں دیکھی ہیں لیکن سیاہ فاموں میں ایسی حسین لڑکی یا عورت کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔"

"تم نے اسے ٹرانس میں لانے کی کوشش کی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ لیکن وہ بے پناہ مضبوط قوت ارادی کی مالک ہے۔ اس کے علاوہ ہپناٹزم کی علامات سے واقف ہے اس لئے اس نے خود کو محفوظ کر لیا۔ میں نے اسے شدید ذہنی جھٹکے دیئے تو وہ جسمانی توازن نہ سنبھال سکی لیکن ذہنی طور پر متاثر نہیں ہوئی تھی۔"

"بہرحال عام عورت نہیں ہے جس انداز سے سامنے آئی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ صرف........... " میں نے جملہ ادھورا چھوڑا دیا۔ ڈاکٹر ٹی ٹی میری بات کی طرف متوجہ ہی نہیں تھا۔ وہ کسی اور سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر اس نے چونک کر کہا۔ "واپس نہیں آئی۔ کافی دیر ہو گئی۔" میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اور پھر وقت گزرتا رہا۔ ہم یہاں بیٹھے بور ہو گئے تھے۔ تب میں اٹھ گیا۔ "تم چاہو تو انتظار کرو۔ میں چلتا ہوں۔"

"اوہ۔ میں بھی چل رہا ہوں۔ خاص عورت ہونے کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ہم بے وقوف ہیں۔" ڈاکٹر نے کہا اور ہم دونوں اندر چل پڑے۔ صدر دروازے تک

پہنچے ہی تھے کہ ایک حسین لڑکی دروازے میں نمودار ہوئی۔ شاید برطانوی تھی۔ اس نے گردن خم کی اور مسکراتی ہوئی بولی۔ معاف کیجئے گا۔ مادام پھر مصروف ہو گئی ہیں۔ آپ لوگ آرام کریں۔"

"جی۔" میں نے گردن ہلا دی۔ لیکن ڈاکٹر اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ "مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے مس؟" اس نے سوالیہ انداز میں لڑکی کی طرف دیکھا۔

"سوزن میرا نام ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"خوب۔ تو کیا آپ مجھے کچھ وقت دے سکتی ہیں؟"

"کیوں نہیں۔ آیئے میرے ساتھ۔" اس نے جواب دیا اور ڈاکٹر نے معذرت آمیز انداز میں مجھے دیکھا اور لڑکی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ میں بیزاری کے انداز میں اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ ویسے اب اس حماقت سے بوریت ہونے لگی تھی۔ اس سے زیادہ یہاں رہنا حماقت تھی۔ اس نے ہمیں راستے میں لفٹ دیدی۔ لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ ہم اس کے ساتھ ہی رہنے لگیں۔ اس کی اپنی مصروفیات بھی ہوں گی۔ چنانچہ بہتر تھا کہ یہاں سے نکل چلا جائے۔ ایک آرام کرسی میں دراز ہو کر میں نادرپور کے نواح کی سیر اور یہاں اپنی تفریحات کا تعین کرنے لگا۔ بعض اوقات ڈاکٹر ٹی ٹی کی شخصیت بور معلوم ہونے لگتی تھی۔ خاص طور سے اس کی یہ عادت بہت ناگوار گزرتی تھی کہ ہر لڑکی کو دیکھ کر گدھا بن جاتا تھا۔ اسے کہیں قرار نہیں تھا۔ اسے برداشت کرنے کے سلسلے میں بس ایک مجبوری تھی۔ وہ یہ کہ میں نے اسے ساتھ رکھنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ اور بہرحال اس نے اپنے گروہ سے کٹ کر میری مدد کی تھی۔

میں نے ایک طویل جماہی لی اور پھر نزدیک پڑے ایک میگزین کی ورق گردانی کرنے لگا۔ کافی دیر گزر گئی۔ رات ہو گئی تھی۔ ایک ملازم آکر لائٹیں جلا گیا۔ اس نے مجھ سے کسی ضرورت کے بارے میں استفسار کیا تھا۔ تقریباً پونے آٹھ بجے ڈاکٹر ٹی ٹی واپس آ گیا۔ وہ بہت مسرور تھا۔ اندر آ کر اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یورپ بہرحال یورپ ہے۔ یہاں کے باشندے فراخ دل اور کشادہ ذہن کے مالک ہوتے ہیں۔ اس لڑکی سوزن نے مجھے اپنا کمرہ دکھا دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ گیارہ بجے اس کی چھٹی ہو جائے گی اور اس کے بعد وہ اپنے کمرے میں میرا انتظار کرے گی۔"

"واقعی یورپ بہت فراخ دل ہے۔" میں نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے

کہا۔

"یہ تم نے خود پر نحوست کیوں طاری کر لی ہے شاب۔ یہاں اور بھی بہت سی لڑکیاں ہیں۔ ویسے کمال کی عمارت ہے۔ بے حد وسیع اور خوبصورت زیادہ ملازم لڑکیاں ہیں۔ عمارت کا کچھ حصہ میں نے دیکھا ہے۔ بہت نفاست سے آراستہ ہے۔"

"عیش کرو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم بھی اپنے اوپر سے یہ خول اتار دو اور باہر نکلو۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے یہاں کافی آزادی ہے۔"

"ہاں نکلوں گا۔" میں نے جواب دیا۔ "ویسے مادام برجیٹا سے ملاقات ہوئی؟"

"نہیں۔ وہ اپنی کار میں بیٹھ کر کہیں گئی ہے۔ سفید رنگ کے لباس میں اتنی حسین نظر آرہی تھی کہ کیا بتاؤں۔ اس سیاہ فام قیامت نے دماغ خراب کر دیا ہے۔"

"اب تم گیارہ بجے کا انتظار کرو گے؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہار یار۔ نہ جانے یہ گیارہ اتنی دیر سے کیوں بجتے ہیں۔" اس نے بے چینی کے انداز میں کہا اور میں نے دوبارہ میگزین اٹھا لیا۔ تقریباً ساڑھے نو بجے ہمیں ڈنر کے لئے بلایا گیا۔ برجیٹا ڈنر پر موجود نہیں تھی۔ میں نے خاموشی سے کھانا کھایا لیکن دل میں فیصلہ کیا تھا کہ صبح کو یہاں سے بوریا بستر سمیٹ لوں گا۔ کھانے کے بعد میں نے آرام کا فیصلہ کیا لیکن ڈاکٹر ٹی ٹی نے مجھ سے اجازت طلب کر لی تھی۔

اپنے کمرے میں آکر میں نے پھر ایک میگزین اٹھا لیا اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا لیکن ذہن پر کچھ دباؤ تھا۔ اور آہستہ آہستہ یہ دباؤ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ نہ جانے کیوں میری آنکھوں میں دکھن ہونے لگی۔ میں نے میگزین رکھ دیا۔ روشنی آنکھوں کو بری لگ رہی تھی۔ میں نے قرب و جوار کے ماحول کو دیکھا اور پھر اٹھ کر روشنی بند کر دی۔ لیکن سر چکرا رہا تھا.......... آخر کیوں.......... آخر کیوں؟

میں بستر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا۔ آنکھیں جھکی جا رہی تھیں۔ ذہن میں سنسناہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ میں بستر پر لیٹ گیا۔ لیکن دماغ میں دھمک ہو رہی تھی۔ ایک انوکھی دھمک.......... میں پریشان ہو گیا۔ یہ دھمک.......... یہ دھمک.......... میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ ہوا کے تیز جھونکے میرے بدن سے ٹکرا رہے تھے.......... یہ ہوا کہاں سے آرہی تھی۔ بدستور تھی۔ دھمک بدستور تھی لیکن

اب یہ دھمک دماغ میں نہیں تھی بلکہ سماعت سے ٹکرا رہی تھی۔ ڈھول کی سی آواز.......... یہ.......... یہ اس عمارت کا کمرہ تو نہیں ہے۔ قرب و جوار میں ٹیلے بکھرے ہوئے تھے۔ تھوڑے فاصلے پر درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور ڈھول کی آواز انہی درختوں کے درمیان سے آرہی تھی۔

یہ ایک ناقابل یقین بات تھی۔ سمجھ میں نہ آنے والی بات۔ ابھی تو میں اس عمارت کے کمرے کے ایک بستر پر تھا اور اب.......... لیکن.......... یہ سب کیا تھا۔ میں اب کسی عمارت میں نہیں تھا.......... کیا.......... کیا مجھے ہپناٹائز کیا گیا ہے۔ کیا یہ صرف نظر کا دھوکہ ہے۔ لیکن کیوں۔ اور کیا ہپناٹزم کے زیر اثر رہنے سے قوت باقی رہ جاتی ہے۔ میں نے اپنے بازو پر زور سے چٹکی لی اور تکلیف کا احساس جاگ اٹھا.......... یہ سب کچھ تصور نہیں تھا۔ تو پھر ڈھول کی آواز بدستور آرہی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب.......... یہ سب کیا ہے کوئی خاص بات تھی۔ یقیناً" کوئی خاص بات تھی۔ اور پھر دفعتاً" میں اس ذہنی انتشار کے جال سے نکل گیا۔ وہ عورت.......... ضرور کسی خاص حیثیت کی حامل تھی۔ گو ہماری ملاقات اتفاقیہ ہوئی تھی لیکن وہ ابتداء ہی سے مجھے پراسرار لگ رہی تھی۔ مگر مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ میں کچھ عرصہ خود سے بے نیاز رہا ہوں۔ وہ دھمک جو ذہن میں پیدا ہوئی تھی کسی خاص اثر کے تحت تھی۔ اس کے بعد سے میری سوچ کا سلسلہ مسلسل نہیں رہا ہے۔ ضرور یہ سلسلہ درمیان میں منقطع ہوا ہے تو کیا اس سلسلے میں افریقی جادوگری کا ہاتھ کارفرما ہے؟

میں نے ایک فیصلہ کیا اور اپنی جگہ سے آگے بڑھ گیا پہلے میں نے سوچا تھا کہ درختوں کے سلسلے کی طرف بڑھوں۔ لیکن پھر میں بائیں سمت کے ٹیلوں کی طرف چل پڑا۔ ایک ٹیلے کے عقب سے نکل کر میں چھوٹے سے مسطح ٹکڑے کو طے کرنے لگا جس کے بعد ٹیلوں کا ایک اور سلسلہ نظر آرہا تھا۔ ابھی میں وہاں پہنچا بھی نہ تھا کہ دفعتاً" ایک تیز چیخ کی آواز سنائی دی۔ بڑی خوفناک چیخ تھی اور اس کے ساتھ ہی ٹیلے کے عقب سے ایک گنبد نما انسان برآمد ہوا۔ گہرا سیاہ رنگ، سر پر پروں کا تاج، مادر زاد برہنہ۔ سیاہ بدن پر سفید لکیریں چمک رہی تھیں۔ قد تین فٹ سے زیادہ نہیں ہو گا لیکن پھیلاؤ بے پناہ تھا۔ میرے ذہن میں گنبد کا تصور بلاوجہ نہیں ابھرا تھا۔ ابھی وہ

سامنے آیا بھی نہ تھا کہ دوسری بار پھر وہی چیخ سنائی دی اور بالکل ویسا ہی ایک دوسرا گنبد نما انسان ٹیلے کے عقب سے نمودار ہو گیا۔ ان کے ہاتھوں میں کسی جانور کے لمبے لمبے سینگ تھے جنہیں ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے انہوں نے بے ہنگم انداز میں اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ رات کا وقت' پراسرار ماحول اور پھر ان دونوں کا وحشیانہ رقص' بڑا خوفناک منظر تھا۔ بلاشبہ ایک عام آدمی کے دل کی حرکت بند کر دینے والا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں حیرت اور خوف کے احساس سے عاری ہو گیا۔ اب میں صرف اس ہنگامے کا مقصد معلوم کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میرے عضلات تن گئے۔ میں خاموشی سے ان کی اچھل کود دیکھتا رہا۔ ذرا سی دیر میں وہ دونوں تھک گئے اور ان کی اچھل کود کی رفتار ست ہونے لگی۔ تب میں آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھا۔ ان کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ مجھے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ رک گئے۔ میں بھی ان سے چند قدم کے فاصلے پر پہنچ کر رک گیا تھا۔ "تھک گئے تم لوگ؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا اور ان دونوں نے نہ سمجھنے والے انداز میں ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔ "اب ان حرکتوں کا مقصد بھی بتاؤ........... ورنہ........... جو کچھ تم نے کیا ہے میں بھی اس کے جواب میں تمہیں کچھ دکھا سکتا ہوں۔"

وہ دونوں خاموش کھڑے رہے۔ مجھے غصہ آرہا تھا۔ چنانچہ میں ایک قدم اور آگے بڑھا اور اب میں نے انہیں پیچھے کھسکتے دیکھا لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ دوبارہ ٹیلے کے پیچھے جائیں۔ کچھ کرنا ضروری تھا اس لئے دفعتاً میں اچھلا۔ اور دونوں ٹانگیں جوڑ کر ان میں سے ایک کے سینے پر ماریں۔ ان سے پٹنا میں مناسب نہیں سمجھا تھا۔ کیونکہ ان گنبدوں کی جسمانی قوت میرے علم میں نہیں تھی۔ لیکن میری اس کوشش کا نتیجہ خاطرخواہ نکلا۔ وہ گنبد نما شخص اپنا توازن نہ سنبھال سکا تھا۔ اور لڑھکتا ہوا ٹیلے سے ٹکرا گیا۔ لیکن دوسرے گنبد نے اچانک اپنا سینگ منہ سے لگایا اور دوسرے لمحے سینگ سے ایک غبار سا نکلا جو براہ راست میرے منہ سے ٹکرایا تھا۔ اور دفعتاً میرا سانس بند ہونے لگا۔ میں نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی لیکن یقیناً اس غبار کی نوعیت کچھ مختلف تھی۔ میرے قدم وزنی ہونے لگے اور ایک بار پھر اس بھاری پن کا احساس ہوا۔ میں نے گرنے سے بچنے کے لئے زمین پر بیٹھ جانا ہی مناسب سمجھا تھا۔ پھر ٹھنڈی زمین پر رخسار رکھ کر مجھے کچھ سکون ملا اور میں ماحول سے بے خبر ہو گیا۔

دوسری بار ہوش آیا تو سورج نکل چکا تھا۔ میرے سامنے وہی کھڑکی تھی جو اس آرام کرسی کے عین سامنے جہاں میں بیٹھا میگزین دیکھ رہا تھا اور میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ ہاں وہی کمرہ تھا وہی بستر تھا۔ میرے ہونٹ بھینچ گئے۔ دوسری بار بے ہوش ہونے کے بعد مجھے دوبارہ وہاں لے آیا گیا تھا۔ لیکن مقصد؟ کیا یہ صرف کھیل تھا۔ خود کو ضرورت سے زیادہ ہوشیار اور تفریح پسند ثابت کرنے کی کوشش۔ لیکن یہ کوشش کسی عام انسان کے حواس خراب کرنے کے لئے تو کافی تھی۔ بے وقوف برجیٹا مجھ سے ناواقف تھی۔

لیکن اب.......... کیا وہ جوابی کھیل سے بچ سکے گی؟ میں نے ہونٹ بھینچ کر سوچا اور پھر میں اطمینان سے اٹھ گیا۔ غسل خانے میں جاکر غسل وغیرہ کیا۔ اور پھر ایک ملازمہ مجھے ناشتے کی اطلاع دینے آگئی۔ میں اس کے ساتھ ہی باہر نکل آیا تھا لیکن ناشتے کے لئے آج ہم اس کمرے میں نہیں گئے جس میں پہلے روز ناشتہ کیا گیا تھا۔ بلکہ اس وقت ملازمہ مجھے کئی راہداریوں سے گزار کر ایک بالکل اندرونی حصے میں لے گئی تھی۔ اور پھر ایک کمرے میں برجیٹا نے میرا استقبال کیا۔ وہ سیاہ ریشمی لباس میں تھی جس پر سرخ بڑے بڑے پھول بنے ہوئے تھے۔ بال ایک خاص انداز میں بندھے ہوئے تھے۔ سامنے ہی ناشتے کی ایک چھوٹی سی گول میز لگی ہوئی تھی۔ "ہیلو..........." وہ دلآویز انداز میں مسکرائی۔

"ہیلو..........." میں نے بھی بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ برجیٹا ناشتے کی میز پر جا بیٹھی اور میں بھی اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔

"رات کیسی گزری؟" برجیٹا نے پوچھا۔

"بڑی دلچسپ" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور اس نے ناشتہ شروع کر دیا۔ "میرا ساتھی کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ اپنی دوست کے ساتھ مصروف ہے۔ انوکھا انسان ہے یوں لگتا ہے جیسے اسے بس عورت کی خوشبو پسند ہو۔ عورت کا کوئی تعین نہیں ہے اس کی نگاہ میں۔"

"ہاں وہ اسی قسم کا آدمی ہے۔"

"تم کس قسم کے آدمی ہو؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بس ایک معمولی سا.......... عام سا آدمی.......... آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا۔"

میں نے جواب دیا۔

"نہیں۔ ابھی مجھے کوئی اندازہ نہیں ہوا۔ ویسے اس سفید فام سے تمہاری دوستی کس طرح ہوئی؟"

"جس طرح آپ سے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یعنی یونہی.......... سرراہ؟"

"ہاں۔"

"عمدہ شخصیت ہے۔ مجھے پسند ہے۔ ویسے پراسرار علوم سے اسے کافی دلچسپی ہے اور خاص دسترس رکھتا ہے۔ ایسا انسان کس قدر خطرناک ثابت ہو سکتا ہے شاید تمہیں اس کا اندازہ نہیں۔"

"خطرناک لوگوں کے بارے میں مجھے واقعی اندازہ نہیں ہوتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں خاموشی سے ناشتے میں مصروف تھا۔ پھر میں نے کہا۔ "بہرحال آپ کی میزبانی کا شکریہ۔ میں اب اجازت چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" وہ اچانک چونک پڑی۔

"نادرپور میں بغرض تفریح آیا ہوں خاتون۔ آپ کا مہمان بننے نہیں۔"

"یہاں کوفت محسوس ہو رہی ہے؟"

"ظاہر ہے یہ تفریحی مقام تو نہیں ہے اور پھر آپ کو مزید تکلیف دینا بھی تو مناسب نہیں ہے۔"

"شکار سے دلچسپی ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ہر قسم کے شکار سے۔" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر آج تم ایک کالے بھیڑیئے کا شکار کرو.......... لطف آجائے گا تمہیں۔"

"سفید لومڑیاں تو یہاں بکثرت ہوتی ہیں۔ یہ کالا بھیڑیا شاید آپ افریقہ سے لائی ہیں؟" میں نے کہا۔ اور وہ ہنس پڑی۔ "بالکل ٹھیک سمجھا ہے تم نے۔ آؤ تمہیں دکھاؤں۔" ہم ناشتے سے فارغ ہو چکے تھے۔ وہ اٹھی تو میں بھی اس کے ساتھ اٹھ گیا۔ برجیٹا اس کمرے میں لگی ایک الماری کے نزدیک پہنچی اور پھر اس نے الماری گھما دی۔ اس کے دوسری طرف ایک دروازہ نظر آیا اور اس نے دروازے میں داخل ہو کر

روشنی کر دی۔ اندر کمرے میں ایک سرخ قالین بچھا ہوا تھا۔ خاصا وسیع گول کمرہ تھا۔ اور قالین کے علاوہ یہاں اور کوئی چیز فرنیچر نام کی نہیں تھی' البتہ کمرے کے درمیان ایک طویل القامت سیاہ فام اوندھا پڑا سو رہا تھا۔ اس کے زوردار خراٹے کمرے میں گونج رہے تھے۔ اس کی جسمانی ساخت دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کا بدن کسی ڈائی میں بنا ہو۔ ایک ایک پٹھا ابھرا ہوا تھا۔ بے پناہ طاقتور معلوم ہوتا تھا۔ اس کا قد خوفناک حد تک لمبا تھا۔

"برجیٹا نے دیوار میں لٹکا ہوا ایک چمڑے کا ہنٹر اتارا اور دبے قدموں سیاہ فام کے نزدیک پہنچ گئی۔ پھر اس کا ہنٹر والا ہاتھ بلند ہوا۔ اور دوسرے لمحے شائیں کی آواز کے ساتھ وہ سیاہ فام کے بدن پر پڑا۔ سیاہ فام سیدھا ہو گیا تھا۔ لیکن برجیٹا نے دوبارہ ہنٹر بلند کیا اور اس بار پھر ایسی ہی آواز ہوئی۔ سیاہ فام اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ لیکن تعجب کی بات تھی کہ اس نے نہ تو کسی خوف اور نہ تکلیف کا اظہار کیا تھا۔ بس یوں لگتا تھا جیسے سوتے سے یہ جاگنا اچھانہ لگا ہو۔ برجیٹا نے دو تین ہنٹر اور مارے تو وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔" نہیں مارو.......... اب میں ہوش میں ہوں۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ اور برجیٹا نے دو ایک ہنٹر اور جھاڑ دیئے۔ سیاہ فام سکون سے کھڑا ہوا تھا۔

"تم میں سے ایک شکار ہے اور دوسرا شکاری۔ فیصلہ تم دونوں کرو گے۔" برجیٹا نے کہا اور سیاہ فام کے سفید دانت نمودار ہو گئے۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں لیکن میں چونک پڑا۔

"آپ کیا کہنا چاہتی ہیں مادام؟" میں نے پوچھا۔

"شکار کرو مسٹر شہاب۔ کیا یہ سیاہ بھیڑیا نہیں لگ رہا تمہیں؟" وہ ہنس کر بولی۔

"گویا یہ آپ کا دوسرا مذاق ہے؟" میں ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"یہی سمجھ لو............"

"اس قسم کے مذاق کا مطلب؟" میں نے سوال کیا۔

"بس میری تفریحات اسی نوعیت کی ہیں۔ تم اندازہ لگا چکے ہو کہ میں عام عورت نہیں ہوں۔" اس نے لاپرواہی سے کہا اور پھر سیاہ فام کی طرف دیکھ کر بولی۔ "بونگا۔ انتظار کیوں کر رہے ہو؟" سیاہ فام نے گردن جھکائی اور برجیٹا ایک طرف ہٹ گئی۔ سیاہ فام نے دونوں بازو پھیلائے اور آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگا۔

"اس تفریح کے نتائج پر بھی غور کیا ہے مادام؟" میں نے غراتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی سیاہ فام نے میرے اوپر چھلانگ لگا دی تھی۔ میں پھرتی سے اونچا اچھل گیا اور وہ جھونک میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس سے لپٹنا یا اس پر حملہ کرنا خطرناک ہو گا۔ میں صرف اسے تھکا کر زیر کر سکتا ہوں اور اس کے لئے مجھے نہایت پھرتی سے کام لینا ہو گا۔ مجھے برجیٹا پر شدید غصہ آرہا تھا۔ لیکن گرم ذہن سے میں مار کھا سکتا تھا۔ اس لئے خود کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

سیاہ فام پلٹ پڑا تھا۔ اس کے منہ سے غراہٹیں سی نکلنے لگی تھیں۔ برجیٹا نے پلٹ کر وہ دروازہ بند کر دیا جس سے ہم اندر آئے تھے۔ میں سیاہ فام کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس بار اس نے نہایت مہارت سے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ لیکن میں نے اس کا اندازہ پورا نہ ہونے دیا۔ اس بار میں اچھلنے کی بجائے بیٹھ گیا۔ اور جونہی وہ مجھ سے ٹکرایا میں پوری قوت صرف کرکے اٹھ گیا۔ سیاہ فام میرے کندھے سے گزر کر فرش پر الٹ گیا تھا۔ برجیٹا نے زور زور سے تالیاں بجائیں۔ وہ بہت خوش نظر آرہی تھی۔ سیاہ فام جھنجھلا گیا تھا۔ اس نے قلابازی کھائی اور اس بار میں اس پر کوئی عمدہ ضرب لگانا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ اب دیوار مجھ سے زیادہ دور نہیں رہ گئی تھی۔ اس بار سیاہ فام منہ سے کریہہ آوازیں نکالتا ہوا کسی گوریلے کی طرح مجھ پر حملہ آور ہوا تھا لیکن نتیجہ اس کے حق میں برا نکلا۔ میں پھر اس کا حملہ بچا گیا اور وہ بری طرح دیوار سے ٹکرایا۔ اس کی پیشانی زخمی ہو گئی۔ میں اب خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ میں نے پوری قوت سے دونوں لاتیں جوڑ کر اس پر چھلانگ لگائی اور وہ پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ دیوار سے ٹکرایا۔ پھر [illegible] ہی تھا کہ میں نے اسے دوبارہ دیوار سے دے مارا۔ اور یہ تیسری ضرب پہلے سے کہیں زیادہ خوفناک تھی۔ اس بار اس کی پیشانی بری طرح پھٹ گئی اور خون بہہ کر اس کی آنکھوں میں آنے لگا۔ تب میں نے فری اسٹائل کے ایک داؤ سے اس کی گردن پکڑی اور دونوں پاؤں پھنسا کر اسے پوری قوت سے دیوار پر دے مارا۔ میرا واحد ہتھیار صرف وہی دیوار تھی اور اس لئے میں اسے دیوار کے نزدیک سے ہٹنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ میرا ہر داؤ اسے دیوار سے مار رہا تھا اور میں اس پر چھا گیا تھا۔ ویسے مجھے اندازہ تھا کہ اگر ایک بار بھی میں اس کی گرفت میں آگیا تو پھر شاید ہڈیوں کا سراغ بھی نہ مل سکے کہ کونسی ہڈی

کہاں واقع ہوئی تھی۔

برجیٹا اب خاموش کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ پھر جب میں نے سیاہ فام کی طرف سے کسی قدر اطمینان حاصل کر لیا تو دوسری سوجھی۔ چنانچہ اس بار بھی میں غیر محسوس انداز میں پیچھے ہٹا تھا۔ پھر میری ایک لمبی چھلانگ مجھے برجیٹا کے قریب لے گئی میں نے اس کے ہنٹر پر ہاتھ مارا تھا اور ہنٹر میرے ہاتھ میں آگیا۔

برجیٹا ہنس رہی تھی۔ ہنٹر لے کر میں سیاہ فام پر پل پڑا۔ اب وہ ہنٹر کھا رہا تھا اور بری طرح لوٹ رہا تھا۔ اس کے انداز میں شدید اذیت تھی۔ ہنٹر مار مار کر میں نے اسے لہولہان کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ بالکل ساکت ہو گیا۔ برجیٹا نے ایک بار پھر تالیاں بجائی تھیں اور پھر اس نے اپنے لباس سے ایک تھیلی نکال لی۔ اسے کھولا اور اس میں سے کوئی چیز نکال لی۔ یہ تین چمکدار پتھر تھے۔ تمہارا انعام............ تم............ تم واقعی حیرت انگیز ہو۔ میں نہیں جانتی تھی کہ ہیرے یوں سڑکوں پر بھی مل جاتے ہیں۔" میں نے ان تین قیمتی پتھروں کو دیکھا اور مسکرا کر گردن جھکا دی۔
"میں مادام کا شکر گزار ہوں۔" میں نے کہا اور اس کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ سے ہیرے اٹھانے کی بجائے میں نے اچھل کر اس کے بال پکڑ لئے تھے۔ اور دوسرے لمحے ایک زوردار جھٹکا دے کر میں نے اسے قالین پر گرا لیا۔ تینوں ہیرے نیچے گر پڑے تھے۔" اب میری تفریح شروع ہوتی ہے مادام۔" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔ اور ہنٹر لے کر اس کی طرف بڑھنے لگا............ برجیٹا کے چہرے پر بدحواسی نظر آتی تھی۔ "سنو۔ سنو تو سہی۔ میری بات تو سنو۔" وہ سرکتے ہوئے بولی' اور میں نے ہنٹر گھما کر شڑاک سے اس کے بدن پر مارا۔ برجیٹا چیخ پڑی تھی۔ میری بات تو سنو شہاب!" اس نے بڑے محبوبانہ انداز میں کہا۔

"ہر انسان کی الگ الگ فطرت ہوتی ہے۔ میں جب شکار کرتا ہوں تو پھر ایک شکار سے میرا دل نہیں بھرتا۔" میں نے دوبارہ ہنٹر اس کے رسید کر دیا اور وہ اچھل کر دور جا گری۔ تیسرے ہنٹر پر اس کا لباس پھٹ گیا اور وہ کراہنے لگی۔" آہ۔ بس۔ بس اب نہ مارنا............ بس شہاب بس۔ میری ایک بات سن لو۔ سنو تو سہی۔ میں............ میں تو صرف............ وہ............ وہ کسی طور نہیں زخمی نہ کرتا۔ یقین

کرو، اسے ہدایات تھیں کہ وہ تمہیں بس زیر کر لے کوئی تکلیف نہ دے۔" اس نے بدستور کراہتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیوں جان من............ یہ سب کیوں؟"

"ابھی نہیں بتاؤں گی۔ آہ میرے زخم جل رہے ہیں۔"

"رات کے کھانے میں مجھے بے ہوشی کی دوا دی گئی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"وہ کونسی جگہ تھی جہاں مجھے لے جایا گیا تھا؟"

"نادرپور کے نواح............ مگر کوئی غلط مقصد نہیں تھا۔ بہت غلط ہو گیا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ تم اس قدر جذباتی ہو جاؤ گے۔ آہ میں تو............"

"بکواس مت کرو............ اور سنو۔ نادرپور چھوڑ کر فوراً کہیں نکل جاؤ۔ ورنہ مجھے جب بھی تمہاری حرکت یاد آئے گی میں واپس آؤں گا اور تمہاری بری درگت بناؤں گا سمجھیں۔" میں نے آگے بڑھ کر اس کے سر کی پشت پر ٹھوکر رسید کر دی۔ اور اس نے چیخ کر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ تب میں نے ہنٹر پھینک دیا۔ الماری والا دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ باہر آکر میں نے دروازہ پھر برابر کیا اور اس کمرے سے نکل آیا۔ لیکن کمرے سے نکلنے سے قبل میں نے اپنے منتشر بال درست کئے۔ لباس بھی بے ترتیب ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے حتی الامکان اسے بھی درست کر لیا تاکہ کسی ملازم وغیرہ کو میری حالت پر کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ اس کے بعد میں پرسکون انداز میں چلتا ہوا عمارت کے مختلف حصوں میں ڈاکٹر ٹی ٹی کو تلاش کرنے لگا۔ جب وہ مجھے نظر نہیں آیا تو میں نے دور سے گزرتی ہوئی ایک لڑکی کو اشارے سے اپنے پاس بلایا۔ "میرے ساتھی کو جانتی ہو؟" میں نے پوچھا، اور لڑکی کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن دوسرے لمحے اس نے خود کو سنبھال لیا اور اثبات میں گردن ہلا دی۔ "کہاں ہے وہ؟"

"زیبی کے کمرے میں۔" لڑکی نے جواب دیا اور بے اختیار ہنس پڑی۔

"کیوں۔ تم باربار کیوں ہنس رہی ہو؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور لڑکی ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔

"معافی چاہتی ہوں جناب۔ کیا میں انہیں بلا کر لاؤں؟"

"میں نے تم سے ہنسنے کی وجہ پوچھی تھی؟" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"اوہ جناب میں سخت شرمندہ ہوں۔ وہ دراصل............" وہ انگلیاں مروڑنے لگی۔

"تم شرمندگی کی وجہ سے ہنس رہی ہو۔ کیوں؟............ یہ میرے سوال کا جواب ہے؟"

"تو میں کیا کروں............ بات ہی ہنسی کی ہے۔ پہلے وہ بنی کے دوست تھے اور انہوں نے اس سے شدید قسم کا اظہار عشق کیا۔ اس کے بغیر زندہ نہ رہنے کی قسمیں کھائیں، پھر اچانک زیبی کو دیکھا اور اس کے پیچھے پڑ گئے۔ اب وہ بنی کو پہچاننے سے انکار کر رہے ہیں اور زیبی ان سے چھپی چھپی پھر رہی ہے۔"

"اوہ............" میں آہستہ سے بولا۔

"جی ہاں۔ وہ پچھلی رات سے چھپی ہوئی ہے اور وہ حضرت اس کے کمرے سے باہر نہیں نکلے۔ انہیں یقین ہے کہ وہ ان کی سچی محبت سے متاثر ہو کر ضرور ان کے پاس آئے گی۔" لڑکی نے بتایا اور وہ پھر ہنس پڑی۔

"زیبی کا کمرہ کس طرف ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ سامنے ہی تو ہے۔" لڑکی ایک طرف اشارہ کرکے بولی اور میں عجیب سی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا............ "جی اور کوئی خدمت؟" اس نے میرے چہرے پر نگاہ ڈال کر بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"آہ............ تمہاری ہنسی کے جلترنگ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں............ تم............ کتنی دلکش ہو۔ بالکل کسی............ سی............" لیکن دوسرے لمحے لڑکی نے چھلانگ لگا دی تھی۔ وہ بے تحاشا دوڑتی ہوئی ایک راہداری میں مڑ گئی۔ اور میں مسکراتا ہوا ٹی ٹی کی طرف بڑھ گیا بے وقوف عاشق ایک مسہری پر اطمینان سے دراز تھا۔ مجھے دیکھ کر چونک پڑا۔

"زیبی کون ہے؟" میں نے اس سے بے اختیار پوچھا۔

"اوہ۔ کک کیوں............ کیوں؟" ڈاکٹر ٹی ٹی جلدی سے مسہری سے نیچے اتر آیا۔ مجھے اس طرح داخل ہوتے دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا تھا۔ "ابھی میرے کمرے میں آئی تھی اور مجھے ایک پیغام دے کر باہر چلی گئی۔ پیغام یہ تھا کہ فوراً ڈاکٹر کو لے کر

سفید دھبے کے ہوٹل سیسن میں آجاؤ۔ وہ ہمیں وہاں ضرور تلاش کر لے گی۔ یہاں اس کی زندگی خطرے میں ہے۔"

"یہ سفید دھبہ کیا ہے؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"اس اسنو پوائنٹ کو کہتے ہیں جہاں شکاریوں کی ٹولیاں ٹھہرتی ہیں اور جہاں سے برفانی شکار گاہوں کا راستہ ہے۔"

"لیکن تعجب ہے............ یہ پیغام............ یہاں اس کی زندگی کو کیسا خطرہ ہو سکتا ہے۔ بہرحال چلتے ہیں۔ سخت تعجب ہے۔" اور اس کے بعد ڈاکٹر نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ وہ خاموشی سے میرے ساتھ اپنے کمرے میں آیا اور یہاں سے سامان اٹھا کر ہم خاموشی سے باہر نکل آئے کسی نے کوئی تعرض یا استفسار نہیں کیا تھا۔ اپنا سامان اٹھائے ہم دیر تک پیدل چلتے رہے۔ پھر ایک ٹیکسی مل گئی اور ہم نے اسے اسنو پوائنٹ چلنے کے لئے کہا۔ ڈاکٹر ٹی ٹی خاموش تھا اور خیالات میں گم تھا۔ نادرپور کے حسین راستے ہماری توجہ اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ اسنو پوائنٹ کا فاصلہ کافی تھا۔ تقریباً بیس بائیس منٹ میں ہم یہاں پہنچے۔ شہر خاموش اور پرسکون تھا لیکن یہاں ہنگامے تھے۔ درجنوں چھوٹے بڑے ہوٹل بکھرے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان بازار لگے ہوئے تھے۔ جن میں خوب چہل پہل تھی۔ بہت سے ملکوں کے سیاح اور شکاری نظر آرہے تھے۔ ڈاکٹر ٹی ٹی نے دلچسپی کی نگاہوں سے ان ہنگاموں کو دیکھا۔ "واہ یہ تو عمدہ جگہ ہے............" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور ہم ٹیکسی سے اتر گئے۔ ڈرائیور کو بل ادا کرکے ہم نے اپنا سامان اٹھایا لیکن اسی وقت ایک شخص ہمارے پاس پہنچ گیا۔

"قیام کریں گے صاحب؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ کیا تمہارے پاس جگہ ہے؟"

"اس وقت آپ دل چاہے جیسی کوشش کر لیں۔ یہاں آپ کو جگہ ملنا مشکل ہے لیکن میں آپ کو جگہ فراہم کر سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ کوئی خاص شرط ہے تمہاری؟"

"جی ہاں............ ہوٹل کاسترو میں ایک کمرہ دس دن پہلے میں نے بک کرایا تھا۔ اس کمرے کا کرایہ تین ہزار روپے ماہوار ہے۔ آپ مجھے پورے مہینے کا کرایہ دیدیں۔ اسے میں منافع سمجھوں گا اور دس دن کا کرایہ ادا کر دوں گا۔ پھر آپ کا جب تک جی

چاہے رہیں۔"

اور میں نے ایک طویل سانس لے کر گردن ہلا دی۔ اس نے جلدی سے ہمارا سامان تھام لیا تھا۔ اور پھر وہ ہمیں کاسترو لے چلا۔ لیکن راستے میں ڈاکٹر ٹی ٹی نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ "لیکن اس نے تو کسی اور ہوٹل کے بارے میں کہا تھا؟"

"یہاں آکر بھی اس کے جال میں پھنسے رہو گے۔ کیا چاروں طرف دیکھ نہیں رہے۔ ان سب کی موجودگی میں تم ایک دقیانوس قسم کی ملازمہ سے عشق کرو گے ڈاکٹر؟" میں نے کہا اور ڈاکٹر جھینپے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔

"ہاں............ یہ تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔" اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ چند ساعت کے بعد ہم ہوٹل کاسترو پہنچ گئے۔ نہایت اعلیٰ درجے کا ہوٹل تھا۔ اس شخص نے کاؤنٹر سے چابی لی اور ہم اپنے کمرے میں پہنچ گئے۔ کشادہ اور خوبصورت طرز سے آراستہ کمرہ ہمیں پسند آیا۔ میں نے اسے تین ہزار روپے ادا کر دیئے اور وہ ہمیں سلام کرکے چلا گیا۔ اس کے چند منٹ بعد ایک ملازم آیا اور اس نے ہمارے لباس وغیرہ الماری میں سجا دیئے۔ ڈاکٹر ٹی ٹی ایک کھڑکی کے نزدیک کھڑے ہوکر بازار کا منظر دیکھنے لگا جہاں قیمتی اشیاء فروخت ہو رہی تھیں۔ بہت دور خیموں کی بستی آباد تھی۔ یہاں قیام کا یہ طریقہ بھی تھا۔ بہرحال نفیس جگہ تھی۔ ڈاکٹر کو بھی بہت پسند آئی تھی۔ ہوٹل کے ملازم نے ہم سے کسی ضرورت کے بارے میں پوچھا اور پھر انعام لے کر چلا گیا۔

"واقعی عمدہ جگہ ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔ اور پھر مجھے بغور دیکھنے لگا۔ "ویسے میرا خیال ہے تم نے مجھے چکرا دیا تھا۔ کیا واقعی زیبی نے مجھے پیغام دیا تھا؟"

"کون زیبی؟" میں نے تعجب سے پوچھا اور ڈاکٹر مسکرانے لگا۔ پھر گردن ہلا کر بولا۔ "بہرحال تم مجھے بھی نہیں چھوڑتے۔ آئندہ خیال رکھوں گا۔ دو وار کر چکے ہو۔"

"غلط فہمی ہے تمہاری ڈاکٹر۔ مجھے خطرہ تھا کہ ہم کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ وہ عورت کافی خطرناک ہے۔ نہ جانے وہ ہم سے کیا چاہتی تھی؟"

"برجیتا............؟" ڈاکٹر نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"بہرحال کچھ بھی ہو وہ افریقی حسن کی اعلیٰ مثال ہے۔"

"میرے ساتھ اس نے ایک اور مثال قائم کی ہے۔ لیکن میں ابھی تک اس کے مقصد سے ناواقف ہوں۔" میں نے کہا۔ اور ڈاکٹر سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ تب میں نے اسے اپنے اوپر بیتی ہوئی کہانی سنا دی۔ وہ یقین نہ کرنے والی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مسکرا کر کہا۔ "بہرحال اب ان کہانیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تم سے اتفاق کر لیا ہے۔" میں بیزاری سے خاموش ہو گیا تھا۔" تو پھر اب کیا خیال ہے۔ میں ذرا ایک چکر لگا لوں؟" اس نے پوچھا۔

"ضرور.......... لیکن احتیاط رکھنا ڈاکٹر۔ تفریح صرف تفریح کی حد تک رہے تو بہتر ہے۔ کہیں کوئی تمہیں اغوا نہ کر لے جائے۔" میں نے کہا اور ڈاکٹر نے گردن ہلا دی۔ وہ میری باتوں کو محض مذاق تصور کر رہا تھا۔ پھر اس نے لباس تبدیل کیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ میں دیر تک آرام کرسی پر بیٹھا برجیٹا کے بارے میں غور کرتا رہا۔ نہ جانے کن کیفیات کا شکار عورت تھی۔ اس کے بعد میں بھی باہر نکل آیا اور یہاں کے ہنگاموں میں گم ہو گیا۔ میں نے تفریحات کے لئے عمدہ جگہیں تلاش کیں۔ یہاں سب کچھ تھا۔ ہوٹلوں کے علاوہ نائٹ کلب بھی قائم کئے گئے تھے اور سیاحوں کی وجہ سے تفریحی ضرورتوں کی ساری چیزیں مہیا کر دی گئی تھیں۔ شکاری ٹولیوں کو خیمے اور برف پر سفر کرنے کے لوازمات فراہم کرنے کے لئے الگ ایجنسیاں تھیں۔ شکار کے لائسنس کے لئے حکومت کے دفاتر بنے ہوئے تھے۔ غرض ہر چیز موجود تھی۔ تفریح پسند لڑکیوں کی بھی کمی نہ تھی۔ میں نے ان پر بھی توجہ دی تھی۔ اور پھر کافی گھوم پھرنے کے بعد میں ایک ریستوران میں جا بیٹھا اور کافی طلب کر لی۔ کافی کے دو تین گھونٹ ہی لئے تھے کہ ایک مقامی لڑکی اندر داخل ہوئی اور گردن گھما کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ پھر مجھے دیکھ کر مسکرائی اور میرے نزدیک آ گئی۔ "اگر مجھے غلط فہمی نہیں ہو رہی تو آپ مسٹر فرید ہیں؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تشریف رکھئے۔" میں نے اطمینان سے کہا اور وہ بیٹھ گئی۔ "کیا منگاؤں آپ کے لئے؟"

"کافی ہی منگوا لیں۔ ویسے مجھے دیر تو نہیں ہوئی؟" میں نے اس کی بات کا جواب دیئے بغیر ویٹر کو اشارہ کیا اور اس کے لئے بھی کافی طلب کر لی۔ "آپ کب پہنچے یہاں؟"

"میرا مطلب ہے، نادر پور میں۔"

"ابھی چند منٹ قبل۔"

"میرا مطلب ہے، نادر پور نہیں۔"

"چند روز قبل۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"میں تو آج ہی آئی ہوں۔ لیکن یہاں قیام کے لئے تو سخت مشکلات ہیں۔ آپ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟"

"کاسترو میں.........." میں نے جواب دیا۔ کاسترو کمرہ نمبر ستائیس۔"

"میرے خدا.......... وہ تو بڑا ہوٹل ہے۔"

"ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"پھر مجھے مشورہ دیں مسٹر فرید۔ میں کیا کروں۔ کسی تنہا لڑکی کے لئے تو یہاں قیام بہت مشکل ہے۔"

"ممکن ہے مسٹر فرید آپ کو اس سلسلے میں کوئی بہتر مشورہ دے سکیں میرا نام شہاب ہے۔" میں نے کہا اور وہ چونک پڑی۔ پھر اس نے گردن گھما کر چاروں طرف دیکھا اور پریشانی سے بولی۔ "آپ عجیب انسان ہیں بلاوجہ میرا وقت ضائع کیا۔ میں تو فرید کی تلاش میں ہوں۔" وہ اٹھ گئی۔ میں نے اسے نہیں روکا تھا۔ لیکن اس کے چونکنے کے انداز سے میں نے جان لیا کہ وہ روکے جانے کی منتظر ہے۔ میں نے اسے نہیں روکا۔ اور وہ فرید کو تلاش کرنے کے بجائے باہر نکل گئی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لڑکی بری نہیں تھی۔ بل ادا کرکے میں باہر نکل آیا اور پھر بہت دیر تک آوارہ گردی کرتا رہا۔ بازاروں کی رونق میں بور ہونے کا سوال ہی نہیں تھا۔ رات گئے تک میں سیر و تفریح کرتا رہا۔ دو تین ہلکے پھلکے پروگرام دیکھے اور پھر اپنے ہوٹل واپس پہنچ گیا۔

کاؤنٹر کلرک نے بتایا کہ چابی میرا ساتھی لے گیا ہے۔ چنانچہ میں اوپر پہنچ گیا۔ ڈاکٹر ٹی ٹی کمرے میں موجود تھا اور کچھ لکھ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرا دیا۔ "اچھا ہوا تم آ گئے۔ میں تمہارے نام پیغام چھوڑ کر جا رہا تھا۔"

"کہاں ڈاکٹر..........؟"

"وہ۔ کچھ دوستوں سے ملاقات ہو گئی ہے۔ مگر ٹھہرو۔ کیا تم میرے ساتھ چلو

گے؟" میں تمہیں سونا سے ملاؤں گا۔"
"یہ کون ہے؟" میں نے پوچھا اور ڈاکٹر میری آنکھوں میں دیکھ کر مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔ "ہپیوں کا ایک گروہ یہاں ٹھہرا ہوا ہے۔ ان میں ایک سپینش لڑکی ہے۔ سنہری رنگ اور گداز بدن کی مالک۔ تم کچھ بھی کہو شباب' تمہارے ملک سے باہر کی لڑکیاں کافی فراخ دل اور فراخ ذہن ہوتی ہیں اور یہ تمہارے ملک کی لڑکیاں بے حد نک چڑھی اور مغرور۔ کسی کو گھاس ہی نہیں ڈالتیں۔"
"اوہ۔ اس کا ایک افسوسناک پہلو ہے ڈاکٹر۔ ہمارے ہاں کی زیادہ تر زمینیں بنجر اور سیم و تھور کی ماری ہوئی ہیں۔ یہاں گھاس پیدا ہی کم ہوتی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔
"مذاق اڑا رہے ہو؟ اس سپینش لڑکی نے نہایت محبت سے مجھے اپنے خیمے میں قیام کی دعوت دی ہے۔ یار یہ زندگی بھی خوب ہے۔ کوئی غم نہیں۔ کوئی رشتہ ناطہ نہیں۔ میں ان لوگوں سے بہت متاثر ہوں۔"
"ہپیوں سے؟"
"ہاں۔ انہوں نے انسان کی ذات کو بے معنی بوجھ سے آزاد کرانے کا مشن شروع کیا ہے اور میں ان کے اس مشن سے متفق ہوں۔ بہرحال چلنا چاہو تو چلو۔ اور ہاں مجھے کچھ کرنسی درکار ہے۔" میں نے خاموشی سے نوٹوں کا ایک بنڈل نکال کر ڈاکٹر کے سامنے ڈال دیا۔ "نہیں اتنے نہیں۔" ڈاکٹر نے ان میں سے چند نوٹ کھینچ کر جیبوں میں ٹھونس لئے اور پھر بولا۔ "تمہارے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ تم جانے کے موڈ میں نہیں ہو۔ میں چلتا ہوں۔"
"ٹھیک ہے ڈاکٹر.......... ہاں شکار سے کچھ دلچسپی ہے تمہیں یا یہیں رکو گے؟"
"سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے ایک ہی قسم کے شکار سے دلچسپی ہے۔ اگر تم برا نہ مانو تو.......... مجھے یہاں شکار کرنے دو۔"
"کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ کمرہ موجود ہے۔ میں کل برفانی لومڑیوں کے شکار کے لئے چلا جاؤں گا۔ تم اطمینان سے اپنا شکار جاری رکھو۔ اور ہاں یہ نوٹ تم ہی سنبھال لو' ممکن ہے مجھے دو ایک دن لگ جائیں۔"
"تب ٹھیک ہے۔" ڈاکٹر نے نوٹ سنبھال لئے اور پھر انہیں اپنے سامان میں رکھ

کر اس نے دوبارہ مجھ سے اجازت لی اور باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ ڈاکٹر کے بارے میں میرا تجربہ درست تھا۔ وہ ذہنی طور پر الجھا ہوا انسان تھا۔ اس کی عمر کے بہترین سال اس سے چھین لئے گئے تھے۔ اس لئے اب وہ ان سب گزرے ہوئے دنوں کی کمی پوری کر رہا تھا۔
بہرحال میں نے فیصلہ کیا کہ دوسرے دن میں شکار پر نکل جاؤں گا۔ سارا دن آوارہ گردی کر کے تھک گیا تھا اس لئے رات کو کسی تفریح کے لئے دل نہیں چاہا اور میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ دوسرے دن کے لئے میں نے ذہن میں پروگرام ترتیب دے لیا تھا۔ اس وقت رات کے تقریباً دس بجے ہوں گے کہ کمرے کے دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں اٹھ گیا۔ نائٹ بلب روشن تھا۔ میں نے اسے بجھا کر تیز روشنی کر دی اور پھر دروازہ کھول دیا۔ میں نے ایک ہی نگاہ میں اس لڑکی کو پہچان لیا تھا جو دن میں ریستوران میں ملی تھی۔ اس نے مجھے دیکھا اور اداس سی آواز میں بولی۔ "میں اندر آسکتی ہوں؟" میں خاموشی سے راستے سے ہٹ گیا۔ اس کے اندر آنے کے بعد میں نے دروازہ بند کر لیا تھا۔ "تم میرے بارے میں نہ جانے کیا سوچ رہے ہو گے۔ لیکن یقین کرو میں بری لڑکی نہیں ہوں۔"
"بیٹھو.........." میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔
"میں نے تو تمہیں بری لڑکی نہیں کہا۔"
"مگر تمہارا رویہ میرے ساتھ بہت خشک ہے۔"
"یہ بات بھی نہیں۔ میں فرید نہیں تھا تو خود کو فرید کیسے کہہ دیتا۔ ویسے یہ فرید کون ہے جسے تم شکل سے نہیں پہچانتیں اور اس کی تلاش میں گھومتی پھر رہی ہو؟"
"کوئی نہیں۔ وہ تم سے تعارف حاصل کرنے کا ایک ذریعہ تھا۔"
"خوب۔ اب ہوئی نابات۔ دراصل مجھے حقیقتیں پسند ہیں۔ اور انسان کو جب اس کی پسند مل جاتی ہے تو وہ زیادہ متاثر نہیں ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔ اور اس کی گردن کچھ اور جھک گئی۔ "اطمینان سے بیٹھو۔ ویسے آج ہی یہاں آئی ہو؟"
"ہاں۔ یقین کرو' سارا دن کسی رہائش گاہ کی تلاش میں گھومتی رہی ہوں۔ مجبور ہو کر یہاں آئی ہوں۔ شکر ہے تم نے اپنے کمرے کا نمبر بتادیا تھا۔"
"بہت اچھا کیا۔ کھانا کھایا؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔" وہ بولی۔ اور میں نے ویٹر کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا دی۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ اس سے اس کے بارے میں بہت کچھ پوچھوں لیکن پھر یہ خیال ترک کر دیا۔ وہ پہلے ہی شرمندہ نظر آ رہی تھی۔ بہرحال وہ یہاں تنہا کیوں آئی تھی اس کے بارے میں صاف اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ مزید کچھ پوچھنا بے مقصد تھا۔ ویٹر کے آنے پر میں نے اسے کھانے کا آرڈر دیا۔ اپنے لئے کافی منگوائی تھی۔ "تم کھانا کھا چکے ہو گے؟"

"ہاں۔ تھوڑی دیر قبل۔"

"سیاحت پر آئے ہو گے یا شکاری بھی ہو؟"

"بس دونوں ہی باتیں ہیں۔"

"تنہا بور نہیں ہو جاؤ گے۔ سیر و تفریح میں کسی ساتھی کا ہونا تو ضروری ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں خود کو پیش کر رہی ہوں اور کوئی مستقل سہارا چاہتی ہوں۔ بس یوں ہی پوچھ لیا ہے۔"

"ہاں' بس کوئی لڑکی ساتھ نہیں ہے۔ ایک دوست کو ساتھ لایا ہوں۔"

"اوہ۔ تب ٹھیک ہے۔ کہاں ہے وہ۔ کیا اس کا کمرہ الگ ہے۔ بستر تو دو ہیں؟"

"وہ بھی تفریح کرنے نکل گیا ہے اور شاید رات کو واپس نہ آئے۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئی۔ ویٹر کھانا لے آیا اور میں نے اسے کھانے کی پیشکش کر دی۔ اس نے پہلے میرے لئے کافی بنا کر مجھے پیش کر دی اور اس کے بعد کھانے بیٹھ گئی۔

کافی پیتے ہوئے میرے ذہن میں عجیب عجیب خیالات آ رہے تھے۔ میں اس کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ ہم ایسی لڑکیوں کو معاشرے کا ناسور سمجھتے ہیں لیکن یہ ناسور کیوں پرورش پاتے ہیں' ان کے لئے ان راستوں کا انتخاب کون کرتا ہے؟ بڑی دیر تک میں ان خیالات میں ڈوبا رہا اور پھر میں نے ذہن جھٹک دیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر اس نے اپنے لئے کافی بنائی اور ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ "تمہارا نام شہاب ہے نا؟" اس نے کہا۔

"ہاں میں نے ریستوران میں تمہیں بتایا تھا۔"

"میرا نام نجمی ہے۔"

"کہاں سے آئی ہو؟"

"دارالحکومت سے۔ وہاں میرے دوسرے اہل خاندان بھی ہیں۔"

"میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جاننا چاہتا۔ امید ہے تم محسوس نہیں کرو گی؟"

"نہیں' ٹھیک ہے۔ میں تو بس سلسلہ گفتگو شروع کرنا چاہتی تھی۔"

"یہاں آ کر بیٹھو۔ ہمارے پاس دوسرے موضوعات بھی ہیں۔" میں نے کہا اور وہ کافی کی پیالی لئے میرے پاس آ بیٹھی۔ اور پھر ہم نادرپور کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ وہ آہستہ آہستہ بے تکلف ہونے لگی اس نے مجھ سے شراب کے بارے میں پوچھا۔

"میں دوہرے نشے کا قائل نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"دوہرا نشہ؟"

"ہاں۔ تمہارے قرب کا نشہ اور پھر شراب کا نشہ۔ نہیں بھائی دونوں یکجا نہیں ہو سکتے۔" میں نے ہنس کر کہا اور وہ بھی ہنسنے لگی۔ ہم لوگ بے تکلفی سے ہر موضوع پر گفتگو کرتے رہے اور جب وہ ضرورت سے زیادہ بے تکلف ہو گئی تو میں نے روشنی گل کر دی۔

دوسری صبح میں نے اسے اتنی رقم دے دی کہ وہ اطمینان سے کوئی رہائش گاہ تلاش کر سکے۔ اس سے زیادہ میں اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے دوسری رات کے بارے میں پوچھا۔ تو میں نے انکار کر دیا اور بتایا کہ میں آج اپنے ساتھی کے ساتھ لومڑی کے شکار پر جا رہا ہوں۔ وہ چلی گئی اور میں اسے بھول گیا۔ ٹی ٹی کا انتظار کرنا فضول تھا اس لئے میں تیاریاں کرنے لگا۔ اور پھر ہوٹل سے نکل آیا۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر شکار گاہ پہنچا اور شکار کا بندوبست کرنے والی ایک کمپنی کے دفتر میں داخل ہو گیا۔ میرے عقب میں ایک عمدہ صحت لیکن اچھی خاصی عمر کا مالک شخص بھی اس کمپنی کے دفتر میں ہوا تھا۔ اس کے ساتھ دو لڑکیاں اور دو نوجوان بھی تھے۔ لڑکیاں کافی اسمارٹ تھیں۔ چست پتلون اور جیکٹ پہنے ہوئے تھیں۔ نوجوان بھی قیمتی اور جدید شکاری لباس میں تھے اور نفیس بیلٹ لگائے ہوئے تھے۔ سرخ و سفید چہرے والے معمر شخص نے ایک سرسری نگاہ مجھ پر ڈالی تھی اور پھر دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ میں نے

خیمہ اور اپنی پسند کی رائفل منتخب کی اس کے علاوہ گھوڑا بھی طلب کیا اور یہ تمام چیزیں انتہائی گراں معاوضے میں مجھے مل گئیں۔ اس کے ساتھ ہی مجھے شکار کا لائسنس بھی مل گیا تھا۔ کمپنی والے تمام انتظامات کے ذمہ دار تھے۔ معمر شخص بھی میرے ساتھ ہی ان کارروائیوں میں مصروف تھا۔ جب میں نے اپنا نام بتایا تو وہ ہنس پڑا۔ "اب میں تمہیں کہاں تک نظرانداز کروں گا؟" وہ بولا۔

"میں نہیں سمجھا جناب؟" میں نے بھی خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے تنومند بدن اور چستی کا اندازہ کرکے مجھے اپنی جوانی یاد آ گئی تھی۔ بالکل تمہاری مانند تھی اور آج کل کے جوانوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ میرے خیال میں ہمارے وطن کی پچانوے فیصد آبادی کے نوجوان منحنی، مدقوق اور نازک مزاج ہیں بننے کو تو وہ بہت کچھ بنتے ہیں۔ لیکن قوت برداشت اور صحت سے عاری ہیں۔ ایسے ماحول میں صحت مند جوانوں کو دیکھ کر حیرت ہوئی ہے۔ اب میرے ان نالائق بھانجوں کو دیکھو۔ ان میں سے ایک بھی رائفل چلانا نہیں جانتا۔ لیکن حلیئے دیکھو یوں لگتا ہے جیسے ان سے زیادہ چست چالاک کوئی نہ ہو۔ تمہارے بارے میں یہی سب کچھ سوچ لیا تھا۔ اور اب نام سن کر یہ مذاق اور دلچسپ ہو گیا ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"اس لئے کہ میرا نام بھی شہاب ہے اور اتفاق سے تیموری بھی ہوں۔"

"اوہ بڑی خوشی ہوئی، آپ سے مل کر۔" میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یوں سمجھو کہ تم اپنے بڑھاپے سے مل رہے ہو۔"

"مجھے اتنا شاندار بڑھاپا بخوشی قبول ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"آؤ تمہیں اپنے بچوں سے ملاؤں۔" خوش مزاج شخص نے کہا اور میں مسکراتا ہوا اس کے ساتھ چل دیا۔ لڑکیاں، لڑکے کچھ بحث کر رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

"نوجوانو! میں تمہیں ایک ایسے شخص سے ملانا چاہتا ہوں۔ جو تمہارے لئے اجنبی ہے۔ لیکن اس کا جو نام ہے اس سے تم اچھی طرح واقف ہو۔ تم میں سے کوئی اس کا نام بتا دے تو میں اسے انعام دوں گا۔!" بوڑھے شہاب نے کہا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ

پھیل گئی۔ سب دلچسپی سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک لڑکی بولی۔ "کوئی اتہ پتہ انکل؟"

"صرف یہ بتاؤں گا کہ یہ نام تمہارے ذہنوں میں موجود ہے۔"

"کوئی، مشہور شکاری؟" ایک لڑکے نے پوچھا۔

"نہیں اس کی شخصیت سے تو میں بھی ناواقف ہوں۔ میں صرف نام کی بات کر رہا ہوں۔ وہ نام جو تم سے بے حد قریب ہے۔ اتنا قریب کہ تم سوچے سمجھے بغیر اسے لے سکتے ہو۔" سب کے چہروں پر غور و فکر کے آثار پھیل گئے۔ لیکن کسی کا ذہن نہیں پہنچ سکا۔ اسی وقت کمپنی کے نمائندے نے ہماری تمام چیزوں کی تیاری کی اطلاع دی۔ اور ہم کمپنی کے دفتر سے باہر نکل آئے۔ افسوس تم میں سے کوئی بھی انعام نہیں جیت سکا۔ یہ شہاب تیموری ہیں۔" لڑکیاں اور لڑکے ہنسنے لگے تھے۔

"تم تنہا ہو شہاب؟" بزرگ نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"تو پھر آجاؤ۔ ہم تمہیں کمپنی دینے کے لئے تیار ہیں۔ شکار کے لئے ہی چل رہے ہو نا؟"

"جی۔" میں نے جواب دیا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ گھوڑے کی پشت پر زین کے ساتھ سفید نفیس خیمہ بندھا ہوا تھا۔ رائفل میں نے خود پسند کی تھی۔ چالیس کارتوسوں کی پٹی مجھے مل گئی تھی۔ وہ سب ہی الگ الگ گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ ایک گھوڑے پر ان کا سامان تھا۔ یقیناً" یہ تمام چیزیں حاصل کرنے کے لئے انہیں کافی بڑی رقم خرچ کرنا پڑی ہو گی۔ اس حساب سے وہ خاصے متمول لوگ معلوم ہوتے تھے۔

"ویسے تم شکار کے لباس میں نہیں ہو۔ ہر تفریح کے لئے موڈ بنانا ضروری ہوتا ہے۔ کیا خیال ہے؟"

"درست کہا آپ نے۔ بس لباس ذہن میں نہیں رہا۔"

"پہلے شکار کیا ہے لومڑیوں کا؟"

"نہیں۔"

"تب میری پیش گوئی ہے کہ تم ایک بھی شکار نہیں کر سکو گے۔ رائفل چلا لینا دوسری بات ہے اور شکار کی دوسری اور پھر برف پر رہنے والی لومڑیاں انتہائی ٹھنڈے

مزاج کی مالک ہوتی ہیں اور جس کا ذہن جتنا ٹھنڈا ہوتا ہے وہ اتنا ہی چالاک ہوتا ہے۔ ان لومڑیوں کا شکار کرنا آسان کام نہیں ہے۔ میں ہر سال یہاں آتا ہوں۔ انکا شکار میرا محبوب مشغلہ ہے۔ لیکن تم دیکھو گے کہ کتنے شکاری لومڑیوں کا شکار کرتے ہیں اور کتنے صرف بندوق لٹکائے پھرتے ہیں۔"

"ہاں۔ میں اس سلسلے میں اناڑی ہوں۔"

"شکار بھی سائنس ہے۔ ہر جانور کا مزاج مختلف ہوتا ہے۔ اس کے شکار کے لئے اس کا مزاج آشنا ہونا ضروری ہے"

"بلاشبہ۔ آپ اس سلسلے میں کافی تجربہ کار معلوم ہوتے ہیں۔"

"میاں۔ ساری عمر اس دشت کی سیاحی میں گزاری ہے۔ کہاں شکار نہیں کھیلا اور کون سے جانور کا نہیں کھیلا۔"

"آپ کی صحت بتاتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ میرا ہم نام بوڑھا کافی خوش ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا اچھا ہے تفریح رہے گی۔ تنہائی کا احساس تو نہیں ہو گا۔ گھوڑے مناسب رفتار سے دوڑ رہے تھے۔ ویسے وہ سب گھوڑ سواری کے ماہر معلوم ہوتے تھے لیکن وہ ہم سے کچھ پیچھے ہی چل رہے تھے۔

"وہ دونوں آپ کے بھانجے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ بہت وسیع خاندان ہے۔ خان بہادر تیموری کے بارے میں تم پورے احمد پور میں کہیں بھی معلوم کر سکتے ہو۔ وہاں کی سب سے بڑی کپڑے کی مل میری ہے۔ تیموریہ ٹیکسٹائلز۔"

"دلچسپ بات ہے۔ ایک طرف تو آپ کاروباری اور صنعتکار ہیں اور دوسری طرف آپ کا یہ شوق؟"

"صنعتکار تو صرف نام کا ہوں۔ کچھ ایسے معتمد مل گئے ہیں جو سارا نظام سنبھالے ہوئے ہیں اور انہوں نے میری ساکھ پر کوئی آنچ نہیں آنے دی ہے۔ ویسے تم کیا کرتے ہو؟"

"میں آوارہ گرد ہوں۔ والدین کی چھوڑی ہوئی جائیداد پر عیش کر رہا ہوں۔ کوئی اور نہیں ہے جو مستقبل کے لئے فکرمند ہونے کی ضرورت پیش آئے۔"

"اوہ بڑی خوش نصیبی ہے۔ جتنا بڑا خاندان اتنی ہی الجھنیں۔" ہمارے ساتھ

اور بھی شکاری پارٹیاں گھوڑے دوڑا رہی تھیں۔ بعض لوگ پیدل بھی نظر آئے۔ برف سے ڈھکی گھاٹیاں تاحد نگاہ پھیلی ہوئی تھیں۔ دوپہر تک کے سفر کے بعد ہم اس علاقے کے نزدیک پہنچ گئے۔ جہاں ایک بورڈ پر شکار کی حدود شروع لکھا ہوا تھا۔ اس بورڈ پر شکاریوں کے لئے ہدایت بھی لکھی ہوئی تھیں۔ ہم اس سے آگے نکل آئے۔ "قیام کے بارے میں کیا خیال ہے ڈیڈی؟" ایک لڑکی اپنا گھوڑا دوڑا کر ہمارے قریب پہنچ گئی۔

"زندگی میں ہار جانے کا نام نہایت لغو چیز ہوتی ہے۔" خان بہادر شباب نے جواب دیا۔

"لیکن گھوڑے ہمارے اس فلسفے سے متاثر نہیں ہوں گے؟" لڑکی نے کہا۔

"تب پھر فیصلہ بھی وہی کریں گے چلتی رہو" خان بہادر نے جواب دیا۔ اور گھوڑا آگے بڑھا دیا۔ میں مسکرا رہا تھا۔ "بس تھک گئے ہوں گے۔ لیکن یہ کوئی رکنے کی جگہ ہے۔ کیا لومڑیاں یہاں ہماری راہ تک رہی ہوں گی اور یہ سوچ کر یہاں آگئی ہوں گی کہ کہیں ہمیں پریشانی نہ ہو۔ آؤ راستہ کاٹتے ہیں۔ ناک کی سیدھ میں کبھی نہیں چلنا چاہئے۔ خان بہادر صاحب نے گھوڑے کا رخ بدل لیا۔ دوسرے لوگ بھی ان کی تقلید کر رہے تھے۔ یہ راستہ سیدھے جانے والے راستے کی بہ نسبت دشوار گزار تھا۔ گھوڑے گڑھے پھلانگتے ہوئے جا رہے تھے اور میں نے محسوس کیا کہ چست لباسوں میں اکڑے ہوئے نوجوان ڈھیلے پڑتے جا رہے تھے۔ پھر ایک گھوڑا ہنہنا کر رک گیا۔ اور خان بہادر نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک نوجوان کا گھوڑا اڑ گیا تھا۔ خان بہادر اسے گہری نظروں سے دیکھتے رہے اور پھر بے اختیار مسکرا دیئے۔ "تم نے دیکھا شباب؟"

"جی۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا محسوس کیا؟"

"گھوڑے کو غلط طریقے سے روکا گیا ہے۔ وہ خود نہیں رکا اس وجہ سے وہ اڑ رہا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بالکل یہی بات ہے۔ وہ لوگ تھک چکے ہیں اور رکنا چاہتے ہیں۔ لیکن ابھی یہ کیسے ممکن ہے؟ آؤ۔" خان بہادر نے گھوڑا واپس موڑ لیا دوسرے گھوڑے بھی رک گئے تھے۔ "کیا بات ہے نوید؟" انہوں نے پوچھا۔

"پتہ نہیں انکل آگے نہیں بڑھ رہا ہے غالباً" تھک گیا ہے۔"

"نیچے اتر آؤ بیٹے۔ لو میرا گھوڑا لے لو۔ اُس گدھے کو میں سنبھالتا ہوں۔" خان بہادر خود بھی گھوڑے سے اتر گئے اور پھر انہوں نے اپنا گھوڑا نوید کے حوالے کر دیا اور خود اس کے گھوڑے پر بیٹھ کر آگے نکل آئے۔ لڑکے اور لڑکیاں ناچار آگے بڑھنے لگے تھے۔ اس کے بعد ایسی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ اور تقریباً تین میل تک مزید سفر کیا گیا۔ پھر ایک وسیع میدان میں خان بہادر نے گھوڑے روک دیئے۔ "شکار کے لئے بہترین جگہ ۔ خیمے 'اتار لو۔' اور سب گھوڑوں سے اتر گئے۔ نوجوان بالکل ڈھیلے ڈھالے ہو رہے تھے۔ انہوں نے بمشکل تمام خیمے نصب کئے۔ میں نے اور خان بہادر نے بھی ان کی مدد کی تھی۔ اور پھر وہ سب خیموں میں گھس گئے۔ میں نے اپنا خیمہ ان لوگوں سے کافی دور ہٹ کر لگایا تھا۔ خان بہادر نے اس بات میں استفسار کیا تو میں نے جواب دیا کہ میں ان کی ذاتیات میں دخل انداز ہونا پسند نہیں کرتا۔ بہرحال خیمہ نصب کرنے کے بعد خان بہادر کے بلانے پر میں ان کے پاس پہنچ گیا۔

"بری حالت ہے ان سب کی' تھک گئے ہیں۔ یہ بھلا کیا شکار کھیلیں گے۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں تو دوچار گولیاں اپنے سینے میں اتار لیتا۔ شکار میں کوئی ساتھی نہ ہوتو لطف نہیں آتا۔ کہیں تم بھی تھک تو نہیں گئے؟"

"نہیں خان بہادر۔ لیکن شکار کس وقت کریں گے؟"

"رات کو۔ اس وقت جب چاند نکل آئے گا۔ بہت کم لوگوں کو یہ گر معلوم ہے۔ دن کی روشنی میں لومڑیاں اپنے ٹھکانوں میں گھس جاتی ہیں اور رات کو ان کے غول نکلتے ہیں۔ تم دیکھنا ہم کو اس جگہ کئی لومڑیاں ملیں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی اور پھر میں نے ایک دلچسپ منظر دیکھا۔ انتہائی اسمارٹ لڑکے لڑکیاں چولہے جلا رہی تھیں اور ان کی حالت بری تھی۔ لیکن کھانے کا انتظام تو کرنا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد کھانا تیار ہو گیا۔ کھانے کے بعد میں خان بہادر شہاب سے باتیں کرنے لگا۔ لڑکے لڑکیاں اپنے خیموں میں چلے گئے تھے۔

"پھر رات کو شکار کی تیاریاں ہوئیں اور لڑکے کراہنے لگے۔ "ہم تو کھڑے ہونے کے قابل بھی نہیں ہیں انکل۔ شکار کیا کھیلیں گے۔"

"ایک ایک کو چلنا پڑے گا۔" خان بہادر نے کہا۔

"انکل خدا کے لئے۔" نوید گڑگڑایا۔

"صرف ایک شرط پر جواس وقت شکار کے لئے تیار نہ ہو گا۔ اسے کل احمد پور روانہ ہونا پڑے گا۔ بولو۔ کس کو یہ شرط منظور ہے؟" سب کے چہرے اتر گئے اور خان بہادر نے میری طرف دیکھ کر آنکھ دبا دی۔ انہیں شرارت سوجھ گئی تھی۔ چنانچہ رات کو سارے شہسوار شکار کے لئے تیار تھے اور خوب دلچسپ شکار رہا۔ ہم سب چاندنی رات میں برف کی سفید چادر پر لومڑیوں کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ لومڑیوں کا ایک غول نظر آیا لیکن کسی دوسری طرف سے ان پر گولی چلائی گئی تھی۔ اس لئے وہ دوڑ پڑا۔ خان بہادر نے بھاگتی ہوئی لومڑیوں پر کئی گولیاں چلائیں لیکن یہ آسان بات نہیں تھی۔ ہم اور آگے بڑھ گئے۔ پھر ایک لومڑی گھیری گئی۔ اور خان بہادر نے اسے شکار کر ہی لیا وہ قلقاریاں مار رہے تھے اور میں نے اس رات صرف شکار کا جائزہ ہی لیا تھا۔ تقریباً صبح چار بجے تک تین لومڑیاں شکار کی گئیں اور پھر ہم واپس چل پڑے۔

دوسرے دن صبح گیارہ بجے تک سب بے خبر سوتے رہے تھے۔ اس کے بعد ناشتہ وغیرہ ہوا۔ دن کو ایک بجے کے بعد خیمے اکھاڑ لئے گئے۔ اور تقریباً دو میل دور چل کر انہیں دوبارہ نصب کر دیا گیا۔ پھر دوسری رات بھی یہی تفریح رہی خان بہادر نے ان چاروں کی زندگی حرام کر دی تھی۔ اس کے بعد تیسرا دن ہوا۔

اس وقت خان بہادر اپنے خیمے میں آرام کر رہے تھے کہ کسی نے میرے خیمے کا پردہ سرکایا۔ اور ایک آواز سنائی دی۔ "میں اندر آسکتی ہوں۔"

"آیئے۔" میں نے کہا۔ یہ خان بہادر کی لڑکی نوشاب تھی۔

"آپ کو تھوڑی سی تکلیف دینی ہے۔"

"دیجئے۔" میں نے کہا۔

"باہر آئیں گے؟"

"اگر تکلیف باہر لے جا کر دینا مقصود ہے تو چلئے۔ باہر چلتا ہوں۔" میں نے کہا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باقی تین افراد بھی برف کے ایک تودے پر اداس بیٹھے ہوئے تھے۔ نوشاب مجھے ان سے ہٹا کر ایک طرف لے گئی۔ وہ سب میری ہی طرف دیکھ رہے تھے۔ کیا ہم لوگ آپ کو شکل و صورت سے شکاری نظر آتے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"کم از کم شکار ضرور ہیں؟" میں نے جواب دیا۔

"بڑا درست تجزیہ کیا ہے آپ نے۔ خدا کی قسم ہم واقعی شکار ہو گئے ہیں۔ کیا آپ کو ہماری صحت خراب نہیں نظر آتی؟" وہ مسکین سی شکل بنا کر بولی۔

"ممکن ہے میری نگاہ کمزور ہو کیونکہ ایسی کوئی بات مجھے نہیں محسوس ہو رہی۔"

"دو چار دن اور اسی طرح گزر گئے تو محسوس ہونے لگے گا۔ اچھا یہ بتائیے آپ نے کبھی عشق کیا ہے کسی سے؟" نوشاب نے بیباکی سے پوچھا اور میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔

"یاد نہیں۔ میرا خیال ہے ایسا کوئی حادثہ نہیں ہوا میرے ساتھ۔"

"ہائے۔ پھر تو آپ بھی خان بہادر ہی ہیں۔ دنیا میں کسی نہ کسی کو تو ضرور چاہا ہو گا آپ نے۔ آپ کو اسی کا واسطہ ہماری مدد کریں۔"

"مگر تکلیف کیا ہے آپ کو بی بی؟" میں نے پوچھا۔

"ہمیں اس برف گردی سے نجات دلائیں۔"

"آپ آئی کیوں تھیں؟"

"راز داراس لئے بنائے جاتے ہیں کہ رازدار رہیں۔ کیا آپ ہمارا راز راز رکھیں گے؟" اس نے پوچھا۔

"میرے ہاں کہنے سے آپ یقین کر لیں گی؟"

"ضرور کر لیں گے؟"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ اب فرمایئے؟"

"ادھر" لڑکا اور لڑکی نظر آرہے ہیں آپ کو۔ یعنی نوید اور شاہینہ۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے عشق کرتے ہیں اور برف کی سہانی فضاؤں میں رومانی گیت گانے کے لئے آئے تھے کہ لومڑیوں کا شکار ہو گئے۔"

"او ہو ہو۔ واقعی یہ تو افسوس کی بات ہے۔ پر اب؟"

"یہ گیت گانا چاہتے ہیں۔"

"تو مجھے کیا ان کے لئے ہارمونیم اور طبلے کا انتظام کرنا ہے۔" میں نے پوچھا۔ اور وہ بے اختیار مسکرا دی۔ پھر چند ساعت کے بعد بولی۔ "نہیں اللہ کے واسطے آپ ڈیڈی کو تنہا شکار پر لے جائیں ان بے چاروں کا بھلا ہو جائے گا۔ ساری زندگی آپ کو

دعا دیں گے۔"

"اوہ یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے آج میں خان بہادر سے کہہ دوں گا کہ شکار میں صرف ہم چار افراد جائیں گے۔ یعنی میں اور خان بہادر اور آپ اور جاوید صاحب۔"

"کک کیا مطلب۔ کیا مطلب؟" وہ پریشان ہو کر بولی۔

"کیوں؟ آپ چونک کیوں پڑیں؟"

"ہم دونوں سے کیا دشمنی ہے آپ کو۔ مم میرا مطلب ہے.........."

"تو کیا آپ دونوں بھی؟"

"تو اور کیا" اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

"ہوں تو یوں کہیں آپ اس برف کی زمین میں رومان بگھارنے تشریف لائے تھے۔ کیا آپ نے یہ نہیں سوچا کہ آپ لوگ خان بہادر صاحب کو چکمہ نہیں دے سکیں گے؟"

"بس احمد پور میں بور ہو گئے تھے ہم نے سوچا کہ نادر پور میں۔"

"ٹھیک ہے اب آپ نے مدد طلب کی ہے تو میں کوشش کروں گا۔"

"ہلکی پھلکی کوشش نہیں۔ ڈیڈی آپ کی بات ضرور مان لیں گے؟"

"شادی کریں گے آپ لوگ؟" میں نے پوچھا اور اس نے شرمانے کی کوشش شروع کر دی۔" "مجھے اگر شادی میں بلائیں تو میں یہ کام کر دوں گا۔"

"ایمان سے۔ آپ کہیں بھی ہوں گے میں آپ کو تلاش کر کے ضرور بلاؤں گی۔" نوشاب نے جلدی سے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔ بہرحال میں اس کے وعدہ کر کے اٹھ گیا اور اس رات میں نے خان بہادر کو تنہا چلنے پر آمادہ کر ہی لیا۔ ہم دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر چل پڑے۔ آج ایک نئی سمت اختیار کی تھی۔ خان بہادر کی نگاہیں لومڑیوں کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں اور گہری سانس لے کر بولے۔ "تم بھی شاید رائفل چلانے سے گھبراتے ہو شہاب؟"

"نہیں خان بہادر صاحب۔ یہ بات نہیں۔ میں صرف آپ کا احترام کرتا ہوں۔"

"میرا احترام اپنی جگہ لیکن کیا لومڑیوں کا احترام کرنا بھی ضروری ہے۔" خان بہادر نے ہنس کر کہا۔

"آپ نے میری پوری بات نہیں سنی۔ جس جگہ میں نے نشانہ بازی کی تو پھر

سارے شکار میرے ہی ہوں گے۔"

"یہ بات ہے تو پھر آج کی رات تمہارے نام۔"

"جو حکم۔ اور نمونہ ذرا ملاحظہ فرمائیے۔" میری نگاہ اتفاق سے تین لومڑیوں پر پڑی تھی۔ چنانچہ میں نے رائفل سیدھی کر کے فائر کیا اور ایک لومڑی اچھل کر گر پڑی باقی دو فرار ہونے لگیں لیکن ان کے لئے کوئی اوٹ نہیں تھی۔ اس لئے میں نے دوسرے فائر میں ان دونوں کو سمیٹ لیا۔ خان بہادر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"ایک۔ ایک فائر کے بعد تم نے وقفہ کیوں اختیار کیا تھا؟" وہ بے اختیار بولے۔

"تاکہ دوسرے فائر میں ان دونوں کو بیک وقت نشانہ بناؤں۔"

"یہ۔ یہ اعتماد کا کمال ہے۔ گویا اب تک تم میری نشانہ بازی پر دل میں ہنستے رہے ہو گے۔"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ یقین کریں میں آپ کا بے حد احترام کرتا ہوں۔"

"خدا کی قسم شہاب۔ تمہاری ذات میں میری جوانی پوشیدہ ہے۔ کاش تمہارے بدن میں بھی میرے ہی خون کی بو ہوتی۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مردہ لومڑیوں کو اٹھا کر ہم آگے بڑھ گئے اور جب بات میری رات کی تھی تو میں نے چند ہی گھنٹوں میں اتنا شکار کر لیا جتنا خان بہادر نے کئی دنوں میں بھی نہیں کیا تھا۔ ہمارے گھوڑوں پر لومڑیوں کو لٹکانے کی جگہ بھی نہیں رہی۔ تو ہم نے واپسی کا فیصلہ کیا خان بہادر حیرت سے گنگ تھے۔

پھر جب ہم واپس اپنے کیمپ کی طرف جا رہے تھے تو ہمیں کسی طرف سے گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ بے شمار شکاری رات میں شکار کرتے تھے۔ لیکن آوازوں میں میں نے دوبار انسانی چیخیں سنیں اور میرے کان کھڑے ہو گئے۔

"یہ گولیاں۔ کیا آپ نے ان میں کچھ اور آوازیں بھی سنی ہیں؟"

"کیسی آوازیں؟"

"مجھے محسوس ہوا ہے جیسے ان میں انسانی چیخیں بھی شامل ہوں۔ اسی وقت ایک اور چیخ ابھری۔ اوہ تمہاری سماعت۔ بہت تیز ہے اور پھر لوگوں کی آوازیں ایسی ہیں جیسے

آپس میں فائرنگ کا تبادلہ کیا جا رہا ہو۔ یہ شکار کرنے کی آوازیں نہیں ہیں۔"

"میں دیکھوں گا خان بہادر صاحب۔"

"مناسب نہیں شہاب۔ ممکن ہے شکاریوں کے گروہ آپس میں لڑ پڑے ہوں۔ اکثر ایسا بھی ہو جاتا ہے۔"

"پھر بھی میں ضرور دیکھوں گا۔"

"میں بھی چلتا ہوں۔" خان بہادر نے کہا۔

"مناسب نہیں ہے۔ آپ فوراً جاکر ان لوگوں کو دیکھیں۔ انہیں تنہا چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔" میں نے کہا اور یہ الفاظ کارگر رہے۔ خان بہادر تیار ہو گئے۔ میں نے لومڑیاں اپنے گھوڑے سے نیچے دھکیل دیں اور پھر آوازوں کی طرف روانہ ہو گیا .... فائرنگ کی آوازیں اب بالکل سست ہو گئی تھیں۔ لیکن میں نے بالآخر شعلے لپکتے دیکھ ہی لئے۔ اس طرح مجھے سمت کا اندازہ ہو گیا۔ لیکن سامنے کے رخ سے وہاں جانا خطرناک ثابت ہوتا۔ اس لئے میں نے گھوڑے کو بائیں سمت کر لیا اور اس کی رفتار بھی سست کر دی۔ میں نے ایک برفانی ٹیلے کو آڑ بنا لیا تھا۔ لیکن پھر میں نے گھوڑے سمیت وہاں جانا مناسب نہیں سمجھا اور ایک جگہ گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ فائرنگ اب بالکل بند ہو چکی تھی۔ میں برق رفتاری سے اس ٹیلے کی جانب دوڑنے لگا۔ جہاں سے میں دوسری سمت دیکھ سکتا تھا اور پھر میں نے دوسری طرف دیکھا۔ چند خیمے لگے ہوئے تھے لیکن ان کے درمیان کیا ہو رہا تھا۔ یہ مجھے معلوم نہیں تھا۔ پہلا خیمہ بالکل ٹیلے کے درمیان میں تھا اس لئے میں نے ایک لمحہ میں فیصلہ کر لیا اور پھر میں احتیاط سے ٹیلے کی آڑ سے نکل کر خیمے کے عقب میں پہنچ گیا۔ میں نے آہٹیں لیں لیکن یوں لگتا تھا جیسے ٹیلوں کے قریب کوئی موجود نہ ہو۔ اس خیمے کی آڑ سے نکل کر میں دوسرے خیمے کے پاس پہنچ گیا۔ تب میں نے چاندنی میں کچھ سائے دیکھے۔ چار قوی ہیکل آدمی تھے جن کی شکل و صورت واضح نہیں تھی۔ لیکن وہ کوئی چیز گھسیٹ کر لا رہے تھے۔ پانچواں سایہ کسی عورت کا تھا۔ یہ لوگ ابھی خیموں سے کافی دور تھے۔

عورت کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے۔ لیکن میں انہیں واضح طور پر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس لئے میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ وہاں چھوٹے چھوٹے ٹیلے چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے اور ان پر برف جمی ہوئی تھی۔ جس سے وہ برف کے

تودے ہی معلوم ہو رہے تھے۔ چونکہ ان تین چار دنوں میں یہاں برف باری نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے یہ برف کافی سخت ہو گئی تھی۔ صرف تھوڑا سا فاصلہ ان لوگوں کی نگاہ بچا کر طے کرنا تھا۔ اس کے بعد میں ایک ایسے ٹیلے کے عقب میں پہنچ جاتا۔ جہاں سے انہیں نہ صرف صاف دیکھا جا سکتا تھا بلکہ ان کی آوازیں بھی سنی جا سکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے جسم کو تولا اور پھر ایک مخصوص انداز میں چھلانگ لگائی اور دوسرے لمحے میں اس ٹیلے کے عقب میں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس انداز سے دوڑتے ہوئے مجھے دیکھا نہیں جا سکا ہو گا۔ تاہم چند لمحات میں بے حرکت لیٹا رہا پھر ہر خطرے سے نمٹنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور پھر جب اطمینان ہو گیا تو میں نے ان آوازوں پر کان لگا دیئے۔

"احتیاطاً" دیکھ لو۔" مجھے ایک نسوانی آواز سنائی دی اور میں دنگ رہ گیا۔ اس آواز کو میں نے فوراً" پہچان لیا اور نزدیک سے دیکھنے پر اس کی تصدیق بھی ہو گئی آواز مادام برجیٹا کی تھی۔ وہ طویل القامت عورت برجیٹا ہی تھی۔ لیکن یہ خطرناک عورت یہاں کیا کر رہی ہے۔ یہ کون سا کھیل کھیل رہی ہے۔ میں نے سوچا۔

"ہم نے دیکھ لیا ہے مادام۔ بس یہ پانچ ہی تھے۔"

"اوہ بیوقوف آدمی۔ گھوڑے پر بیٹھ کر ذرا دور تک کا چکر لگاؤ کاہلی اچھی چیز نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی اور باقی رہ گیا ہو۔ لیکن ٹھہرو شاید تم خوفزدہ ہو۔ یوں کرو دو آدمی گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے جاؤ اور ایک فرلانگ کے علاقے میں نگاہیں دوڑاؤ۔ کسی کے ساتھ رعایت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"جو حکم مادام۔" ان میں سے دو آدمی خیموں کی طرف بڑھ گئے۔ تب میری نگاہ ان لاشوں پر پڑی جو برجیٹا کے قدموں میں پڑی ہوئی تھیں۔

"ان لاشوں کا کیا کیا جائے مادام؟" باقی رہ جانے والوں میں سے ایک نے پوچھا۔

"میں ان کی تلاشی لیتی ہوں۔ تم برف میں الگ الگ گڑھے کھود کر انہیں دفن کر دو۔ جاؤ گڑھے تیار کرو۔ اس کے بعد راتوں رات یہاں سے خیمے ہٹا کر ہم یہاں سے کہیں اور قیام کریں گے۔"

"بہتر ہے۔" دونوں آدمیوں نے کہا اور برجیٹا جھک کر لاشوں کی تلاشی لینے لگی۔ ابھی وہ اس کام میں مصروف تھی کہ دفعتاً" ان میں سے ایک آدمی دوڑتا نظر آیا جو خیموں کی طرف گئے تھے۔ وہ بری طرح ہانپ رہا تھا۔ "مادام۔ مادام۔ ایک اور گھوڑا۔

ہمارے خیموں کے بالکل عقب میں موجود ہے۔ لیکن اس کا سوار موجود نہیں ہے۔"

"اوہ۔ اسے تلاش کرو کہیں وہ نکل نہ جائے۔ تلاش کرو۔ جیکی تم بھی اپنا کام چھوڑ دو اسے تلاش کرو۔" اور میں نے گہری سانس لی۔ یہ نیا گھوڑا میرا بھی ہو سکتا ہے جو ممکن ہے آگے بڑھ آیا ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ دوسرے گھوڑے ان کے قبضے میں ہیں۔ لیکن اب اس بات کا امکان تھا کہ وہ اسے تلاش کرتے ہوئے اس طرف بھی نکل آئیں اور یہ جگہ۔ یہ جگہ اس لحاظ سے قطعی محفوظ نہیں تھی۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ چاروں آدمی گھوڑے پر سوار ہو کر برفانی ٹیلوں کے درمیان چکرانے لگے تھے۔ ان حالات میں یہاں رکنا خطرناک تھا چنانچہ ایک بار پھر میں نے خیموں کی طرف دوڑ لگائی۔ مادام برجیٹا تنی کھڑی ہوئی تھی اور اس بار بھی مجھے نہ دیکھا جا سکا۔ میں ایک خیمے کی آڑ میں پہنچ گیا۔ لیکن مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ خیمے کا دروازہ ہے۔ جہاں میں کھڑا ہوں۔ ابھی مجھے یہاں پہنچے چند لمحات بھی نہیں گزرے تھے کہ کسی نے خیمے کا پردہ سرکایا۔

اور پھر ایک تیز چیخ مجھے اپنے کانوں کے نزدیک ہی سنائی دی۔ اور میں اچھل پڑا۔ یہ بھی نسوانی چیخ تھی۔ دوسرے لمحے میں سانپ کی طرح پلٹا اور میں نے چیخنے والی کو دبوچ لیا اور دوسری گھٹی گھٹی چیخ ابھری۔ جسے میں نے دبوچا تھا اس نے کوئی مدافعت نہیں کی اور میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔ "خبردار۔ تمہاری تیسری چیخ نکلی تو۔" میں نے خونی نگاہوں سے اسے گھورا۔ لیکن اتنے قریب سے میں اس لڑکی کے خدوخال دیکھ سکتا تھا اور اسے دیکھ کر میرے ذہن کو جھٹکا لگا اس نے میرا دماغ ہلا کر رکھ دیا۔ میں اس صورت کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ صورت بھی میری جانی پہچانی تھی، یعنی رانی آف اٹرپور۔

"تم............ میرے منہ سے حیران آواز نکلی۔"

"مجھے بھی اتنی ہی حیرت ہوئی ہے تمہیں دیکھ کر۔ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم برجیٹا کے ساتھ ہو گے۔"

"یہ ایک الگ کہانی ہے۔ لیکن تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"بہت کچھ............ لیکن گفتگو کے لئے یہ مناسب جگہ نہیں ہے۔ آؤ میرے ساتھ، ایک تنہا گوشے میں رانی آف اٹرپور نے مجھے ایک انوکھی داستان سنائی جو کچھ

یوں تھی کہ برجیٹا درحقیقت ایک افریقی ملک کی سیکرٹ ایجنٹ ہے اور اپنے ملک کے
ایک شہزادے کی تلاش میں جو پرنس بورٹو کے نام سے مشہور ہے۔"

"پرنس کے دشمن نہیں چاہتے کہ اپنے باپ کی موت کے بعد اسے حکمرانی ملے۔
وہ بورٹو کو ہلاکت کردینا چاہتے ہیں اور ہم' یعنی میں اور برجیٹا پرنس کی زندگی کے لئے
کام کر رہے ہیں۔"

"رانی آف اثر پور کی بتائی ہوئی اس تفصیل نے مجھے حیران کردیا تھا لیکن بعد
میں ڈاکٹر برہان نے اس پوری کہانی کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ کیس ہمارے پاس ہے۔ پرنس بورٹو کرنل شیرازی کی تحویل میں ہے اور
تمہیں کرنل شیرازی کے روپ میں ان سے ملاقات کرنا ہے۔" ڈاکٹر برہان نے ایک
خوبصورت منصوبہ ترتیب دیا تھا۔ میں اس پر غور کرنے لگا حالانکہ مجھے اس منصوبے کے
کچھ پہلوؤں پر اعتراض تھا۔

ڈاکٹر برہان نے ایک اہم فیصلہ کیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ ڈاک پیلس پر چھاپہ
مارے گا اور وہاں موجود افراد کو گرفتار کر لے گا۔ لیکن غور کیا تو ڈاکٹر کا فیصلہ ہی
مناسب معلوم ہوا۔ چھاپہ مارنے سے وہ لوگ غائب ہو سکتے تھے وہ جتنے چالاک تھے اس
کا اندازہ قدم قدم پر ہو چکا تھا اس لئے ان کے لئے ٹھوس اقدامات کی ضرورت تھی۔

"بیٹھ جاؤ۔" ڈاکٹر برہان نے کہا اور میں بیٹھ گیا۔ "کیا میرا فیصلہ غلط ہے؟" اس
نے سوال کیا۔

"میں تفصیل جاننا چاہتا ہوں ڈاکٹر۔" میں نے کہا اور ڈاکٹر مسکرا دیا۔ "مجھے
تمہاری اس خوبی سے پیار ہے شہاب۔ تم اعتماد بھی کرتے ہو اور جرات بھی رکھتے ہو۔
میرے کسی فیصلے پر صرف گردن نہیں جھکا دیتے بلکہ اس پر بحث کرتے ہو۔ ڈاک پیلس
پر حملہ کرکے ان لوگوں کو گرفتار بھی کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اول تو ہمیں ان کی صحیح تعداد
نہیں معلوم۔ دوسرے یہ ضروری نہیں کہ وہ اتنی آسانی سے ہمیں یہاں مل جائیں۔
اس لئے پہلے انہیں اعتماد میں لینا ضروری ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں ڈاکٹر۔" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

"کیا خیال ہے تمہارا۔ کیا میرا یہ فیصلہ غلط ہے؟"

"مجھے کرنل شیروانی کے میک اپ میں ان لوگوں سے ملاقات کرنا ہو گی اور ان
کی اس قوت کے بارے میں اندازہ لگانا ہو گا جو یہاں مصروف عمل ہیں؟" میں نے
استفہامیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"ہاں" یہ بات طے ہے کہ وہ بہترین ذرائع رکھتے ہیں۔ شاہ کائی لس نے حالانکہ انتہائی ذہانت سے انہیں الجھایا تھا ورنہ کہاں بلجیم اور کہاں ہمارا ملک کوئی مماثلت ہی نہیں تھی۔ لیکن وہ لوگ صحیح حالات کا تجزیہ کرتے رہے اور بالآخر صحیح جگہ پہنچ گئے۔ کیا یہ معمولی بات ہے؟"

"نہیں۔ معمولی بات تو نہیں ہے۔"

"اس سے تم ان لوگوں کی اعلیٰ کارکردگی کا اندازہ لگا سکتے ہو۔" برجیٹا بھی ذہین عورت ہے لیکن وہ ان لوگوں کو کافی نقصان پہنچانے کے باوجود ان کے مقابلے میں ناکام رہی ہے۔ اس نے اسنو پوائنٹ پر ان کے جتنے آدمیوں کو ہلاک کیا تھا اثرپور ہاؤس کو تباہ کرکے انہوں نے اس کا انتقام لے لیا ہے اور ان کی صحیح تعداد ہمیں اس وقت تک نہیں معلوم جب کہ برجیٹا کا اب کوئی آدمی اس کے ساتھ نہیں ہے اور وہ تنہا رہ گئی ہے۔ اگر صحیح معنوں میں جائزہ لیا جائے تو انہوں نے برجیٹا کو معطل کر دیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ ہمارے پاس پہنچ گئی ہے۔ گویا برجیٹا کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہ گئی ہے۔ یوں سمجھو کہ وہ سرکاری طور پر تو اس ملک میں آئی ہی نہیں ہے اور یہاں آکر اس نے کافی حد تک مجرمانہ کارروائیاں کی ہیں۔ چنانچہ اگر وہ حکومت سے براہ راست مدد لینے کی کوشش کرتی تو الٹی پھنس جاتی۔ ان حالات میں کیا اب برجیٹا کے اندر ان سے مقابلہ کرنے کی سکت باقی رہ گئی ہے؟" ڈاکٹر برہان نے پوچھا۔

"نہیں ڈاکٹر برہان آپ کا خیال درست ہے۔ اب تو صرف برجیٹا کی اپنی ذات رہ گئی تھی۔ یقیناً وہ اسے بھی تلاش کرکے اپنے راستے سے ہٹا دیتے۔" میں نے اعتراف کیا۔

"چنانچہ ان حالات میں ہمیں ان کے بارے میں مکمل طور پر جائزہ لینا ہو گا۔ جلد یا بدیر وہ کرنل شیروانی کو تلاش کر ہی لیتے اور اس کے بعد پرنس بورٹو کو قابو میں کرنا ان کے لئے مشکل نہ ہوتا۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔ میں آپ سے متفق ہو چکا ہوں ڈاکٹر۔" میں نے یہ تفصیل ختم کرنے کی غرض سے کہا۔

"تو پھر اب میرا پروگرام بھی تمہاری سمجھ میں آگیا ہو گا۔"

"براہ کرم مجھے کچھ اور تفصیل سے آگاہ کریں۔"

"بس تفصیل یہ ہے مسٹر شہاب کہ تم کرنل شیروانی کے میک اپ میں ان لوگوں سے ملاقات کرو گے اور اسی قسم کا اظہار کرو گے جیسے تم ان سے حسب معمول متاثر ہو اور ان کی امانت ان کے سپرد کر دینے کے خواہش مند ہو۔ اپنے طور پر تم کسی شک و شبے کا اظہار نہیں کرو گے۔ ان سے پرنس بورٹو کو ان کے حوالے کرنے کا وعدہ کر لینا۔"

"ایک سوال اور ڈاکٹر۔" میں نے کہا اور ڈاکٹر برہان سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ "میں ان لوگوں سے پرنس بورٹو کو ان کے حوالے کرنے کا وعدہ کر لوں؟"

"ہاں یقیناً۔ ان کی امانت تو ان کے سپرد کرنا ہی ہو گی۔ تم اس سلسلے میں اپنے جذبات کا اظہار کر سکتے ہو کہ تم بھی پرنس کو بہت چاہتے ہو۔"

"اگر وہ فوری طور پر پرنس کو طلب کریں اور اپنے کسی آدمی یا افراد کو میرے ساتھ بھیجیں تو؟" میں نے پوچھا۔

"یہ تمہاری ذہانت پر منحصر ہے کہ انہیں کچھ وقت کے لئے ٹال دو۔"

"مناسب۔" میں نے گردن ہلا دی۔ "یہ کام کب کرنا ہو گا؟"

"اس سے قبل کرنل شیروانی اور پرنس بورٹو سے ملاقات بھی تو کرنی ہو گی۔" ڈاکٹر برہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یقیناً"۔"

"اور اس کے لئے میں نے آج رات ان سے ملاقات کا فیصلہ کیا ہے۔ میں اس سلسلے میں شام تک انتظامات مکمل کر لوں گا۔" ڈاکٹر برہان نے جواب دیا۔

"اس موضوع پر اور کوئی گفتگو باقی رہ گئی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔" ڈاکٹر برہان نے قطعی لہجے میں کہا اور میں اس کے پاس سے اٹھ گیا۔

گویا اب شام تک کی فرصت تھی۔ اور فرصت کے ان لمحات کو گزارنے کا فیصلہ ایک مشکل امر تھا۔ میں اس کارروائی کے لئے خود کو پرسکون بھی رکھنا چاہتا تھا اس لئے باہر نکلنا مناسب نہیں تھا اور یہاں شیطانوں کا ٹولہ موجود تھا۔ لیکن میں نے ان سے نمٹنے کا فیصلہ کر لیا۔ رانی آف اثرپور ایک خوبصورت عورت تھی۔ اس کے علاوہ صاحب ثروت تھی۔ میری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو اس خوش بختی پر نازاں ہوتا۔ اور فوراً رانی آف اثرپور کی پیشکش قبول کر لیتا۔ ظاہر ہے پوری زندگی عیش سے گزرتی اور کسی

فضول سی زندگی کا تصور ہی ختم ہو جاتا۔ اب میں اتنا گاؤدی بھی نہیں تھا کہ ایک چھوٹی سی ریاست کے امور سے نہ نمٹ سکتا۔ لیکن یہاں تو بھیجے کی ساخت ہی غلط تھی۔ کسی ایک محور پر ٹک جانا قبر میں چلے جانے کے مترادف تھا۔ اس لئے بھلا میں رانی صاحبہ کے قابل کہاں تھا۔ لیکن وہ عورت بھی سر پھری تھی۔ خواہ مخواہ پیچھے لگی ہوئی تھی۔ قابل رحم بھی تھی کہ اس کی عقل خبط ہو گئی تھی۔ ورنہ سراب کے پیچھے کون دوڑتا ہے۔ ڈاکٹر برہان کے کمرے سے نکل کر میں ایک راہداری میں پہنچ گیا۔ راہداری کے ایک کمرے کے دروازے سے شارق نکلا اور مجھے دیکھتے ہی دونوں پاؤں زمین پر مار کر اٹین شن ہو گیا۔ پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ "باادب باملاحظہ ہوشیار مہاراجہ آف اثرپور تشریف لا رہے ہیں۔" اس نے لمبی آواز میں کہا.......... اور میں مسکراتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ شارق نے دونوں ہاتھ پھیلا کر گردن جھکا لی تھی۔ تب میں نے اس کی گدی پر ایک ہاتھ رکھ دیا۔" حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے تم؟"

"عالیجاہ' جہاں پناہ ہمیں بھی کوئی اچھی سی نوکری مل جائے۔"

"کیا فضول باتیں لگا رکھی ہیں۔ شارق بور مت کرو۔"

"کیا مطلب.......... یعنی جناب قبلہ راجہ آف اثرپور خادم کی اس بات سے بور ہو رہے ہیں۔"

"آؤ آؤ۔ بکواس کریں کہیں بیٹھ کر۔" میں نے دوستانہ انداز میں اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ اور وہ میرے ساتھ چل پڑا۔ "یار خوش نصیبی قدم قدم پر تمہارے قدم چومتی ہے۔ ہمیں بتاؤ کہ ہم کونسا قدم اٹھائیں کہ یہ خوش نصیبی ہماری بھی قدم بوسی کرے۔"

"واہ' شاعری پر اتر آئے ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں' شاعری پر نہیں' تم اسے حسرت نصیبی کہہ سکتے ہو۔ یہاں زندگی میں کبھی عشق کرنے کی کوشش کی تو ناکام رہے۔ کوئی نہ کوئی کھپلا پڑ ہی گیا۔ اور تم ہی دیکھو وہ خانہ بدوش حسینہ جس نے دماغ خراب کر کے رکھ دیا تھا۔ یار خدا کی قسم آج بھی کبھی کبھی وہ یاد آجاتی ہے۔ نہ جانے ذہن کے کون سے گوشے میں محفوظ رہ گئی ہے۔"

"چلے جاؤ وہاں۔ میرا خیال ہے مل جائے گی اور تمہیں ہاتھوں ہاتھ لے گی۔"

لیکن خانہ بدوش تمہاری تکہ بوٹی کر کے پھینک دیں گے۔"

"میری بات چھوڑیئے راجہ آف اثرپور آپ اپنی سنایئے.......... ان گناہگار آنکھوں نے جو مناظر دیکھے ہیں کیا میں انہیں بھول جاؤں۔ ہائے شعلہ حسن سینے سے لپٹا ہوا تھا اور آپ اس قدر بے نیاز تھے جیسے کسی فقیر کو خیرات دے رہے ہوں۔"

"وہ پاگل عورت ہے۔ میں اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"پاگل نہ ہوتی تو تم جیسے پتھر سے سر پھوڑتی لیکن اس کا کرو گے کیا؟"

"جہنم میں جائے۔ مجھے کسی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"اللہ.........." شارق زنانہ انداز میں مسکتے ہوئے بولا۔ "ہماری بھی تقدیر ایسی ہی بنا دے"

"اچھا یہ بتاؤ کیا تم سب اس وقت موجود تھے۔ جب رانی آف اثرپور صاحبہ حماقت فرما رہی تھیں؟"

"ارے ہماری آنکھوں میں تو روشنی اتر رہی تھی۔ کچھ بھی ہو ہمارے دوست تو ہو۔ راجہ بن جاؤ گے تو ہمارے بھی عیش ہو جائیں گے۔ کم از کم اور کچھ نہ سہی لوگوں سے کہہ تو سکیں گے کہ اتنی بڑی ریاست کا راجہ ہمارا دوست ہے۔"

"لعنت ہے اس پر اور لعنت ہے تم سب پر۔ خواہ مخواہ مجھے بور کر رہے ہو۔" میں نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے پیچھے ہی شارق نے آواز لگائی تھی۔ "با ادب باملاحظہ ہوشیار.........." لیکن میں اس کی آواز پر توجہ دیئے بغیر آگے بڑھ گیا۔ اور اب میں برجیٹا کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ رانی آف اثرپور بھی وہیں موجود تھی۔ مجھے دیکھ کر دونوں مسکرا دیں۔ برجیٹا کا چہرہ پھیکا پھیکا سا لگ رہا تھا۔ رانی آف اثرپور البتہ محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ تب اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آیئے مسٹر شہاب' بیٹھیں۔ ہم دونوں بڑی بور ہو رہی ہیں۔"

"خواتین میں ایک بہت بڑی خوبی ہوتی ہے۔ وہ ہر حال میں خود کو ماحول سے بے نیاز کر لیتی ہیں۔ میرا خیال ہے جن حالات سے آپ دونوں خواتین گزر رہی ہیں۔ ان میں بور ہونے کی تو گنجائش ہی نہیں نکلتی اس کے باوجود آپ بور ہو رہی ہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اسے بھی تم بے بسی کی انتہا کہہ سکتے ہو شہاب۔" رانی آف اثرپور بولی۔

"کیوں۔ ایسی کیا بے بسی ہے؟"

"برجیتا ابھی اس موضوع پر بات کر رہی تھی۔ اس کا خیال ہے کہ اس نے خود کو کبھی عورت نہیں سمجھا۔ ہمیشہ وحشیانہ کھیلوں کی شائق رہی ہے۔ خون بہانا اس کے لئے کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے اور زندگی میں گزرنے والے واقعات نے ہمیشہ اسے سایہ دیا ہے۔ لیکن پہلی بار وہ اس قدر بے بس ہوئی ہے کہ اسے یاد آگیا کہ وہ عورت ہے۔ اور اب وہ خود کو صرف ایک عورت محسوس کر رہی ہے۔"

"کیوں مس برجیتا۔ کیا یہ حقیقت ہے؟" میں نے برجیتا کو دیکھتے ہوئے پوچھا اور وہ پھیکے انداز میں مسکرا دی۔ "ہاں مسٹر شہاب۔ بعض اوقات خیالات ذہن بھٹکا دیتے ہیں۔ میں نے زندگی میں جو بھی کام کیا بھرپور اور کامیاب انداز میں کیا۔ ناکامی کا منہ پہلی بار دیکھنا پڑا ہے۔ میں سوچ رہی تھی کہ میری جگہ اگر کوئی مرد ہوتا تو کیا وہ بھی خود کو اس قدر بے بس محسوس کرتا؟"

"یہ تو حالات کا اتفاق ہے مس برجیتا یہاں مرد اور عورت کی تخصیص نہیں کی جا سکتی۔ ان لوگوں کے ساتھ ایک پوری قوت متحرک ہے۔ جب کہ آپ بہت مختصر سے انتظامات کے ساتھ یہاں آئی تھیں۔"

"ہاں یہ بنیادی غلطی ہوئی۔ میرا خیال ہے شاہ کائی لُس کو ایک مضبوط پروگرام بنانا چاہئے تھا۔ اور اسے ہر حال میں مقامی حکومت سے رابطہ قائم کرنا چاہئے تھا۔"

"جو گزر چکی ہے اسے بھول جانا بہتر ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

"بھول کر ہی تو بوریت کا احساس ہوا ہے۔ اگر ان حالات کو یاد کرتے رہتے تو پھر بوریت کے بجائے دہشت کا شکار ہوتے۔" رانی آف اثرپور بولی۔

"میں تو شاہانہ فیروز کے لئے پریشان ہوں۔ اگر مجھے حالات کے اس قدر خطرناک ہونے کا احساس ہوتا تو میں اسے ان معاملات میں ملوث نہ کرتی۔" برجیتا نے کہا۔

"بڑی خود غرض ہو تم برجیتا۔ کسی دوسرے کو دیکھتے ہی مجھ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اس سے قبل تو تم نے ایسی بات نہیں کہی تھی۔" رانی آف اثرپور بولی اور برجیتا ہنستی رہی۔ اسی وقت فیضان اندر داخل ہو گیا۔ اس کے ہاتھوں میں چائے کے برتن تھے جنہیں اس نے نہایت احترام سے ہمارے سامنے رکھ دیا اور سر جھکا کر باہر نکل گیا۔

میں ان لوگوں کی شرارتوں سے محظوظ ہو رہا تھا۔

شام تک یہ تفریحات جاری رہیں۔ دوپہر کے کھانے پر بھی فیضان اور ماجدہ وغیرہ شرارتیں کرتے رہے تھے۔ ان کی شرارتوں کو صرف میں محسوس کر رہا تھا۔ وہ سب میری مدارات میں لگے ہوئے تھے۔ کھانے میں شریک ہونے پر بھی انہوں نے تکلف کیا اور پھر اس طرح با ادب بیٹھے رہے جیسے انہیں کھانے میں شریک کرکے کوئی بڑا اعزاز بخشا گیا ہو۔

شام کو سات بجے ڈاکٹر برہان نے مجھے طلب کر لیا۔ دن میں وہ کہیں چلا گیا تھا۔ جب میں اس کے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے مسکرا کر میرا خیرمقدم کیا۔ "انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ ٹھیک آٹھ بجے ہم کرنل شیروانی سے ملاقات کرنے چلیں گے۔"

"مناسب.........." میں نے مختصراً کہا۔ "کیا کرنل شیروانی کو اس ملاقات کی اطلاع دیدی گئی ہے؟"

"ہاں وہ ساڑھے آٹھ بجے ہمارا انتظار کریں گے۔" ڈاکٹر برہان نے جواب دیا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر ٹھیک آٹھ بجے میں ڈاکٹر برہان کے طلب کرنے پر باہر نکل آیا اور اس سیاہ رنگ کی وین میں بیٹھ گیا جسے فیضان ڈرائیور کر رہا تھا۔ ڈاکٹر برہان بھی وین میں موجود تھا۔ ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ڈاکٹر برہان نے کے اشارے پر وین چل پڑی غالباً فیضان کو راستے کے بارے میں ہدایات دیدی گئی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وین ایک خوبصورت عمارت کے چوڑے گیٹ کے اندر داخل ہو گئی۔ خاصی کشادہ اور حسین عمارت تھی۔ عمارت کے برآمدے میں کرنل شیروانی نے ہمارا استقبال کیا خوبصورت اور کشادہ پیشانی والا یہ شخص صورت ہی سے فوجی معلوم ہوتا تھا۔ اس عمر میں بھی بہترین صحت تھی۔ حالانکہ سارے بال سفید ہو چکے تھے۔ بڑی بڑی گھنی مونچھوں کی چھاؤں میں اس نے مسکراتے ہوئے ہمارا استقبال کیا اور ڈاکٹر برہان اور مجھ سے مصافحہ کرکے ہمیں اندر آنے کے لئے کہا۔ ڈاکٹر برہان کی وہیل چیئر کو اس نے کسی قدر تاسف سے دیکھا تھا۔ "مجھے آپ سے مل کر بہت مسرت ہوئی ڈاکٹر.......... لیکن یہ..........؟" اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا اور ڈاکٹر مسکرا کر رہ گیا۔ "بہرصورت آپ جیسے باہمت اور اولوالعزم لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ اگرچہ آپ پیروں سے معذور ہیں لیکن آپ نے کتنی اہم ذمہ داریاں سنبھال رکھی ہیں۔"

"نوازش.........." ڈاکٹر برہان نے مختصراً جواب دیا اور کرنل شیروانی ہمیں لیکر ایک بڑے ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ اتنی حسین کوٹھی کا ڈرائنگ روم بھی اتنا ہی حسین ہونا چاہئے تھا۔ جتنا کہ یہ تھا۔ ہم آرام دہ صوفوں پر بیٹھ گئے۔ تب کرنل شیروانی نے کہا۔ "بڑے عجیب و غریب حالات ہیں مجھے اس وقت بھی یہ احساس تھا جب شاہ کائی ٹس نے میری جان بچانے کے بعد شہزادہ بورٹو کو میرے حوالے کیا تھا۔ لیکن اس بات کا امکان نہیں تھا کہ حالات اتنا سنگین رخ اختیار کر جائیں گے۔ بعض اوقات تو میں اپنے بارے میں بھی سوچنے لگتا ہوں۔"

"کیا کرنل شیروانی؟" ڈاکٹر برہان نے سوال کیا۔

"یہی کہ میں براہ راست ان معاملات میں ملوث نہ ہو جاؤں۔ دراصل ڈاکٹر برہان، حالات انسان کو بہت بزدل بنا دیتے ہیں۔ میری ذمہ داریاں اب مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتیں کہ میں بھاگ دوڑ کی زندگی میں حصہ لوں۔"

"یقیناً کرنل، لیکن میرا خیال ہے کہ آپ اپنا فرض پورا کر چکے ہیں۔" ڈاکٹر برہان نے کہا۔

"فرض؟" کرنل شیروانی نے مسکراتے ہوئے سوالیہ نگاہوں سے ڈاکٹر برہان کی طرف دیکھا۔

"ہاں فوج کی زندگی اتنی مصروف ہوتی ہے کہ اگر آدمی اس میں چند سال بھی گزار لے تو اس کے بعد باقی عمر آرام کرنے کے لئے ہی رہ جاتی ہے۔"

"نہیں ڈاکٹر یہ بات نہیں ہے ہمیں تو ابتدائی تربیت یہی دی جاتی ہے کہ زندگی اسی مصروفیت کا نام ہے۔ لیکن اب ان مصروفیتوں کو ترک کئے ہوئے بھی ایک عرصہ بیت گیا اور اب میں تن آسان زندگی کا عادی ہو گیا ہوں۔ تاہم میرے اپنے کچھ معمولات ہیں جن پر عمل کرکے میں آج بھی خود کو فوجی محسوس کرتا ہوں۔" کرنل شیروانی نے کہا اور ہم سب ہنسنے لگے۔ پھر وہ بولا۔ "بہرصورت حالات کیا ہیں۔ کیا مجھے ان کے بارے میں بتانا پسند کریں گے آپ؟"

"کیوں نہیں کرنل۔ کسی حد تک تو میں آپ کو ٹیلیفون پر بتا ہی چکا ہوں۔ مختصراً تفصیل یہ ہے کہ شاہ کائی ٹس کو اپنے بیٹے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس کے مخالفین نہیں چاہتے کہ پرنس بورٹو اپنے وطن واپس پہنچے اور عنان حکومت سنبھالے۔ چنانچہ

انہوں نے پرنس بورٹو کو قتل کرنے اور شاہ کائی ٹس کے اس منصوبے کو ناکام کرنے کا عزم کر رکھا ہے اور شاہ کائی ٹس کے بھیجے ہوئے افراد کے ساتھ یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ یہاں ان لوگوں میں آپس میں کافی چپقلش رہی اور شاہ کائی ٹس کے بھیجے ہوئے افراد کو خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تب اتفاقاً وہ ہم تک پہنچ گئے اور میں نے حکومت کے تعاون سے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ پرنس بورٹو کو شاہ کائی ٹس کے پاس پہنچا دیا جائے۔"

"گڈ۔ بہت عمدہ قدم ہے آپ کا اور اگر محسوس نہ کریں تو ایک پیش کش میں بھی کرنا چاہتا ہوں۔" کرنل شیروانی نے کہا۔

"وہ کیا کرنل؟"

"میں نے ابھی آپ سے یہ عرض کیا تھا کہ ہمیں ابتدائی تربیت اسی بات کی دی جاتی ہے کہ ہم اپنی زندگی کو ہمیشہ مصروف عمل رکھیں۔ گو میں زندگی کی یہ نہج ترک کر چکا ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ ایک بار پھر اس جدوجہد میں حصہ لوں۔"

"وہ کس طرح کرنل شیروانی؟" ڈاکٹر برہان نے پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ پرنس بورٹو کو اس کے وطن تک پہنچانے میں بھی آپ کے ساتھ رہوں۔"

"یہ سوچ لیں کہ اس مہم میں خاصی مشکلات پیش آئیں گی کرنل شیروانی۔"

"یقیناً.......... میں نے کہا تھا ناکہ میرے حالات مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ میں اب کسی مہم میں حصہ لوں۔ لیکن خواہشات کو انسان کہاں دبا سکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ اجازت دیں۔"

"میں آپ کے لئے گنجائش نکالوں گا کرنل شیروانی!"

"نہایت شکر گزار ہوں گا میں آپ کا اور اس کے علاوہ کچھ دلی جذبے بھی ہیں۔ پرنس بورٹو ایک طویل عرصے سے میرے ساتھ ہے اور یہاں اس نے میری اولاد ہی کی طرح پرورش پائی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کسی کی امانت ہے اور وہ بہرحال مجھے واپس کرنا تھی میں نے خود کو اسی لئے تیار کیا تھا اور آج بھی اس کے لئے تیار ہوں۔ لیکن اگر میں اپنے اس رشتے کو جسے ہم ان چند برس کے ساتھ کا رشتہ کہہ سکتے ہیں اس حد تک نبھانے کی کوشش کروں کہ اسے واپس شاہ کائی ٹس کی خدمت میں پیش کردوں

تو مجھے دلی مسرت ہو گی۔ اس سلسلے میں' میں آپ کے تعاون کا طلب گار ہوں۔"

"بہتر ہے کرنل شیروانی۔ میں آپ کو اپنے ساتھ رکھوں گا۔" ڈاکٹر برہان نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"تب فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"وہ اشتہارات جو اخبارات میں دیئے گئے تھے آپ کی نگاہوں سے ضرور گزرے ہوں گے۔ دراصل وہ اشتہارات پرنس بورٹو کے دشمنوں کی جانب سے تھے۔ چونکہ وہ لوگ شاہ کائی ٹس کے بھیجے ہوئے افراد کو معطل کر چکے ہیں' چنانچہ انہوں نے یہی سوچا کہ اس طرح آپ کو اپنی طرح رجوع کرکے خود کو شاہ کائی ٹس کے ساتھیوں کی حیثیت سے پیش کریں اور پرنس بورٹو پر قبضہ کر لیں۔" ڈاکٹر برہان نے بتایا۔

کرنل شیروانی کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ چند ساعت وہ متحیرانہ انداز میں ہمیں دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "اس کا مطلب ہے کہ میری چھٹی حس نے یہاں بھی میری مدد کی۔ آپ یقین کریں ڈاکٹر کہ مجھے وہ اشتہار پہلی ہی نگاہ میں مشکوک محسوس ہوا تھا۔ اس دوران شاہ کائی ٹس کے تین افراد مجھ سے ملاقات کر چکے ہیں۔ گو آخری فرد کو ملاقات کئے ہوئے تقریباً پانچ سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن ہر بار صحیح لوگ صحیح جگہ پر پہنچے۔ پھر اشتہار کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے صرف ایک بات پر حیرت ہے۔"

"کس بات پر؟"

"ان لوگوں نے کتنی ذہانت سے ساری تفصیلات معلوم کر لیں............ اشتہار میں انہوں نے اس واقعے کی کتنی مناسب عکاسی کی تھی جو مجھے شاہ کائی ٹس تک لے گیا۔ اس سے صرف ایک اندازہ ہوتا ہے۔"

"وہ کیا کرنل؟" ڈاکٹر برہان نے دلچسپی سے پوچھا۔

"شاہ کائی ٹس کے کچھ لوگ اس کے دشمنوں سے جا ملے ہیں اور انہوں نے اس واقعے کی نشاندہی کی ہے۔"

"یہ بھی ممکن ہے اور یہ بھی کہ دشمنوں نے کسی ایسے آدمی کو قابو میں کرکے یہ راز حاصل کر لیا ہو جو شاہ کا دوست اور اس کا ہمراز تھا۔"

"ہاں ممکن ہے۔ حالانکہ بہت کم لوگ اس وقت کے راز دار تھے۔"

"بہرحال یہ بات ہمارے لئے قابل بحث نہیں ہے۔ ہم تو پرنس بورٹو کو واپس

اس کی حکومت کو دینے کے خواہش مند ہیں۔"

"اس فرض میں آپ تنہا نہیں ہیں۔ میرے اوپر بھی میرے دوست کائی ٹس کی یہ خدمت فرض ہے اور میں اس فرض کو ادا کرنا چاہتا ہوں۔"

"پرنس بورٹو کہاں ہیں؟" ڈاکٹر برہان نے پوچھا۔

"ملاقات کرنا چاہتے ہیں ان سے؟"

"یقیناً۔" ڈاکٹر برہان بولا۔ میں اس دوران خاموش ہی رہا تھا۔ تب کرنل شیروانی نے گھنٹی بجائی اور ایک ملازم اندر آگیا............ "آپ کیا پینا پسند کریں گے ڈاکٹر؟"

"کافی پلوا دیں۔" ڈاکٹر بے تکلفی سے بولا۔ اور کرنل شیروانی نے ملازم کو کافی لانے کے لئے کہہ کر کسی سعدی کو بھیجنے کے لئے کہا اور ملازم سر جھکا کر چلا گیا۔

"آپ لوگ اسے سعدی کے نام سے پکارتے ہیں۔" ڈاکٹر برہان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔" کرنل نے کسی قدر بھاری لہجے میں کہا۔ "وہ یہاں سے چلا جائے گا تو اس کی کمی کسی طور پر پوری نہیں ہو سکے گی ڈاکٹر۔ لیکن امین کو یہ دکھ تو اٹھانا ہی پڑتا ہے۔"

"سلیپنگ سوٹ میں ملبوس ایک سیاہ فام نوجوان اندر داخل ہو گیا۔ نقش و نگار سو فیصدی افریقی تھے۔ بدن بھی کسا ہوا تھا لیکن چہرے پر ایک عجیب سی نرمی پائی جاتی تھی۔ مسکراہٹ بڑی جاندار تھی۔ یہ پرنس بورٹو تھا۔ "ہیلو............" اس نے مہذب انداز میں گردن جھکائی۔

"ہیلو پرنس۔" ڈاکٹر برہان نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ابھی نہیں۔ براہ کرم ابھی نہیں۔ انہوں نے مجھے سعدی کہا ہے اور سعدی کی عظمت میرے سینے میں چھپی ہوئی ہے۔ ابھی مجھ سے میرے خواب نہ چھینیں۔ حالانکہ ہر شے چھن جانے کے لئے ہے۔" وہ نستعلیق اردو میں بولا اور ڈاکٹر نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔ "خوب۔ آپ کی کوشش قابل داد ہے کرنل۔"

"بیداد میرے ساتھ ہوئی ہے۔ بس ایک اجنبی شناسا ہوں۔ جن وادیوں میں' مجھے اپنوں کے درمیان بھیجا جا رہا ہے وہ میرے لئے اجنبی ہیں آپ لوگ خود سوچئے میں کیا رہوں گا۔ کیا یہ میرے ساتھ زیادتی نہیں ہے؟"

"لیکن حقیقت' حقیقت ہوتی ہے' مسٹر سعدی۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"ہاں۔ گو مجھے اس حقیقت کا سبق ہمیشہ دیا گیا ہے۔ لیکن میری روح میں یہ فضائیں رچی ہوئی ہیں۔ بڑے تلخ دور میں داخل ہو رہا ہوں میں.........."

"سعدی شاعر ہے۔ آپ نے میکش کے نام سے اسے پڑھا ہو گا۔ اکثر مشاعروں میں اس کے نام کی بازگشت گونجتی ہے۔" کرنل نے بتایا۔

"خوب۔ واقعی یہ افریقہ کا عجوبہ ہے۔ لیکن مسٹر سعدی کیا آپ کو یہ بات بچپن ہی سے بتائی گئی ہے کہ آپ پرنس بورٹو ہیں؟"

"ہاں مجھے بچپن سے ہی یہ بتایا گیا ہے۔ لیکن اس وقت میں یہ سمجھتا تھا کہ پاپا جب ناراض ہوتے ہیں تو یہ بات کہتے ہیں مجھے کیا معلوم تھا کہ پاپا ایک دن سچ مچ ناراض ہو جائیں گے اور مجھے معاف نہیں کریں گے۔" اس کی آواز بھرا گئی اور کرنل کی آنکھوں میں نمی جھانکنے لگی۔ "تم نے وعدہ کیا تھا سعدی کہ ایسی گفتگو نہیں کرو گے۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں بھی ایک کمزور انسان ہوں پاپا۔ آپ اس بات کو نظرانداز نہ کیا کریں۔ بہرحال میں معافی چاہتا ہوں۔" سعدی نے کہا اور پھر مسکرانے لگا۔ "آپ دونوں حضرات؟" اس نے سوالیہ انداز میں ہمیں دیکھا اور کرنل نے ہم دونوں کا تعارف کرایا۔ "خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"

"ملازم کافی لے آیا اور کافی کے دوران ہم لوگ گفتگو کرتے رہے۔ کرنل شیروانی اور سعدی جذبات سے نکل آئے تھے اور کرنل پوچھ رہا تھا کہ پرنس بورٹو کو بحفاظت لے جانے کے لئے کیا انتظامات کئے جائیں گے؟

"ابھی اس کا فیصلہ نہیں کیا گیا ہے لیکن فوجی حکام ہم سے تعاون پر آمادہ ہیں اور اس سلسلے میں کوئی بہتر پروگرام ترتیب دیا جائے گا.......... فی الحال میں نے ایک اور سلسلے میں آپ کو زحمت دی ہے۔"

"جی۔ فرمایئے؟" کرنل شیروانی نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"میں ان لوگوں سے نمٹنا چاہتا ہوں جو شاہ اور پرنس کے دشمن ہیں۔ اس سلسلے میں میرے لوگ بہت جلد ڈاک پیلس میں ان سے ملاقات کریں گے۔"

"اوہ۔ اس اشتہار کے جواب میں؟"

"جی کرنل۔ اور آپ کی حیثیت سے۔"

"کیا مطلب۔ میری حیثیت سے؟" کرنل چونک پڑا۔

"ہاں' پرنس بورٹو کی واپسی کے مذاکرات کرنے کے لئے۔ لیکن در حقیقت ہم ان کے بارے میں اندازہ لگا کر ان کے لئے جال بچھانے کی کوشش کریں گے۔"

"خوب۔ عمدہ پروگرام ہے۔ لیکن آپ میری حیثیت سے کسے بھیجیں گے۔ ظاہر ہے وہ میرا پتہ نہیں جانتے لیکن میری شخصیت سے اس قدر لاعلم بھی نہیں ہوں گے کہ کسی دوسرے شخص کو میری حیثیت سے قبول کر لیں.........."

"اس کے لئے میک اپ استعمال کیا جائے گا۔"

"ظاہر ہے آپ لوگوں کا اپنا طریقہ کار ہو گا لیکن کیوں نہ اس کے لئے آپ مجھے ہی استعمال کریں؟"

"اس پیشکش کا شکریہ کرنل۔ میں نے بھی آپ سے ملاقات کے بعد ایک لمحے کے لئے اسی انداز میں سوچا تھا۔ لیکن مناسب نہ ہو گا۔"

"کیوں؟"

"ہمیں موقع کے لحاظ سے گفتگو اور عمل کرنا ہو گا۔ کچھ دوسرے ایسے کام بھی اس وقت انجام دینا ہوں گے جن کے ذریعہ ہم ان پر اپنی گرفت کر سکیں۔"

"اوہ۔ یقیناً یقیناً۔ آپ سے مل کر اندازہ ہو رہا ہے کہ آپ اعلیٰ پیمانے پر یہی کام کریں گے۔ بہرحال بہتر ہوا ہے کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔ میرے لئے جو ہدایت ہو فرما دیں۔"

"احتیاطاً آپ پرنس بورٹو کو یہاں سے ہٹا دیں اور کسی ایسی محفوظ جگہ رکھیں جہاں وہ لوگ آپ تک نہ پہنچ پائیں بلکہ مناسب تو یہ ہو گا کہ آپ خود بھی اپنے اہل خاندان کے ساتھ وہاں سے ہٹ جائیں۔"

"اگر آپ پسند کریں تو بورٹو کو اپنی تحویل میں لے لیں۔ ممکن ہے میں اس کی مناسب حفاظت نہ کر سکوں۔"

"اگر آپ کو اور پرنس کو اعتراض نہ ہو تو۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔ یہ میرے پاس امانت ہے اور امانت کی حفاظت کرنے کا میں بھی اتنا ہی خواہش مند ہوں جتنا آپ لوگ۔"

"براہ کرم پرنس بورٹو' آپ تیار ہو جائیں۔"

"بہتر ہے۔" بورٹو نے جھٹکے دار آواز میں کہا اور اٹھ کر باہر نکل گیا۔ کرنل نے ایک گہری سانس لی تھی۔ پھر وہ بولا۔ "اس کی ذہنی کیفیت سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ لیکن اسے حقیقت تسلیم کرنا ہو گی۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہم کرنل شیروانی سے رخصت ہو گئے۔ بورٹو ہمارے ساتھ تھا۔ اب اس کا چہرہ سپاٹ اور ہر قسم کے تاثرات سے عاری تھا اور وہ پرسکون نظر آرہا تھا۔ راستے میں میں نے اس سے کہا۔ "آپ بہت غمزدہ ہیں مسٹر سعدی؟"

"میں بورٹو ہوں۔ شاہ کائی لس کا بیٹا۔ اس لئے براہ کرم آپ مجھے بورٹو کے نام سے ہی مخاطب کریں۔ پاپا بھی تو بے قصور ہیں۔ ویسے میرے اندر ایک انوکھی قوت پوشیدہ ہے۔ جب میرا ذہن حالات کو قبول کر لیتا ہے تو پھر میں دوسرے مفروضات بھول جاتا ہوں۔" وہ آہنی لہجے میں بولا۔

"آپ کے لئے یہی بہتر ہے پرنس............ ویسے' اگر آپ حالات پر قابو پا لیں تو آپ کے لئے یہ مشکل نہ ہو گا کہ ایک شہنشاہ کی حیثیت سے آپ کرنل شیروانی اور ان کے خاندان کو اپنے پاس ہی بلا لیں۔" ڈاکٹر برہان نے کہا اور پرنس بورٹو چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر کچھ سوچتا رہا اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "آپ کا شکریہ ڈاکٹر۔ آپ نے میرے ذہن کا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔ واقعی میں نے اس انداز میں کبھی نہیں سوچا۔ یہ تو آسان سی بات ہے۔ پاپا کی ذمہ داریاں مجھے معلوم ہیں۔ وہ با آسانی میرے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ اوہ' واقعی اس طرح تو بہت زیادہ فرق نہیں پڑے گا۔"

"تعجب ہے۔ آپ نے یہ بات نہیں سوچی۔"

"بس عقل خبط ہو جاتی تھی اپنے بارے میں سوچ کر۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی نئی دنیا میں رہنا ہے۔ بعض اوقات انسان پر ایسی کیفیات بھی طاری ہو جاتی ہیں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ ڈاکٹر برہان۔ میں خاصا سکون محسوس کر رہا ہوں۔"

"مجھے خوشی ہے پرنس۔" ڈاکٹر برہان نے کہا۔

"بعض حقیقتیں بڑی انوکھی ہوتی ہیں۔ میں نے صحیح معنوں میں اسی ماحول میں ہوش سنبھالا ہے۔ گو پاپا بڑی دیانت داری کے ساتھ میرے ذہن میں میرے ماحول کی

یاد تازہ کرتے رہے ہیں۔ وہ مجھے بتاتے رہے ہیں کہ میری ایک ماں ہے' باپ ہے۔ میں حکومت کرنے کے لئے پیدا ہوا ہوں۔ لیکن میں ان باتوں کو ایک کہانی کی حیثیت سے سنتا رہا ہوں۔ میں نے خود کو کبھی اس شہزادے کے کردار میں نہیں پایا۔ بہرحال آپ کے ان چند الفاظ کے لئے مجھے میری مشکل کا ایک حل مل گیا ہے۔ اور اب میں آپ سے مکمل تعاون کے لئے تیار ہوں۔"

"شکریہ پرنس۔"

"میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیں۔ آپ مجھے بزم کا ہی نہیں رزم کا انسان بھی پائیں گے۔" پرنس بورٹو نے کہا۔

"آنے والا وقت آپ کے لئے بھی مصروف ہو گا پرنس۔ آپ کے دشمن اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھیں گے جب تک آپ ملکی معاملات بہتر طور پر نہیں سنبھال لیں گے۔"

"پاپا عظیم انسان ہیں۔ انہوں نے میری تربیت کے لئے جو جتن کئے ہیں آج سے قبل ان کی اہمیت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ لیکن آج مجھے ان کی کاوشیں یاد آرہی ہیں۔ مجھے افریقی زبان کی مشق کے لئے انہوں نے کئی لوگوں کو متعین کیا تھا۔ اس کے علاوہ ہر ہفتے کی رات کو مجھے میرے دیس' میرے ماحول کی فلمیں دکھائی جاتی تھیں اور مجھے میرا مقام جتایا جاتا تھا اور نہ جانے کیا کیا۔ اب سب یاد آرہا ہے۔"

"کرنل نے ایک مخلص انسان کی حیثیت سے صرف اپنا فرض پورا کیا ہے۔" ڈاکٹر برہان نے جواب دیا اور پھر ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ اسی وقت پرنس بورٹو کو برجیتا کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ وہ اسے دیکھ کر سحرزدہ سی رہ گئی تھی اور پھر وہ اس کے سامنے جھک گئی۔

"یہ کون خاتون ہیں؟" بورٹو نے پوچھا۔

"تمہارے دیس سے آنے والی۔ تمہارے باپ کی قاصد۔"

"آہ پرنس۔ آپ کو دیکھ کر میں شدید حیران ہوں۔"

"کیوں؟"

"آپ ہوبہو شاہ کائی لس کی جوانی ہیں۔ اگر عمر کا فرق نہ ہوتا تو کوئی بھی آپ کو شاہ کائی لس سمجھ سکتا ہے۔"

"میرے دوسرے اہل خانہ خیریت سے ہیں؟"

"ہاں، سب ٹھیک ہیں۔"

پرنس کو برجیتا کے حوالے کرنے کے بعد ہمارا پہلا کام ختم ہو گیا تھا۔ میں اور ڈاکٹر برہان واپس اسی کمرے میں آگئے جو نشست کا خصوصی کمرہ تھا۔ تب ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ "کیا خیال ہے مسٹر شہاب؟"

"ہم اس ابتدائی مرحلے کو تسلی بخش کہہ سکتے ہیں۔"

"کرنل شیروانی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میں با آسانی اس کا کردار ادا کر لوں گا۔"

"لیکن پتہ نہیں یہ تمہاری خوش بختی ہے یا بد بختی کہ میں نے تمہارے لئے ایک دوسرا پروگرام بھی بنایا ہے۔" ڈاکٹر برہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا ڈاکٹر؟"

"پرنس بورٹو کے لئے میرے ذہن میں ایک پلان تھا۔ میں اسے کسی ایسے انوکھے انداز میں لے جانا چاہتا تھا جس سے اس کی حفاظت کے بہتر انتظامات ہو سکیں اور اس کے لئے میں نے سوچا تھا کہ پرنس بورٹو کی شخصیت کو پوشیدہ رکھا جائے اور کسی دوسرے کو اس کے میک اپ میں سفر کرایا جائے۔ اب میں اس خواہش کو کیا کروں کہ میرے ذہن میں اس سلسلے میں بھی تمہارا ہی نام آیا ہے؟"

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے ڈاکٹر۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"لیکن مشکلات سے آگاہ ہو؟"

"ہاں ظاہر ہے۔ میرے پیچھے دشمنوں کی ایک فوج ہو گی۔ لیکن ایک اور بات میرے ذہن میں ہے۔"

"کیا؟"

"کیا شاہ کائی ٹس ہماری اس حد تک مداخلت کو پسند کرے گا۔ کیا اس سے اس کے کسی مفاد کو ٹھیس نہیں پہنچتی؟"

"بڑا دلچسپ سوال کیا تم نے۔ میں تمہاری ذہانت کا ہمیشہ سے قائل ہوں۔ دراصل برجیتا کی اتنی بڑی حیثیت نہیں کہ وہ شاہ کائی ٹس کی طرف سے سارے معاملات طے کر لے۔ لیکن ہم برجیتا کے لئے یا شاہ کائی ٹس کے لئے نہیں بلکہ اپنے

ملک کے لئے کام کر رہے ہیں۔"

"اوہ۔ کیا مطلب؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"حکومت اس کھیل میں پوری طرح ملوث ہے۔ میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ یوں سمجھو کہ شاہ کائی ٹس کو ممنون کرکے ہم اپنا مفاد بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح وہ دوسرا ملک بھی ہمارا شکرگزار ہو گا جو شاہ کو برقرار رکھنا چاہتا ہے اور پھر کائی ٹس کا جانشین ایک طرح سے ہمارا اپنا آدمی ہو گا۔ ہم اس کے ذریعے اس دوسرے ملک سے بھی کچھ حاصل کر سکیں گے جو چند وجوہ کی بناء پر ہم سے دور ہٹ گیا ہے۔ پرنس بورٹو ہمارے لئے راستہ ثابت ہو گا اور وہ ہمارے لئے وہ کرے گا جو کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ سمجھ رہے ہو نا؟"

"خوب۔ گویا یہ کام سرکاری پیمانے پر ہو رہا ہے۔"

"ہاں۔ لیکن حکومت ہمارے کاندھوں پر رکھ کر بندوق چلانا چاہتی ہے۔ وہ براہ راست اس لئے ملوث نہیں ہو رہی کہ اس کی نیت پر شک نہ کیا جا سکے۔ جب کہ ہمیں بورٹو کی طرف سے اطمینان ہے۔ اور اس اطمینان کا ذریعہ کرنل شیروانی بھی ہے۔"

"واقعی گہری بات ہے۔"

"حکومت کی طرف سے مجھے خصوصی اختیارات دیئے گئے ہیں اور اگر کاروباری بات کرو تو ایک گراں رقم کی پیشکش بھی کی گئی ہے۔ لیکن یہ سودا خفیہ ہے۔"

"تب پھر غور و فکر بیکار ہے۔" میں نے ہنس کر کہا اور ڈاکٹر برہان بھی ہنسنے لگے۔ ہم بہرحال کسی طور کاروبار کو نظرانداز نہیں کر سکتے تھے۔

دوسرے دن رات کو آٹھ بجے میں اس پہلے آپریشن کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ کرنل شیروانی کی کار پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ ٹھیک سوا آٹھ بجے میں اسے ڈرائیو کرتا ہوا نکل آیا، اور اب میرا رخ شہر سے کافی دور اس ڈاک بنگلے کی طرف تھا جسے ڈاک پیلس کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ راستہ بڑا ہی پرسکون تھا۔ کام کا وہی موڈ تھا جو عموماً خطرناک مواقعوں پر بن جایا کرتا تھا۔ کرنل شیروانی کے میک اپ میں تھا لیکن اتنی بہت سی چیزوں سے لیس تھا کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ڈاکٹر برہان اپنی انہی خوبیوں سے اپنے دشمن پر حاوی رہتا تھا۔

رات کی تاریکی میں سڑک ہیڈ لائٹس سے جگمگاتی رہی اور بالآخر میں ڈاک پیلس کے نزدیک پہنچ گیا۔

دن کی روشنی میں بھی کئی بار میں نے اس عمارت کو دیکھا تھا لیکن کبھی اس میں داخل ہونے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ ڈاک بنگلہ ہونے کے باوجود عمارت کافی صاف ستھری اور کسی حد تک آراستہ تھی۔ احاطے میں درخت لگے ہوئے تھے جن کی مناسب دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ عمارت کے کسی حصے میں روشنی کی ایک رمق بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ جس سے احساس ہوتا تھا کہ وہاں زندگی موجود ہے۔ حالانکہ قرب و جوار کا علاقہ دور دور تک ویران اور سنسان پڑا ہوا تھا۔ سڑک سے تقریباً ایک فرلانگ کچے میں چلنے کے بعد اس عمارت تک پہنچا جا سکتا تھا۔ ویسے سڑک کے دونوں جانب چھوٹے چھوٹے پہاڑی ٹیلے ابھرے ہوئے تھے۔ میں نے کار اطمینان سے عمارت کے احاطے کے سامنے روک دی۔ احاطے میں پھاٹک موجود نہیں تھا۔ کبھی ہو گا۔ لیکن اب اس کے نشانات بھی باقی نہیں رہے تھے۔ البتہ اندر کے دروازے، کھڑکیاں وغیرہ سب مضبوط اور صاف ستھرے نظر آ رہے تھے۔ میں کار سے نیچے اتر آیا.......... چند ساعت کچھ سوچتا رہا۔ پھر میں نے زور زور سے ہارن بجانا شروع کر دیا۔ کافی دیر تک ہارن بجانے کے باوجود کوئی باہر نہ آیا۔ تب میں نے احاطے کے اردگرد کا جائزہ لیا احاطے کے اندر جا کر ایک دروازہ تھا۔ میں نے وہ دروازہ کھٹکھٹایا اور خود احاطے کے باہر آ گیا۔ چند لمحات کے بعد دروازہ کھلا اور ایک سایہ برآمد ہوا۔

مقامی بوڑھا آدمی تھا جو یقیناً ڈاک بنگلے کا چوکیدار ہو گا۔ وہ لنگڑاتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا اور پھر اس نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھنے کی کوشش کی۔

"جی صاحب؟" وہ بھاری لہجے میں بولا۔

"کون ہو تم.........؟"

"چوکیدار ہوں، بڑے صاحب۔ یہیں رہتا ہوں۔"

"اندر ڈاک بنگلے میں اور کوئی مقیم ہے؟"

"ہاں کچھ صاحب ہیں۔ مگر اب آپ کے ٹھہرنے کے لئے جگہ نہیں ہے سارے کمرے گھرے ہوئے ہیں۔" چوکیدار نے جواب دیا۔

"کتنے کمرے ہیں اس ڈاک بنگلے میں؟"

"چار ہیں بابو جی۔"

"اور چاروں گھرے ہوئے ہیں؟"

"ہاں جی"

"ہوں اور اگر کوئی پانچواں آدمی آ جائے تو اس کا کیا ہو گا؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ کہیں تو میں برآمدے میں آپ کے لئے بندوبست کئے دیتا ہوں۔ چارپائی اور بستر موجود ہے۔ مجھے معاف کیجئے گا سرکار میں تو یہاں خادم ہوں جو آئے گا آرام کرے گا سرکار" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جو لوگ یہاں مقیم ہیں ان میں انگریز بھی ہیں؟"

"ہاں صاحب۔ باہر کے لوگ ہیں۔"

"تب تم ان سے کہو کہ ان کا ایک مہمان ان سے ملنے آیا ہے۔"

"اوہو آپ مہمان ہیں؟"

"ہاں، کیوں؟" میں نے اس کے چونکنے پر اسے بغور دیکھا۔

"کچھ نہیں صاحب جی، ان لوگوں نے کہا تھا کہ اگر کوئی مہمان ان سے ملنے آئے تو اس کے بارے میں فوراً اطلاع دی جائے۔"

"ٹھیک ہے تو جاؤ اور اطلاع دے دو۔"

"کیا نام بتاؤں آپ کا صاحب جی؟"

"کرنل شیروانی۔" میں نے کہا اور چوکیدار چلا گیا۔ میں آہستہ آہستہ دوبارہ احاطے میں داخل ہو گیا۔ چوکیدار نے اندر داخل ہو کر نہ جانے کیوں دروازہ بند کر دیا تھا۔ شاید اسے اسی قسم کی ہدایت ملی ہو۔ چند لمحات کے بعد کچھ افراد تیزی سے باہر نکل آئے۔ ان میں ایک سفید فام شخص جس کا قد لمبا اور بدن خاصا چوڑا تھا نمایاں تھا۔ وہ میرے سامنے آ گیا اور اس نے برآمدے کی تیز روشنی جلا دی۔ تیز روشنی میں اس نے سر سے پاؤں تک میرا جائزہ لیا۔ اور پھر سر خم کر کے بولا۔

"کرنل شیروانی!"

"ہاں، مگر میں کس سے مخاطب ہوں؟"

"آپ مجھے فریڈرک کہہ سکتے ہیں۔" اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ پھیلایا اور میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ فریڈرک کا ہاتھ خاصا چوڑا اور مضبوط تھا۔

لیکن اس چوڑے ہاتھ کی قوت کے جواب میں میں نے بھی قوت استعمال کی تھی اور تھوڑی دیر تک اس کا ہاتھ دبائے رکھنے کے بعد میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اس کے پیچھے دو سیاہ فام بھی تھے جو عمدہ قسم کے سوٹوں میں ملبوس تھے۔ لیکن شکل و صورت سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا تعلق کس قوم سے ہے۔ تینوں آدمی مجھے لئے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ فریڈرک میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ ”بڑا انتظار کروایا آپ نے کرنل شیروانی! ہم تو بڑی بے چینی سے آپ کے منتظر تھے۔“

”جی ہاں‘ میں کچھ تذبذب کا شکار ہو گیا تھا۔“

”آیئے آیئے اندر چل کر بیٹھئے۔ ارے ہاں آپ کے ساتھ کار میں کوئی اور تو نہیں ہے؟“

”نہیں‘ کسی اور کے آنے کا کیا سوال تھا۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا اور فریڈرک مجھے بغور دیکھنے لگا۔ لیکن جونہی میری نگاہ اس سے ملی اس نے فوراً رخ دوسری طرف کر لیا۔ چند ساعت کے بعد ہم ایک کمرے میں تھے۔ معمولی قسم کا فرنیچر کمرے میں موجود تھا۔ ظاہر ہے اس سے بہتر انتظامات تو ڈاک بنگلے میں نہیں ہو سکتے تھے۔ کمرہ مجموعی طور پر صاف ستھرا تھا۔ فریڈرک نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی اور مزید چار پانچ آدمی ہمارے سامنے پہنچ گئے۔ فریڈرک نے ان سب سے میرا تعارف کرایا۔

”ان میں دو سیاہ فام اور تھے اس کے علاوہ دو سفید فام تھے۔ سفیدی اور سیاہی کا یہ امتزاج عجیب معلوم ہو رہا تھا۔ وہ سب چبھتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور ان کے چہروں پر عجیب سے تاثرات تھے۔

”مجھے چند لمحات کے لئے اجازت دیں ابھی حاضر ہوا۔“ فریڈرک نے کہا اور اٹھ کر باہر نکل گیا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ کس لئے باہر گیا ہے۔ ظاہر ہے کار کی طرف سے مطمئن ہونا بھی ضروری تھا۔ اس کے علاوہ قرب و جوار میں بھی وہ لوگ گہری نگاہ رکھتے ہوں گے اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے کہ میرے ساتھ کوئی اور تو نہیں ہے۔ ظاہر ہے ذہانت اور عقل مندی کا یہی تقاضا تھا اور وہ لوگ بہرحال بے وقوف نہیں تھے۔ فریڈرک باہر چلا گیا تھا اور اس کے ساتھی کمرے میں موجود تھے۔ خاصے لوگ تھے۔ میں دل ہی دل میں ان لوگوں کی منصوبہ بندی پر غور کرتا رہا اور اپنے اطراف کا جائزہ لیتا رہا۔ تب چند لوگوں نے فریڈرک کے جانے کے بعد مجھ سے رسمی

سی مزاج پرسی کی اور پھر ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ میں کیا پیئوں گا۔

”شکریہ کچھ نہیں پیئوں گا اس وقت۔“ میں نے کسی قدر مضمحل لہجے میں جواب دیا۔ وہ سب گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر فریڈرک واپس آ گیا اور مسکراتا ہوا میرے سامنے بیٹھ گیا۔ ”مجھے افسوس ہے کرنل۔ میں نے آپ کا استقبال بھی کیا تو کسی فضول جگہ پر۔“

”میں نہیں جانتا‘ اس میں تمہاری کیا مصلحت تھی۔ کیا تم براہ راست میرے پاس نہیں آ سکتے تھے؟“ میں نے کسی قدر سرد لہجے میں کہا۔

”طویل گفتگو ہو گی کرنل۔ آپ کو کسی قسم کی جلدی تو نہیں ہے؟“

”نہیں۔“

”شکریہ۔ تب براہ کرم آپ پہلے میرے اس سوال کا جواب دیں۔ کیا ہمارے اشتہار آپ کی نگاہ سے نہیں گزرے تھے؟“

”گزرے تھے لیکن ایک مذاق سا محسوس ہوتے تھے۔ کوئی بات ہی سمجھ میں نہیں آتی۔ اور سچ بات یہ ہے کہ میں ابھی تک تمہاری طرف سے غیر مطمئن ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم میری اس صاف گوئی کا برا نہیں مانو گے۔ لیکن ضروری ہے کہ پہلے تم مجھے اپنی طرف سے مطمئن کرو۔“

”اوہ ضرور۔“ فریڈرک نے کہا اور پھر جیب سے ایک سفید رنگ کا کارڈ نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔ ”شاہ کائی ٹس کا خصوصی نشان۔“ میں نے غور سے اس کارڈ کو دیکھا اور پھر گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ”افسوس ایسے کسی نشان سے پہلے میرا واسطہ نہیں پڑا۔ لیکن مجھے بتاؤ یہ طریقہ کیوں اختیار کیا گیا۔ گو عرصہ طویل ہے لیکن اس دوران میں بادشاہ کے آدمی مجھ سے مل چکے ہیں۔ شاہ کو میرا پتہ معلوم تھا۔“

”اس بار حالات ذرا مختلف ہیں۔ کرنل بہرحال آپ کی تشویش بجا ہے۔“ فریڈرک نے کہا۔

”حالات کیا مختلف ہیں؟“

”ظاہر ہے شاہ نے بلاوجہ تو پرنس کو آپ کے پاس نہیں چھوڑا تھا انہیں کچھ لوگوں سے خطرہ تھا۔ وہ لوگ نہیں چاہتے کہ پرنس موجودہ ریاست کا حکمران بنے۔ چنانچہ انہوں نے بھی اعلیٰ پیمانے پر اپنی کارروائی شروع کر رکھی ہے۔ ان کی وجہ سے

ہمیں یہ طریقہ کار اختیار کرنا پڑا۔"

"کیا وہ دشمن تمہارے پیچھے یہاں تک پہنچ گئے ہیں؟"

"بظاہر تو اندازہ نہیں ہوتا۔ لیکن ہمیں اس قسم کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں؟" فریڈرک نے جواب دیا۔

"ہوں..........." میں نے ایک گہری سانس لی اور کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

"آپ لوگ مجھے فون ہی کر لیتے۔"

"بس کسی حد تک بدحواسی کہیں کرنل۔"

"لیکن ان حالات میں پرنس بورٹو کو لے جانا مناسب ہو گا؟"

"ہم نے بھرپور احتیاطی اقدامات کئے ہیں۔ بہرحال ہم بھی اپنے دشمنوں سے کمزور تو نہیں ہیں۔" فریڈرک نے جواب دیا۔

"میں تمہارا تفصیلی تعارف چاہتا ہوں مسٹر فریڈرک!"

"میرا نام فریڈرک بیل ہے۔ کائی لُس انتظامیہ کا افسر اعلیٰ ہوں اور اپنی شاہ پرستی کے لاتعداد ثبوت پیش کر چکا ہوں اسی لئے شاہ نے یہ آخری کام بھی میرے سپرد کیا ہے۔ میرے ساتھ انتظامیہ کے دوسرے افراد بھی ہیں جن سے آپ ملاقات کر چکے ہوں گے۔"

"بہرحال بورٹو میرے پاس شاہ کی امانت ہے۔ میرے دل میں بس یہی خواہش ہے کہ اس کی امانت اسے واپس مل جائے۔ ان سوالات کا مقصد بھی اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم میری ان باتوں کو محسوس نہیں کرو گے؟"

"اوہ نہیں کرنل۔ آپ ہمارے لئے قابل احترام ہیں کیونکہ آپ ہمارے شاہ کے دوست ہیں۔ اگر یہ حالات نہ ہوتے تو ہم باقاعدہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم کب واپس جانا چاہتے ہو؟"

"اگر کرنل تعاون کریں تو آج ہی رات یا کل صبح۔"

"میں نے ایک طویل عرصے بورٹو کی پرورش کی ہے۔ مجھے کچھ وقت دو۔ کیا تمہارے خیال سے میں پتھر ہوں انسان نہیں؟"

"ہمیں آپ کے جذبات کا احساس ہے کرنل۔ لیکن پھر وہی حالات کا رونا۔ کیا آپ ہمیں ہمارے دشمنوں پر قابو پانے میں تعاون نہیں کریں گے؟"

"پھر بھی کم از کم دو تین دن۔"

"کرنل۔ اگر آپ زیادہ سے زیادہ پرسوں تک انتظامات کر لیں تو ہم دلی شکر گزار ہوں گے۔ آپ ہمارے دو آدمی اپنے ساتھ لے جائیں کم از کم ہمیں اطمینان رہے گا۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے میں ایک اور پیشکش بھی کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا کرنل؟"

"میں خود بھی پرنس کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔"

"ان حالات میں مناسب نہ ہو گا۔ ہاں پرنس کی تاج پوشی میں آپ کی شرکت ہمارے لئے باعث افتخار ہو گی۔"

اس کے منہ سے یہ بات سن کر میں نے گردن جھکا لی۔ میرے چہرے سے افسردگی کا اظہار ہو رہا تھا۔ لیکن اس دوران میں اپنا کام بھی بخوبی انجام دے رہا تھا۔ تین مخصوص قسم کے بٹن سفید رنگ کے تھے۔ اس صوفہ اور میز میں نیچے کی طرف پیوست ہو چکے تھے جو درحقیقت اعلیٰ قسم کے ڈکٹومیٹر تھے اور اب ہماری آوازیں ڈاکٹر برہان تک بخوبی پہنچ رہی ہوں گی۔ یہ ڈکٹومیٹر فیضان کی ایجاد تھے اور سوگز کے علاقے میں یہ آواز کو پکڑ لیتے تھے۔ ان کا ایک ریسیور میری جیب میں بھی موجود تھا جو اس وقت آف تھا۔

"ٹھیک ہے جیسے، آپ لوگوں کی مرضی لیکن پرنس کی روانگی کے بارے میں' میں آخری وقت آپ لوگوں کو کل بتاؤں گا۔"

"کل کس وقت کرنل؟"

"دن کو بارہ بجے؟"

"تب آپ ہمارے ایک ساتھی کو ضرور ساتھ لے جائیں۔ اسے اطلاع دیدیں۔ وہ یہ اطلاع ہم تک پہنچا دے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ کل دن کو بارہ بجے میں آپ کو اطلاع بھجوا دوں گا۔"

"بہت بہت شکریہ کرنل۔ آپ نے ہم پر جو احسان کیا ہے۔ درحقیقت اس وقت ہم اس کا شکریہ ادا کرنے کے قابل نہیں۔ اگر کبھی حالات نے اجازت دی تو..........."

"میں نے کوئی احسان نہیں کیا۔ شاہ نے بھی تو میری جان بچائی تھی اور پھر بورٹو میری اولاد کی مانند ہے۔" میری آواز بھر آگئی۔ اس موقع پر مجھے چند آنسو بھی نکالنے تھے جو زیادہ مشکل نہ ثابت ہوئے۔ فریڈرک میرے غم میں برابر کا شریک معلوم ہو رہا تھا۔ پھر میں نے ان سے اجازت طلب کر لی۔

"ڈریک' تم کرنل کے ساتھ جاؤ گے۔" فریڈرک نے ایک شخص سے کہا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ بھی سفید فام ہی تھا۔ میں بھی اٹھ گیا اور پھر میں نے ان لوگوں سے مصافحہ کیا۔ میری حالت کافی غیر تھی۔ وہ لوگ مجھ سے ہمدردی کا اظہار کرتے رہے۔ اس کے علاوہ مجھے باہر تک چھوڑنے بھی آئے تھے۔

"براہ کرم اسٹیرنگ مجھے دیدیں۔ آپ کافی پریشان ہیں۔" ڈریک نے ہمدردی سے کہا۔

"شکریہ مسٹر ڈریک۔" میں اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا اور ڈریک نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔ ان حالات میں میں نے یہ تبدیلی برداشت کر لی تھی۔ یوں بھی اس وقت اس کے سوا چارہ نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں نے انتہائی کامیابی سے اپنا کردار انجام دیا ہے اور ان لوگوں کو میرے اوپر کوئی شبہ نہیں ہو سکا لیکن اس کے ساتھ ساتھ مجھے ان کی طرف سے غافل بھی نہیں ہونا تھا۔ ان کا آدمی کار ڈرائیور کر رہا تھا اور میں اسے راستہ بتاتا جا رہا تھا۔ ابھی تو خیر ہم سیدھی ہی سڑک پر چل رہے تھے لیکن شہر میں داخل ہونے کے بعد میں نے اسے ہدایات دینا شروع کر دیں۔ میں جانتا تھا کہ کرنل شیروانی کو اس وقت میری آمد کا علم نہیں ہے اور وہ ہمیں دیکھ کر بھونچکے رہ جائیں گے۔ لیکن یہ شخص جس کا نام ڈریک تھا۔ میرے لئے کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ فوری طور پر اس پر قابو پانا ضروری تھا۔ چنانچہ بعد کے حالات با آسانی نمٹ لئے جائیں گے۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد میں نے اس کار کو بخوبی دیکھ لیا جو ہمارا تعاقب کر رہی تھی۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ لوگ بھی خاصے ہوشیار ہیں اور کسی بھی ممکنہ سازش کو نظرانداز نہیں کرتے۔ بہرحال تعاقب کیا بھی جا رہا تھا تو کوئی پریشان کن بات نہیں تھی۔ اس وقت تو کرنل شیروانی کی کوٹھی ہی مناسب رہے گی۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں کرنل شیروانی کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ کار کا ہارن دیا گیا اور دروازہ کھل گیا۔ ڈریک

کار کو اندر لیتا چلا گیا تھا اور پھر اس نے کار سیدھی لے جا کر پورٹیکو میں کھڑی کر دی۔ اس نے کار باہر روکنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں کرنل شیروانی باہر نہ نکل آئیں۔ چنانچہ میں نے بھاری لہجے میں ڈریک سے کہا۔" آیئے مسٹر ڈریک۔ کار کو یونہی رہنے دیں۔ کوئی ملازم اسے مناسب جگہ کھڑا کر دے گا۔ آیئے۔" میں نے مستعدی سے کہا۔

"شکریہ" ڈریک نے کہا اور میں اس کے ساتھ تیزی سے صدر دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔ میرا خیال درست ہی تھا۔ کرنل شیروانی کو کار کی آمد کی اطلاع مل گئی تھی۔ چنانچہ جونہی میں صدر دروازے سے اندر داخل ہوا۔ سامنے سے کرنل شیروانی آتے نظر آئے۔ وہ سلیپنگ سوٹ پہنے ہوئے تھے۔ راہداری میں خاصی روشنی تھی اور مجھے یقین تھا کہ چند ہی ساعت کے بعد ڈریک کرنل شیروانی کو دیکھ لے گا۔ چنانچہ اس سے پہلے میں اپنے کام کے لئے تیار ہو گیا۔ پھر جونہی کرنل شیروانی سامنے آئے ڈریک کا منہ حیرت سے کھل گیا لیکن اس کے ساتھ ہی میرا جچا تلا ہاتھ اس کی گردن کی پشت پر پڑا تھا اور ڈریک کے دونوں ہاتھ پھیل گئے۔ اس نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن میرا دوسرا گھونسہ اسے زمین پر لے آیا۔ کرنل شیروانی اچھل کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ ان کی آنکھیں بھی تعجب سے پھیلی ہوئی تھیں۔ دوسرے لمحے میں نے پلٹ کر صدر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ میں نے باہر دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

"یہ............ یہ............" کرنل شیروانی ہکلاتے ہوئے لہجے میں بولے۔

"کوئی بات نہیں ہے' سب ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر ادھر ادھر دیکھ کر بولا۔ "کیا یہاں ملازم وغیرہ قریب ہی موجود ہیں؟"

"نہیں' اس وقت تو سب سونے کے لئے جا چکے ہیں۔ کیا بلاؤں؟" کرنل شیروانی نے پوچھا۔

"نہیں' اس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان کا دور رہنا ہی بہتر ہے۔ براہ کرم آپ محتاط رہئے۔ میں اسے اندر لئے جا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ یہاں اور کوئی موجود نہیں ہے۔ کیا تمہیں کوئی خدشہ ہے؟"

"ہاں ممکن ہے چند لوگ باہر سے اندر داخل ہونے کی کوشش کریں۔ اگر ایسی کوئی صورت حال پیش آجائے تو آپ بے دریغ انہیں قتل کر سکتے ہیں۔ یہ پستول رکھ

لیں۔" میں نے اپنا پستول کرنل شیروانی کو دیتے ہوئے کہا اور کرنل شیروانی نے گردن ہلا دی۔

"میں نے ڈریک کی بغلوں میں ہاتھ دیئے اور اسے گھسیٹتا ہوا ایک کمرے میں لے گیا۔ یہاں پہنچ کر میں نے اسے زمین پر ڈال دیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہاں مجھے کوئی چیز نہیں مل سکتی تھی جس سے میں ڈریک کو باندھ سکتا۔ چنانچہ میں واپس آیا۔ باہر کرنل شیروانی مستعد تھے۔ وہ ایک جگہ سے باہر جھانک رہے تھے۔ یہ ایک چھوٹا سا روشندان تھا۔

"کیا پوزیشن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"باہر تو سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ یہاں سے گیٹ تک صاف نظر آتا ہے۔ ہاں اگر ادھر ادھر سے کوئی داخل ہونے کی کوشش کرے تو دوسری بات ہے۔"

"میرا خیال ہے اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔ ویسے محتاط رہنا ضروری ہے۔ ہاں مجھے ایک رسی درکار ہے۔"

"رسی............ اوہ............ وہ سامنے ایک سٹور ہے اس میں تمہیں رسی مل جائے گی۔" کرنل شیروانی نے ایک جانب اشارہ کیا اور میں گردن جھکا کر اسٹور کی جانب بڑھ گیا۔ کرنل شیروانی کی آواز میں عجیب سی لرزش تھی۔ غالباً وہ بڑی سنسنی محسوس کر رہے تھے۔ اسٹور سے رسی نکال کر میں دوبارہ اسی کمرے کی طرف چل پڑا جہاں میں ڈریک کو چھوڑ کر آیا تھا۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے ڈریک کے دونوں پاؤں اور دونوں ہاتھ مضبوطی سے باندھ دیئے۔ اس کے بعد میں نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ جیب میں پستول موجود تھا لیکن اس کے پورے لباس میں ٹرانسمیٹر یا ڈکٹوفون جیسی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ جس کی طرف سے اطمینان کرنے کے بعد میں نے سکون کا گہرا سانس لیا تھا اور پھر میں بھی باہر نکل آیا کمرے کا دروازہ میں نے باہر سے بند کر دیا تھا۔ تب کرنل شیروانی کے ساتھ مل کر میں نے عمارت کے ایسے حصوں کا جائزہ لیا جہاں سے کسی کے اندر داخل ہونے کا خدشہ ہو سکتا تھا۔ جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ تعاقب کرنے والوں نے اندر داخل ہونے کی کوشش نہیں کی ہے تو میں کرنل شیروانی کے ساتھ واپس اس کمرے میں آ گیا جہاں ڈریک موجود تھا۔ کرنل شیروانی متحیر انداز میں مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے اسی طرح تعجب خیز لہجے میں کہا۔ "خدا کی

پناہ، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے دو روپ بھی ہو سکتے ہیں۔ تمہارا میک اپ تو قیامت کا ہے۔ ویسے مجھے یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ تم میرے میک اپ میں ہو گے۔ اس لئے مجھے حیرت نہیں ہوئی ورنہ میں خود تمہیں دیکھ کر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ کیا یہ میں ہوں؟" کرنل شیروانی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرانے لگا............ "لیکن یہ کون ہے؟" کرنل شیروانی نے پوچھا۔

"ہمارا شکار............"

"اوہ بیٹھ جاؤ، تم اس وقت غیرمتوقع ہی آئے ہو۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ تم ہو گے۔ بس کار کی آواز سن کر میں باہر نکل آیا۔ کیونکہ نیند نہیں آ رہی تھی۔" کرنل شیروانی نے کہا۔

"میں حسب پروگرام ڈاک پیلس گیا تھا۔ وہاں سے یہ مصیبت میری گردن میں آ پڑی۔ اسے ٹال نہیں سکتا تھا اور چونکہ آپ کے میک اپ میں تھا اس لئے یہیں آنا پڑا۔"

"خوب۔ کیا تمہارا تعاقب کیا گیا تھا؟"

"جی ہاں۔ یہ معاملہ ان لوگوں کے لئے جس قدر اہم ہے اس کے پیش نظر یہ بات تعجب خیز نہیں ہے اور مجھے یقین ہے کہ اب وہ مسلسل اس عمارت کی نگرانی کریں گے۔"

"تب تو بورٹو کا یہاں سے چلے جانا ہی مناسب ہوا۔"

"لیکن کرنل اب ایک مشکل درپیش ہے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ اور پھر چونک پڑا۔ مجھے کچھ یاد آ گیا تھا۔ "نہیں کرنل سب ٹھیک ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ کرنل شیروانی نے متحیر انداز میں مجھے دیکھتا رہا۔ اور میں نے جیب سے ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ پھر میں نے اس کے نمبر درست کر کے ڈاکٹر برہان سے رابطہ قائم کیا۔ چند ساعت کے بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ "ہیلو ڈاکٹر............ میں شہاب بول رہا ہوں۔"

"کیا تم کرنل شیروانی کی کوٹھی پہنچ گئے۔ شہاب؟" ڈاکٹر برہان نے پوچھا۔

"ہاں یہیں موجود ہوں۔"

"جو شخص تمہارے ساتھ آیا ہے وہ کہاں ہے؟"

"میں نے اسے بے ہوش کر کے رسی سے باندھ دیا ہے۔"

"باہر کی کیا کیفیت ہے؟"

"کسی نے اندر داخل ہونے کی کوشش نہیں کی؟"

"ٹھیک ہے۔ لیکن امکان ہے کہ باہر رک کر نگرانی کریں گے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے شہاب' تم وہیں رک کر حالات کا انتظار کرو۔ میں تھوڑی دیر کے بعد تم سے گفتگو کروں گا۔" ڈاکٹر برہان نے جواب دیا۔

"اوکے ڈاکٹر.........." میں نے جواب دیا اور مطمئن انداز میں ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ کرنل شیروانی متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ "ڈاکٹر کو ان حالات کا علم کس طرح ہو گیا؟" اس نے بے ساختہ پوچھا۔

"ہمارا طریقہ کار جناب۔ ورنہ ایک پورے ملک سے ٹکر لینا آسان بات تو نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور کرنل بدستور تعجب خیز نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ میں جانتا تھا کہ ڈکٹومیٹر کام کر رہے تھے اور ڈاکٹر برہان مکمل طور سے صورت حال سے آگاہ تھا۔ ویسے طویل عرصے کے بعد ہمیں اپنی پوری قوت سے کام لینا پڑا تھا۔ یہ پہلا کیس تھا جو اس نوعیت کا حامل تھا۔"

"اب کیا کرو گے؟" کرنل شیروانی نے پوچھا۔

"یہ رات.......... میرا خیال ہے کرنل اگر آپ پسند کریں تو آرام کی نیند سو جائیں۔ میں جاگ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اس کا کیا سوال ہے۔ بھلا ان ہوشربا حالات میں نیند آئے گی۔ لیکن تم لوگ تو جادوگر معلوم ہوتے ہو۔ سچ میری عقل سے باہر ہے یہ کارروائی۔ اتنے اعلیٰ پیمانے پر تو شاید حکومت کی مشینری بھی کام نہ کرتی ہو۔ نہ کہ تم پرائیویٹ لوگ۔ میں نے تمہارے بارے میں کسی حد تک اندازہ تو لگا ہی لیا تھا۔ واقعی میں سخت حیران ہوں۔ اب اس وقت یہ بتاؤ کہ کیا خاطر کروں تمہاری؟"

"کچھ نہیں کرنل شکریہ۔ بس آپ آرام کریں۔"

"مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ ان لوگوں سے تمہاری کیا گفتگو ہوئی؟"

"بس انہوں نے مجھے آپ کی حیثیت سے تسلیم کر لیا اور درخواست کی کہ بورٹو کو جلد از جلد ان کے حوالے کر دیا جائے۔ میں نے پرسوں کا وعدہ کر لیا ہے۔"

"پھر اب کیا کرو گے؟"

"پرسوں بورٹو کو ان کے حوالے کر دیا جائے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"ڈاکٹر کا یہی پروگرام ہے۔"

"لیکن اس طرح تو.......... اس طرح تو بورٹو کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔" کرنل نے پریشان لہجے میں کہا۔

"بورٹو کو ان کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اس کی جگہ بھی ایک قربانی کا بکرا ہو گا۔"

یکایک کرنل اچھل پڑا۔

"ہاں.......... اور وہ قربانی کا بکرہ بھی آپ کے سامنے ہی ہے۔"

"یہ بھی مناسب نہیں ہو گا۔ کیونکہ وہ بورٹو کے دوست نہیں ہیں وہ اسے قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"اس کے باوجود بورٹو بچ جائے گا۔"

"لیکن کیا تمہاری زندگی خطرے میں نہیں پڑ جائے گی؟"

"اللہ مالک ہے کرنل۔" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

"کیا ان لوگوں کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا؟"

"اتنے مختصر وقت میں یہ ممکن نہیں ہو سکے گا کرنل! بہرحال ڈاکٹر کے پروگرام جامع ہوتے ہیں اور پھر خطرات سے کھیلنا تو ہماری زندگی ہے۔ میں اپنی حفاظت کروں گا۔ ویسے میں آپ کو ایک تماشہ ضرور دکھاؤں گا۔" میں نے وہ ریسیور نکال لیا جس پر ان ڈکٹومیٹرس کی آواز سنائی دے سکتی تھی جو میں وہاں چھوڑ آیا تھا۔ میری خوش بختی تھی کہ وہ لوگ اسی کمرے میں موجود تھے جہاں میں نے ڈکٹومیٹر لگائے تھے۔

"لیکن مسٹر فریڈرک۔ اس سے کیا نتیجہ نکلے گا؟"

"بے وقوف ہو تم.......... جب وہ ہمارے قبضے میں آجائے گا تو ہم اس سے دوسرے کام بھی لے سکتے ہیں۔"

"شاہ کائی ٹس بیوقوف نہیں ہے وہ آخر وقت تک کوشش کرے گا لیکن اگر اسے اس کے بیٹے کی آواز سنا دی جائے اور کہا جائے کہ اگر اس نے ہماری ہدایات پر عمل نہ کیا تو ابھی اسے اس کے بیٹے کی آخری چیخ سنائی دے گی اور وہ ہمیشہ کے لئے

اس سے محروم ہو جائے گا تو........... ممکن ہے باپ کی محبت اسے کوئی عمل کرنے سے روک دے۔ یہ تو ہمارے ہاتھ میں ایک موثر حربہ ہو گا۔"

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے مسٹر فریڈرک کہ آپ حالات سے مطمئن ہو گئے ہیں؟"

"کیا تم نہیں ہو؟"

"کچھ عرصے قبل صورتحال کافی خراب تھی۔ میرے ذہن پر اس کا اثر ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ ابھی برجیٹا زندہ ہے۔"

"برجیٹا صرف تمہارے لئے اہمیت رکھتی ہے۔ وہ اب بے دست و پا ہے۔ ممکن ہے وہ یہ ملک چھوڑ چکی ہو۔ بہرحال مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ بس میں اس وقت تک متفکر ہوں جب تک بورٹو ہمارے قبضے میں نہیں آجاتا۔ اوہ دیکھو شاید ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا ہے۔"

"ہاں۔" دوسری آواز سنائی دی۔ اور پھر خاموشی چھا گئی۔ چند لمحات کے بعد ایک باریک آواز ابھری۔ "ہیلو........... ہیلو........... چیف فریڈرک ہیلو چیف۔"

"فریڈرک بول رہا ہے۔"

"حالات بالکل پرسکون ہیں چیف۔ یہ عمارت جس میں وہ لوگ آئے ہیں شہر کے ایک بارونق علاقے میں ہے۔ عمارت کے دروازے پر پیتل کی ایک پلیٹ لگی ہوئی ہے جس پر کرنل اے آر شیروانی لکھا ہوا ہے۔ عمارت کے اندر سکوت ہے۔ تیز روشنیاں بجھ چکی ہیں۔ ڈریک اندر ہے۔"

"گڈ........... تمہارے لئے وہاں کیا گنجائش ہے؟"

"رکنے کے لئے مناسب جگہ نہیں ہے چیف۔ دن کی روشنی میں ہم لوگوں کی نگاہوں میں آجائیں گے۔ اس وقت بھی دو بار پولیس پٹرول گزر چکا ہے۔"

"واپس آجاؤ۔ کوئی خطرہ مول لینا مناسب نہیں ہے۔"

"او کے چیف۔" جواب ملا اور پھر کلک کی آواز کے ساتھ ٹرانسمیٹر بند ہو گیا۔

میں نے کرنل شیروانی کی طرف دیکھا۔ وہ سر پکڑے بیٹھا تھا۔ میں مسکرانے لگا۔

"میں تو پاگل ہوا جا رہا ہوں۔ تم لوگوں نے تو انہیں معطل کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ شاید ڈکٹوفون ریسیور ہے۔ لیکن اتنا سادہ' اتنا چھوٹا اور پھر ڈکٹوفون وہاں کیسے پہنچ گیا؟"

"میں ساتھ لے کر گیا تھا۔"

"کیا تمہیں اسے وہاں نصب کرنے کا موقع مل گیا؟"

"ہاں کام تو کرنا ہی تھا۔"

"بڑے زبردست انتظامات کئے ہیں تم نے ان لوگوں کے خلاف۔ میں نے اندازہ لگا لیا وہ تمہاری ٹکر کے لوگ نہیں ہیں۔ لیکن شہاب تم لوگ باقاعدہ حکومت کے تحت کیوں نہیں آجاتے؟"

"ہم اپنے وطن کے لئے ہی کام کر رہے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن یہ جدید ترین سہولتیں۔ کام کرنے کا یہ پھرتیلا انداز........... تم عام لوگوں میں سے نہیں ہو۔"

"اب اس کے لئے شکریہ کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں کرنل!" میں نے جواب دیا۔ میرے لئے اجنبی بات نہیں تھی۔ ہم عام لوگوں سے مختلف تھے اور اپنی اسی ذہنی برتری سے دوسروں میں ممتاز تھے۔ یہ گروہ عظیم دماغوں پر مشتمل تھا۔ آج بھی میری شخصیت دوسروں کو خاطر میں نہیں لاتی۔ گو بوڑھا ہو چکا ہوں لیکن میری نگاہ دور تک ہے۔

رات کے تقریباً پونے چار بجے تھے جب ماجد' فیضان اور شارق پہنچ گئے۔ وہ عقبی دروازے سے آئے تھے اور ان کے ساتھ خاصا سامان بھی تھا۔ ہم اس وقت جہاں بیٹھے تھے وہاں سے صدر دروازہ صاف نظر آتا تھا۔ لیکن دور دور تک سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ اور جب وہ تینوں اچانک ہمارے سامنے پہنچے تو کرنل گھبرا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"سوری کرنل! گو میدان صاف تھا لیکن اس کے باوجود احتیاط بہتر ہوتی ہے۔" شارق نما گینڈے یا گینڈے نما شارق نے کہا۔

"تم لوگ........... تم لوگ کہاں سے آئے۔ مم۔ میرا مطلب ہے تم........... کون ہو؟" کرنل کی آواز میں لرزش تھی۔

"برہان اینڈ کو........... یہ شارق ہے۔ یہ ماجد اور یہ فیضان........... یہ سب ڈاکٹر برہان کے آدمی ہیں۔" میں نے کرنل کو مطمئن کرنے کے لئے کہا۔

"خدا کی پناہ۔ خدا کی پناہ۔" کرنل کے منہ سے نکلا۔ وہ نروس ہو رہا تھا۔

"ویسے تم لوگ نازل کس لئے ہوئے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"سارے انتظامات فوری طور پر مکمل کر لئے گئے ہیں۔ ڈاکٹر برہان کا خیال ہے کہ تاخیر مناسب نہیں ہے۔ ان کا پیغام موجود ہے.........." فیضان نے جیب سے ایک ٹیپ ریکارڈر نکال کر اسے آن کر دیا اور ڈاکٹر کی آواز سنائی دی۔

"شہاب! جیسی کہ تم سے امید تھی تم نے بخوبی اپنا کام انجام دیا ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔ اب ضروری ہدایات سنو۔ ڈکٹومیٹر روانہ کئے جا رہے ہیں۔ جہاں جاؤ اور جو مناسب مقام پاؤ انہیں نصب کرو تاکہ ہمارا رابطہ تم سے اور اپنے دوسرے دوستوں سے رہے جو کہیں بھی تم سے دور نہیں ہوں گے۔ یہ لوگ تمہیں لے کر سوان نامی ایک جہاز پر جائیں گے اور جہاز سفر شروع کر دے گا۔ یہ جہاز اس حلیف ملک کی ملکیت ہے اور تقریباً ایک ماہ سے یہاں لنگرانداز ہے۔ تم بورٹو کے میک اپ میں ہو گے۔ افریقی زبان تم قطعی طور سے بھول چکے ہو۔ اس لئے پریشانی نہیں ہو گی۔ نمبر 2 ماجد اور فیضان میں سے تم انتخاب کرو گے کہ ڈریک کا کردار کون ادا کر سکتا ہے۔ پلاسٹک میک اپ موجود ہے۔ تم اپنے ہاتھ سے یہ کام انجام دو گے۔ مجھے اعتماد ہے۔ ڈریک کوان لوگوں کے ہاتھوں میرے پاس روانہ کر دو۔ یہ ہمارے لئے کام کا آدمی ثابت ہو گا۔ کسی بھی حادثے کی کوئی پرواہ نہیں کرو گے۔ تمہارے لئے بہتر انتظامات کر لئے گئے ہیں۔ اور ایک مخصوص وقت پر یعنی جہاز کے سفر کے تیسرے یا دوسرے دن یا کسی فوری خطرے کے پیش نگاہ تم ان لوگوں پر اپنی اصلیت کھول دو گے۔ باقی سب کچھ تمہاری ذہانت پر۔ کوئی سوال کرنا ہو تو ان لوگوں سے کر سکتے ہو۔"

ڈاکٹر برہان کی آواز بند ہو گئی اور فیضان نے ٹیپ بند کر دیا اور پھر تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ "صرف ایک خامی ہے اس پروگرام میں۔" میں نے کہا۔

"کیا؟" فیضان نے پوچھا۔

"ڈریک کا کردار......... اس کی آواز کی نقل کیسے کی جا سکے گی۔ تم دونوں اجنبی ہو۔ ویسے اس کے لئے ماجد مناسب رہے گا۔ اس کی جسامت ڈریک سے ملتی ہے۔"

"میری فکر مت کرو۔" ماجد لاپرواہی سے بولا۔

"نہیں ماجد یہ آسان کام نہیں ہے۔"

"لیکن میں اسے آسان بنا لوں گا۔" ماجد مسکرا کر بولا۔

"وہ کس طرح؟"

"میک اپ کرنا تمہارا کام ہے۔ باقی اسی دوران جلد از جلد میرے ساتھ ایک حادثہ پیش آجائے گا اور میرے سر میں گہری چوٹ لگ جائے گی۔ یوں سمجھو کہ میں ذہنی طور پر بالکل مفلوج ہو جاؤں گا......... چنانچہ یہ مسئلہ بھی باآسانی ختم ہو جائے گا۔" ماجد مسکرا کر بولا۔

"شیطان کا دماغ پایا ہے تم لوگوں نے۔" کرنل بے اختیار بول پڑا۔

"شکریہ کرنل!" ماجد نے مسکراتے ہوئے کہا اور کرنل خجل ہو گیا۔ "سوری ڈیئر! میں اس ایک رات میں اتنا بدحواس ہو گیا ہوں کہ مجھے اپنے افعال پر اختیار نہیں رہا ہے۔ میں ان جملوں کے لئے معذرت خواہ ہوں۔"

"نہیں کرنل۔ آپ خواہ مخواہ محسوس کر رہے ہیں۔ یہ تو اپنے جدامجد کا نام سن کر بہت خوش ہو جاتے ہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"ہم تمام بھائیوں کی یہی کیفیت ہے۔" ماجد نے برجستگی سے کہا اور کرنل ہنسنے لگا۔

"تو پھر اب ابتداء کر دی جائے۔ اور ہاں کرنل شیروانی! آپ کل دن میں پرنس بورٹو اور ڈریک کو ڈاک پیلس پہنچا دیں گے اور کہیں گے جو کام کرنا ہے اس میں دیر کیوں کی جائے۔ لیکن آپ سخت افسردہ ہوں گے اور بہت کم گفتگو کریں گے۔" شارق نے کہا۔

"مختصر ہی سہی لیکن تم لوگوں کی صحبت نے اتنی ہی دیر میں مجھے بہت کچھ سکھا دیا ہے۔ بے فکر رہو میں اپنا مختصر رول بخوبی ادا کروں گا۔ کرنل شیروانی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر میری درخواست پر ہمارے لئے تیز روشنی کا بندوبست کر دیا گیا۔

ڈریک ابھی تک بے ہوش تھا۔ ہاتھ کافی تگڑا پڑا تھا اس لئے وہ کئی گھنٹوں کے لئے اتنا غفیل ہو گیا تھا۔ میں نے تیز روشنیوں کے درمیان جدید ترین پلاسٹک میک اپ سے ماجد کا حلیہ بدلنا شروع کر دیا۔ وہ لوگ مکمل سامان لے کر آئے تھے۔ فیضان میری مدد کر رہا تھا۔ چنانچہ ایک گھنٹے کی شدید محنت کے بعد میں نے ڈریک کا ہم شکل پیدا کر دیا۔ اس کے بعد میری اپنی باری تھی۔ کرنل بھی اپنی حیثیت بھول کر شارق کے ساتھ کچن میں چلا گیا تھا جہاں سے وہ بہترین کافی بنا کر لایا۔ پرنس بورٹو کا میک اپ کافی

مشکل تھا۔ اس کے لئے محنت کرتے کرتے صبح ہو گئی۔ اس کی لاتعداد تصاویر کی روشنی میں میں نے یہ میک اپ کیا تھا جو کرنل نے میری درخواست پر فراہم کی تھیں۔ بہرحال میک اپ مکمل کرنے کے بعد میں نے آخری جائزہ لیا۔ میرے دوست اس میک اپ سے پوری طرح مطمئن تھے اور کرنل شیروانی نے تو اب حیرانی کا اظہار بھی چھوڑ دیا تھا۔ کون کونسی بات پر حیران ہوتا بے چارا۔

روشنی پھوٹنے لگی تھی۔ اس لئے فیضان اور شارق جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ ڈریک کو ہوش آگیا تھا لیکن اسے دوبارہ بے ہوش کر دیا گیا۔ باہر کے معاملات پرسکون تھے۔ ان لوگوں کو اطمینان ہو گیا تھا اس لئے اب باہر نگرانی کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ وہ لوگ ڈریک کو لے کر چلے گئے اب کرنل شیروانی کی کوٹھی میں' میں' ماجد اور کرنل شیروانی کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ ویسے کرنل شیروانی کے اہل خانہ اور ملازم وغیرہ جاگنے لگے تھے اس لئے وہ کسی قدر بے چین نظر آنے لگا۔ "تم لوگ اجازت دو تو میں تھوڑی دیر کے لئے لیٹ جاؤں۔ یوں بھی دوسرے لوگ جاگ گئے ہیں۔" اس نے کہا۔

"ضرور کرنل۔ لیکن آپ رات بھر جاگے ہیں اگر نیند آگئی تو پھر آنکھ نہیں کھلے گی۔"

"نیند تو اب نہ جانے کب آئے۔ تم لوگوں نے اعلیٰ کردار کی وہ مثال قائم کی ہے کہ عقل تسلیم نہیں کرتی مجھے تو خطرہ ہے کہ کہیں تمہارے بارے میں سوچتے سوچتے میرے دماغ کی شریانیں نہ پھٹ جائیں۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے کرنل۔ بس یوں کہیں کہ یہ سارے کام اتنی تیزی سے ہوئے ہیں کہ آپ توقع نہیں کر سکتے تھے۔ باقی رہے دوسرے معاملات تو بہرحال آپ نے بھی لاتعداد فوجی مہمات سرانجام دی ہوں گی۔"

"تم لوگ بھی آرام کرو۔ پھر ناشتہ ساتھ ہی کریں گے اور اس کے بعد جو پروگرام بھی ہو" کرنل نے کہا اور چلا گیا۔ اب کمرے میں ماجد اور میں رہ گئے تھے۔ ماجد ڈریک کے میک اپ میں تھا اور تمسخرانہ انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ "آرام کرو یار۔ ساری رات گزر گئی۔"

"مجھے تو بس ملکہ عالیہ کا غم کھائے جا رہا ہے۔ وہ تو تمہارے ساتھ نہیں جا سکیں گی۔ تمہاری غیرموجودگی میں ان کا کیا حشر ہو گا؟" ماجد نے مسخرے پن سے کہا۔

"تم نے ان حالات میں بھی فضول باتوں کے لئے وقت نکال سکتے ہو؟" میں نے زچ ہو کر کہا۔

"معافی چاہتا ہوں جہاں پناہ۔ لیکن بس دل نہیں مانتا۔ اگر وہ آپ کی یہ روسیاہی دیکھ لے تو اس کے دل پر کیا بیتے گی؟" ماجد بدستور بکواس کرتا رہا اور میں آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ پلکیں نیند سے جڑی جا رہی تھیں لیکن سونا خطرناک تھا۔ میں قوت ارادی سے کام لے کر جاگتا رہا۔ اور پھر تقریباً ساڑھے نو بجے کرنل ہمارے کمرے میں آگیا۔

"ناشتہ کر لیا جائے۔ میں نے اہل خانہ کو کوئی بات نہیں بتائی ہے۔ خواہ مخواہ ہمیں فضول ہنگاموں میں الجھنا پڑے گا۔"

"ناشتہ بھی الگ ہی کر لیا جائے۔" میں نے تجویز پیش کی۔

"میں انتظام کر کے آیا ہوں۔ تم دونوں اٹھ جاؤ۔ لیکن مسٹر شہاب پانی کا اثر آپ کے رنگ پر تو نہیں ہو گا؟"

"نہیں کرنل۔ یہ میک اپ تو بس اب ایک خاص قسم کی گیس سے ہی اترے گا۔" میں نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے کی میز پر آگئے۔ کرنل کے چہرے سے اداسی جھلک رہی تھی۔ ناشتے کے دوران اس نے کہا۔ "حالات میں اتنی تیزی سے تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں کہ میں ششدر رہ گیا ہوں۔ نہ جانے اب ڈاکٹر برہان کا کیا پروگرام ہے۔"

"آپ ہمیں وہاں پہنچانے کے بعد ڈاکٹر برہان سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔" میں نے اسے تسلی دی اور کرنل خاموشی سے ناشتہ کرتا رہا۔ پھر دن میں تقریباً گیارہ بجے ہم لوگ کرنل کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چل پڑے۔ کرنل شیروانی خود ہی ڈرائیونگ کر رہے تھے۔ راستے میں مکمل خاموشی رہی تھی۔ کار شہر سے باہر نکل آئی اور تیز رفتاری سے ڈاک پیلس کی طرف بڑھنے لگی۔ پھر ہم کچے راستے پر اتر آئے۔ مجھے توقع ہی نہیں تھی کہ ماجد کے ذہن میں کوئی ایسا خطرناک منصوبہ ہے۔ ایک ایک قدم نپا تلا تھا۔ ڈاک پیلس کے بالکل قریب ایک خطرناک جگہ تھی۔ ایک طرف تقریباً دس فٹ گہرا گڑھا تھا اور دوسری طرف ناہموار بلندی۔ ماجد نے اچانک ہی اسٹیرنگ گڑھے کی طرف گھما دیا اور کرنل شیروانی جو متوقع نہ تھے اسٹیرنگ پر قابو نہ رکھ سکے۔ کار گڑھے میں اتر کر الٹ گئی۔ ماجد کا یہ اقدام وحشیانہ تھا۔ کم از کم کرنل شیروانی کو اس میں ملوث

کرنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن بولنے کا وقت نہیں تھا۔ کرنل شیروانی کے بھی چوٹ آئی تھی اور باقی دوسروں کے بھی۔ کار کا ہارن خصوصی طور پر دبایا گیا تھا یا دب گیا تھا۔ لیکن توقع کے مطابق ہی ہوا۔ ڈاک پیلس سے ہمیں دیکھ لیا گیا اور بہت سے لوگ ہماری طرف دوڑ پڑے۔ الٹی ہوئی کار سے ہمیں کافی مشکل کے ساتھ باہر نکالا گیا تھا۔ کرنل شیروانی کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ بدحواس ہو گئے تھے۔ ماجد بے ہوش پڑا تھا۔ حالانکہ اس کے کوئی شدید چوٹ نہیں آئی تھی۔ لیکن اس کا پروگرام ہمیں معلوم تھا۔

ہم تینوں کو اندر لے جایا گیا۔ وہ ہم سے حادثے کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ سبھی آ گئے تھے اور ان کی تعداد اٹھارہ انیس سے کم نہیں تھی۔ ڈاک پیلس میں ہمیں ابتدائی طبی امداد دی گئی۔ کرنل کے زخم کے بینڈیج کر دی گئی۔ مجھے چند خراشیں آئی تھیں۔ وہ لوگ میری موجودگی سے سحرزدہ سے ہو گئے تھے۔ بہرحال وہ اس کام سے فارغ ہو گئے۔ ماجد بدستور بے ہوش تھا اور اس کا پروگرام یہی تھا۔ کرنل کو ابتداء میں بدحواس ہو گئے تھے لیکن انہوں نے جلد ہی خود پر قابو پا لیا۔ "بس اچانک مجھے چکر سا آ گیا تھا۔ دراصل ساری رات ہم سو نہیں سکے۔" کرنل نے نحیف میں کہا۔

"ہمیں افسوس ہے کرنل! ہمیں اس وقت آپ کے آنے کی توقع نہیں تھی"۔ فریڈک نے کہا۔

"بس میں نے اچانک ہی فیصلہ کر لیا۔ بروٹو سے میرا جو ذہنی رشتہ ہے وہ تو کبھی ختم نہیں ہو گا۔ لیکن، مجھے اس سے دور ہونا ہی تھا۔" کرنل نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"ہم اس تعاون پر آپ کے دلی شکر گزار ہیں کرنل۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کو واپس پہنچانے کا معقول بندوبست کیا جائے گا۔ میرے آدمی گاڑی باہر نکال لائے ہیں۔ اس میں معمولی سی خراشیں پڑی ہیں۔ چند شیشے ٹوٹے ہیں اور کوئی قابل ذکر نقصان نہیں ہوا۔"

"نہیں، میں ٹھیک ہوں۔ خود چلا جاؤں گا۔ مسٹر ڈریک ہوش میں آ گئے؟"

"اسے کوئی دماغی چوٹ آئی ہے۔ لیکن ہمارے پاس ڈاکٹر موجود ہیں۔ کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔"

"میرے لئے اب کیا حکم ہے؟" کرنل نے پوچھا۔

"دل تو چاہتا ہے کہ آپ کی کوئی خدمت کی جائے۔ لیکن اس غریب الوطنی میں ہم .... بہرحال شاہ کائی ٹس آپ کی اس دوستی اور خلوص کو بھول نہیں سکیں گے۔ حالات پر قابو پانے کے بعد آپ سے ضرور رابطہ قائم کیا جائے گا۔"

"کرنل نے افسردگی سے گردن جھکا لی اور پھر وہ میری طرف رخ کر کے بولے۔

"اچھا بورٹو، مجھے اجازت دو۔ میری طرف سے ایک بہتر زندگی کی دعائیں تمہارے ساتھ سفر کریں گی۔" میں نے آگے بڑھ کر جذباتی انداز میں کرنل کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور پھر ایک جھٹکے سے دوسری طرف رخ کر لیا۔ "خدا حافظ" کرنل نے کہا اور اس کمرے سے باہر نکل گئے۔ فریڈرک اخلاقاً انہیں باہر تک چھوڑنے گیا تھا۔ تب میں ایک گہری سانس لے کر دوسرے لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ سب عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ "میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"اندر تشریف لائیے پرنس۔ یہ جگہ آرام کی تو نہیں ہے لیکن..........." اور میں ان کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ ایک جگہ انہوں نے میرے آرام کا بندوبست کر دیا تھا لیکن زیادہ مہلت نہیں مل سکی۔ تھوڑی ہی دیر سویا ہوں گا کہ مجھے جگا دیا گیا۔

"معاف کیجئے گا پرنس! ہمیں یہ جگہ چھوڑنی ہے۔ آپ کو آرام کے لئے بہترین جگہ فراہم کی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے انگریزی زبان میں کہا۔ اور پھر میں ان لوگوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔ کئی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ان میں سے ایک میں مجھے بٹھا دیا گیا اور گاڑیاں اسٹارٹ ہو کر چل پڑیں۔ "مسٹر ڈریک ہوش میں آ گئے؟" راستے میں میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ ان کی حالت تشویشناک ہے۔ ابھی تک وہ گہری بے ہوشی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ یقیناً ان کے دماغ پر گہری ضرب آئی ہے۔"

"نفیس انسان ہے۔ میں اس کے لئے افسردہ ہوں میں نے کہا اور دوسرے لوگوں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے علاوہ میں نے اور کوئی گفتگو نہیں کی تھی اور یہ سفر بندرگاہ پر ختم ہوا۔ پانی میں سفید رنگ کی ایک خوبصورت لانچ ہماری منتظر تھی جس پر سوان لکھا ہوا تھا۔ لانچ پر سوار ہو کر ہم سمندر میں کھڑے ہوئے ایک جہاز کی طرف چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد اس عظیم الشان اور خوبصرت جہاز پہنچ گئے۔

جہاز کے سفید فام کپتان نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا اور پھر وہ

فریڈرک سے گفتگو کرنے لگا۔ مجھے ایک انتہائی آرام دہ کیبن میں پہنچا دیا گیا۔ درحقیقت رات بھر کی تھکن تھی۔ میں آرام دہ بستر پر لیٹ گیا۔ ماجد کے بارے میں تھوڑی سی الجھن تھی ذہن میں۔ کہیں سچ مچ اسے زیادہ چوٹ تو نہیں گئی ہے۔ مذاق ہی مذاق میں وہ کسی حادثے کا شکار نہ ہو جائے۔ اس کی یہ کوشش خطرناک تھی۔ کار کسی غلط ڈھب سے بھی گر سکتی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہم لوگوں میں صحیح الدماغ کون تھا؟ سب ہی سر پھرے تھے اور ایسی ہی الٹی سیدھی حرکتیں کرتے رہتے تھے۔ انہی تصورات میں ڈوبا ہوا میں گہری نیند سو گیا اور خوب سویا۔ کچھ پتا نہیں تھا کہ کتنا وقت گزر گیا۔ جب آنکھ کھلی تو بدن کو ہچکولے لگ رہے تھے۔ نامانوس سے ہچکولے۔ تھوڑی دیر تک تو ذہن پر سستی سی طاری رہی اور پھر حواس واپس آ گئے۔ سب کچھ یاد آ گیا۔ شاید جہاز چل پڑا تھا۔

انتہائی پھرتی سے کام کر رہے تھے وہ لوگ۔ لیکن دھوکہ کھا گئے تھے۔ ویسے ان کے وسائل کے بارے میں کوئی حیرانی نہیں تھی۔ کیونکہ ایک بڑی حیثیت کا ملک ان کی مدد کر رہا تھا۔ اور یقیناً انہیں ہمارے وطن میں بھی مراعات حاصل ہوں گی۔ میری نیند پوری ہو چکی تھی اس لئے طبیعت میں بشاشت تھی۔ میں کیبن کے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ منہ ہاتھ دھو کر بال سنوارے اور پھر واپس باہر نکل آیا۔ باہر دو سیاہ فام لڑکیاں موجود تھیں جو میری منتظر تھیں۔ مجھے دیکھ کر وہ جھک گئیں اور انہوں نے افریقی زبان میں کچھ کہا۔

"میں افریقی زبان نہیں جانتا۔" میں نے انگریزی میں کہا۔ اور وہ دونوں پریشانی سے ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں۔ پھر تیزی سے باہر نکل گئیں۔ اور میں کسی دوسرے کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ اس بار ایک سفید فام لڑکی مسکراتی ہوئی اندر آئی تھی۔ "ہیلو پرنس۔" اس نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

"ہیلو" میں سرد لہجے میں بولا۔

"ہم آپ کے جاگنے کا انتظار کر رہے تھے۔"

"کیا وقت ہو گیا؟"

"شام کے سات بجے ہیں۔ باہر تاریکی پھیل گئی ہے۔"

"اوہ۔ میں کافی دیر تک سویا۔"

"ہاں۔ آپ یقیناً بھوک محسوس کر رہے ہوں گے۔"

"طبیعت بھاری ہے۔ صرف چائے یا کافی پیوں گا۔" میں نے کہا۔

"باہر کا موسم بے حد خوشگوار ہے پرنس۔ آیئے ڈیک پر چلیں وہاں میں آپ کے لئے کافی مہیا کر دوں گی۔" لڑکی نے کہا اور میں خاموشی سے اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ جہاز پر روشنیاں جل اٹھی تھیں۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اور خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں ڈیک پر آ گیا۔ یہاں آ کر اندازہ ہوا کہ جہاز کھلے سمندر میں نکل آیا ہے۔ اس کی رفتار کافی تیز تھی۔

ڈیک پر ایک خوبصورت گوشے میں جہاں گملے رکھے ہوئے تھے اور ان میں خوشنما پھول کھلے ہوئے تھے۔ رنگین کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ لڑکی نے یہاں تک میری رہنمائی کی اور میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ دور سے میں نے فریڈرک کو آتے دیکھا۔ اس کے ساتھ ایک دراز قامت اور انتہائی پرکشش بدن کی مالک سیاہ فام لڑکی بھی تھی جو جدید فیشن کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ اس کی چال بےحد حسین تھی اور بدن کے بدگوشت حصے ایک خاص انداز میں تھرک رہے تھے۔ خدوخال بھی برے نہیں تھے اور ان میں بڑی کشش تھی۔

"پرنس بورٹو" فریڈرک نے جھک کر کہا۔ "مادام ڈلائی شیبا بورین" میں نے خاموش نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ "پرنس کی اجازت ہے؟" فریڈرک نے ایک کرسی بورین کے لئے کھینچی اور دوسری پر خود بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا تھا۔ پھر اس نے مجھے سگریٹ پیش کی۔

"نہیں شکریہ۔ میں نہیں پیتا۔"

"آپ کی اجازت سے پرنس!" اس نے خود ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبا لیا اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ "آپ کی اداسی ابھی تک دور نہیں ہوئی پرنس؟" اس نے پوچھا۔

"کیا ہمارا تعارف ہے؟" میں نے سوال کیا اور فریڈرک ایکدم سنبھل گیا۔

"اوہ۔ واقعی مجھ سے یہ حماقت ہوئی ہے۔ میں شاہ کائی ٹس کے خصوصی محکمے "بی جی" کا افسر اعلیٰ ہوں اور میرا نام فریڈرک ہے۔"

"شکریہ مسٹر فریڈرک۔ میں ذاتی معاملات میں مداخلت پسند نہیں کرتا۔"

"لیکن میں آپ کے خاص جانثاروں میں سے ہوں پرنس' اور میری ڈیوٹی ہے کہ آپ کو خوش رکھوں۔ میں آپ کی دلجوئی کا خواہشمند ہوں۔"

"میں ٹھیک ہوں۔"

"آپ ایک بہترین مستقبل حاصل کرنے جا رہے ہیں پرنس۔ آپ مستقبل کے حکمران ہوں گے۔ آپ کو اس بات پر خوش ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ ایک طویل عرصے تک آپ اپنوں سے دور رہے ہیں۔ کیا آپ کو ان لوگوں کے درمیان جانے کی خوشی نہیں ہے؟"

"میں انہیں بھول چکا ہوں۔" میں نے کہا۔

"شاہ کائی لُس نے بنیادی غلطی کی تھی۔ انہیں آپ کو اپنے ہی ماحول میں رکھنا چاہئے تھا۔ سنا ہے آپ افریقی زبان بھی بھول چکے ہیں؟"

"ہاں۔ میں بچپن ہی میں وہاں سے چلا آیا تھا۔"

"آپ کیا محسوس کر رہے ہیں پرنس؟"

"کس سلسلے میں؟"

"یوں لگتا ہے جیسے آپ خوش نہ ہوں۔" فریڈرک بھی ایک جھکی آدمی تھا۔

"میں نے جن لوگوں کے درمیان پرورش پائی ہے ان کو چھوڑ کر میں واقعی خوش نہیں ہوں۔ لیکن حقیقت حقیقت ہوتی ہے۔"

"آپ کو شاہ اور اپنا گھر یاد نہیں ہے؟"

"نہیں۔ میں سب کچھ بھول چکا ہوں۔"

"بس مسٹر فریڈرک! آپ بہت سے سوالات پوچھ چکے ہیں۔ اب پرنس کو زیادہ پریشان نہ کریں۔" پہلی بارلڑکی نے کہا۔ اس کی آواز بھی بہت خوبصورت تھی۔ فریڈرک مسکرانے لگا۔ پھر اس نے ہمارے ساتھ کافی پی اور اٹھ گیا۔ "مجھے یہاں بیٹھنے کی اجازت ہے پرنس؟"

"تشریف رکھئے۔ ماحول بدل جانے کی وجہ سے میں اداس ہوں۔ بداخلاق نہیں ہوں۔"

"مجھے احساس ہے پرنس۔ لیکن کتنے خوش قسمت ہیں آپ۔"

"کس طرح؟"

"یہاں تو آپ عام زندگی گزار رہے ہوں گے۔ لیکن جہاں تک آپ ایک ریاست کے حکمران بننے جا رہے ہیں آپ کے لئے تو یہ سب اجنبی ہو گا؟"

"ہاں۔ یہ حقیقت ہے۔"

"اس پر آپ خوش نہیں ہیں؟"

"آپ بھی ویسے ہی سوالات کرنے لگیں مس بورین جن کے لئے آپ نے فریڈرک کو منع کیا تھا۔"

"اوہ۔ اگر آپ کو ان سوالات سے الجھن ہو رہی ہے تو میں معافی چاہتی ہوں۔" وہ جلدی سے بولی اور پھر سمندر کی لہروں کو دیکھنے لگی۔ تاریکی پوری طرح پھیل گئی تھی۔ جب بالکل ہی اندھیرا ہو گیا تو ہم دونوں اٹھ گئے۔ بورین مجھے لے کر کلب چلی گئی۔ جہاں رقص و موسیقی کے پروگرام ہو رہے تھے۔ وہاں بھی ہم نے ایک مشروب طلب کیا۔ میرا موڈ اب بہتر ہو گیا تھا۔ پھر میں نے بورین کے ساتھ رقص کیا اور رات کا کھانا اس کے ساتھ کھایا۔ پھر وہ مجھے میرے کیبن تک چھوڑنے آئی۔ وہ میرے ساتھ ہی کیبن میں داخل ہو گئی تھی۔ "میرے لئے اور کوئی خدمت ہے پرنس؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں شکریہ۔ آپ کو میری وجہ سے بڑی زحمت ہوئی ہے مس بورین۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔" میں نے اسے نظرانداز کر دیا۔

"آپ کی شخصیت اتنی پرکشش ہے پرنس کہ آپ سے ایک لمحے کو جدا ہونے کو دل نہیں چاہتا۔"

"کل صبح کا ناشتہ میں آپ کے ساتھ کروں گا۔ خدا حافظ۔" میں نے کہا اور بورین شانے ہلا کر واپس مڑ گئی۔ میں نے اس کے جانے کے بعد گہری سانس لی تھی۔ ویسے ذرا سی الجھن محسوس کر رہا تھا۔ مجھے ڈاکٹر برہان کا پیغام مل گیا تھا۔ لیکن اگر براہ راست اس سے گفتگو ہو جاتی تو زیادہ مطمئن رہتا۔ پیغام محدود تھا اور حالات میں کسی لمحہ بھی تبدیل ہو سکتی تھی۔ اسی لئے مجھے ایسی مہمات پسند نہیں تھیں جن میں میری حیثیت پابند ہو جائے۔ بہرحال اب تو برداشت کرنا ہی تھا۔ میں نے ڈکٹومیٹر ریسیور چیک کیا لیکن وہ کام نہیں کر رہا تھا۔ گویا جتنے ڈکٹومیٹر ہم نے استعمال کئے تھے ان کی رینج ختم ہو گئی تھی۔ دوسرے دن مجھے سب سے پہلے یہی کام کرنا تھا کہ کسی طرح اہم مقامات پر وہ ڈکٹومیٹر نصب کر دوں جو میرے پاس موجود تھے۔ پھر میں اپنی جگہ سے اٹھا اور کیبن کے دروازے پر آ گیا۔ آہستہ سے میں نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ قرب و جوار میں کوئی نہیں تھا۔ اس کے بعد میں نے دروازہ بند کیا اور پھر مختلف حصوں کی تلاشی لینے لگا۔ اس طرف سے بھی اطمینان کرنے کے بعد میں نے جیب سے وہ ہائی پاور ٹرانسمیٹر نکالا جو

چھوٹا ضرور تھا لیکن طویل رینج میں اس پر بات کی جا سکتی تھی۔ بس ایک موہوم سی امید تھی ورنہ سمندر دور دور تک صاف دیکھ چکا تھا اور اپنے کسی شناسا کی قربت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ اور اس پر سمندر کی لہروں کا شور سنتا رہا۔ پھر میں نے اس کا دوسرا بٹن دبایا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ٹرانسمیٹر کام کر رہا تھا۔ گویا کوئی دوسرا ٹرانسمیٹر اس رینج میں موجود تھا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ ہیلو۔ شہاب تیموری کا لنک۔ ہیلو ڈاکٹر برہان شہاب تیموری کا لنک۔"

"تمہاری آواز میں بدحواسی کیوں ہے؟" ڈاکٹر برہان کی آواز صاف سنائی دی اور میں ایک لمحے کے لئے گنگ ہو کر رہ گیا۔ "ہیلو شہاب۔ ہیلو۔ ڈاکٹر برہان بول رہا ہے۔ خاموش کیوں ہو گئے؟"

"اوہ ڈاکٹر۔ کیا۔ کیا آپ ہیں۔ آپ بھی اسی جہاز پر موجود ہیں۔ اتنی آسانی سے رابطہ ہو جائے گا۔ میں سخت حیران ہوں۔"

"میں بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"لیکن آپ کہاں ہیں ڈاکٹر؟"

"شہاب تیموری جیسے انسان کے لہجے میں یہ اچنبھا ذرا تعجب خیز ہے۔" ڈاکٹر نے ہنس کر کہا۔

"میں واقعی شدید حیران ہوں۔ کیونکہ آپ سے ملاقات نہ ہونے کی وجہ سے میں بہت سے معاملات میں الجھا رہا تھا۔"

"مجھے بھی جلدی تھی اس لئے میں نے سوچا تفصیلی گفتگو تم سے سمندر میں ہو جائے گی۔" ڈاکٹر کا لہجہ بے حد پرسکون تھا۔

"میں پھر وہی سوال دہراؤں گا ڈاکٹر۔ کیا آپ بھی اسی جہاز میں موجود ہیں؟"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے، لیکن میں تم سے دور بھی نہیں ہوں۔"

"فضاء میں؟"

"بچکانہ سوال۔"

"اوہ۔ اوہ۔ میں سمجھ گیا۔ میں سمجھ گیا۔" میں نے اچانک کہا اور پھر خاموش ہو گیا۔

"بس ٹھیک ہے۔ سمجھ گئے تو مطمئن ہو جاؤ۔ تمہیں علم ہے کہ حکومت مکمل

طور سے ہماری حمایت کر رہی ہے اور ہمیں ہر سہولت بہم پہنچائی گئی ہے۔"

"شکریہ ڈاکٹر۔ اب میں پرسکون ہوں۔"

"پرسکون تو تمہیں پہلے بھی ہونا چاہئے تھا شہاب۔۔ ابھی تک حالات مکمل طور سے کنٹرول میں ہیں لیکن مجھے تم پر اعتماد ہے۔ اگر کوئی گڑبڑ دیکھو تو حسب حال کام کر سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے مسٹر برہان۔ اب میں مطمئن ہوں بالکل۔ ہاں کیا آپ وہاں سے ڈکٹومیٹر ریسیو کر سکتے ہیں؟"

"ممکن نہیں ہے۔ تمہارے پاس جتنے ڈکٹومیٹر ہیں انہیں کسی مناسب جگہ پوشیدہ کر دو تاکہ اگر کبھی ضرورت پڑے تو کام آ جائیں۔ سمندر کے نیچے ان کی کارکردگی ممکن نہیں ہے۔ تم جس وائرلیس پر گفتگو کر رہے ہو اس کے پیغامات وصول کرنے کے لئے بھی خصوصی انتظامات کئے گئے ہیں۔" ڈاکٹر برہان نے جواب دیا۔

"مناسب ڈاکٹر! اور کوئی حکم؟"

"نمبر دو کس پوزیشن میں ہے؟"

"ابھی تک اس کے بارے میں تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔ اطلاع یہی ہے کہ وہ بے ہوش ہے۔ ویسے وہ ایک کامیاب انسان ہے۔"

"شہاب' پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی نوٹ کر لو۔ یہ خیال میرے ذہن میں فوری طور پر آیا ہے۔ اگر تم محسوس کرو کہ وہ کسی مخصوص وقت پر تم سے چھٹکارا پانے کے خواہاں ہیں تو عین وقت پر اپنی شخصیت سے انہیں آگاہ کر دینا۔ اور اگر وہ تمہارے معاملے میں کوئی خطرناک قدم نہ اٹھائیں تو اپنی یہ حیثیت برقرار رکھنا یعنی اس وقت تک تمہیں ظاہر ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب تک خطرہ سر پر نہ پاؤ۔"

"خطرات تو دونوں صورت میں ہیں ڈاکٹر اصلیت سے واقف ہونے کے بعد ممکن ہے کہ وہ جھنجلاہٹ کا شکار ہو جائیں۔"

"مجھے احساس ہے۔ لیکن بچاؤ کے لئے تم سمندر بھی استعمال کر سکتے ہو۔ ہم تمہاری طرف سے غافل نہیں رہیں گے۔ لیکن یہ آخری صورت ہونی چاہئے۔"

"بہتر ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن اس فوری خیال کا کوئی جواز ہو گا؟"

"ہاں۔ میرا خیال ہے دوسری ملاقات میں بتاؤں گا۔ ہمیں طویل گفتگو سے احتراز کرنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے خداحافظ۔" میں نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ طبیعت ایک دم ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔ یہ احساس بڑا جاں بخش تھا کہ ڈاکٹر بھی زیادہ دور نہیں ہے اور حالات پر ان لوگوں کی نگاہ بھی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد سکون کی نیند کے علاوہ اور کیا کرتا۔

"رات بھر کی عمدہ نیند کے بعد دوسری صبح طبیعت پر ایک خوشگوار اثر تھا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ بورین آ گئی۔ اس وقت بھی وہ ایک خوبصورت لباس میں تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے خوش آمدید کہا تھا۔ بورین نے بھی مسکراتے ہوئے مجھے صبح بخیر کہا۔ اور دلآویز انداز میں بولی۔

"رات کی اور اب کی کیفیت میں نمایاں فرق ہے پرنس۔ یوں لگتا ہے جسے آپ کے ذہن سے دھند چھٹ گئی ہو۔"

"ایک طویل عرصے کسی ماحول میں گزارنے کے بعد اگر تمہیں اچانک اس سے دور کر دیا جائے تو کیا تمہارے ذہن پر کوئی اثر نہیں ہو گا بورین؟"

"میں آپ سے متفق ہوں پرنس۔ لیکن رات کو میرے ذہن میں ایک اور خیال بھی آیا تھا۔"

"کیا؟"

"بس میں نے سوچا تھا کہ پرنس نے کہیں شہزادوں کی شان کے خلاف حسن و عشق کا کوئی کھیل تو نہیں کھیل ڈالا۔ مجھے شبہ تھا کہ کہیں پرنس کو اپنی محبوبہ کی جدائی کا کوئی غم تو نہیں ہے۔ کیا ایسی کوئی بات ہے پرنس؟"

"تم نے ایک لفظ کہا۔ شہزادوں کی شان کے خلاف۔ کیا شہزادے عام انسانوں سے مختلف کوئی چیز ہوتے ہیں؟"

"نہیں۔ لیکن ان کے مشاغل ذرا مختلف ہوتے ہیں۔ ان کے لئے کوئی شے قیمتی نہیں ہوتی۔ وہ کسی بھی کھلونے سے صرف دل بہلاتے ہیں اور توڑ دیتے ہیں۔ کوئی چہرہ ان کے ذہن پر مسلط نہیں ہوتا۔"

"تمہارا تجزیہ غلط ہے۔ میں تم سے متفق نہیں ہوں۔"

"ممکن ہے پرنس.......... لیکن آپ کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔"

"میں مشورے قبول نہیں کرتا۔"

"میں ضد بھی نہیں کروں گی۔ کیا آپ ناشتہ کرنا پسند کریں گے؟"

"ہاں۔ بھوک محسوس ہو رہی ہے۔ براہ کرم۔" میں نے کہا اور بورین نے میری

رہنمائی کی۔ ناشتے کے کیبن میں جہاز کا کپتان اور فریڈرک بھی موجود تھے۔ پچھلی رات کے رویے کے برعکس اس وقت میں نے ان دونوں سے نہایت گرمجوشی سے ملاقات کی تھی۔ فریڈرک نے بھی میری اس تبدیلی کو محسوس کر لیا تھا۔ چنانچہ اس نے مسکراتے ہوئے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا۔ "یوں لگتا ہے جیسے اب پرنس بورٹو مطمئن ہو گئے ہیں۔ تاہم ہمیں ان کا اطمینان ہی درکار ہے۔ ویسے مادام بورین آپ سے تو پرنس کافی بے تکلف ہو گئے ہوں گے۔ کیا آپ نے پرنس سے ان کے آئندہ پروگرام کے بارے میں پوچھا ہے؟"

"نہیں' اس موضوع پر کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔" بورین نے جواب دیا۔

"پرنس کے تعلیمی مشاغل کیا رہے ہیں؟"

"میں سیاست میں ہی دلچسپی رکھتا ہوں اور ممکن ہے میرے پرورش کنندہ نے خاص طور سے یہ موضوع میرے لئے منتخب کیا ہو۔"

"اوہ یقیناً۔ شاہ کائی ٹس نے دور رہ کر بھی آپ کی طرف سے غفلت نہیں برتی ہو گی۔" فریڈرک کہنے لگا۔ اور ہم ناشتے کی میز سے اٹھ گئے۔ فریڈرک وغیرہ کے چلے جانے کے بعد بورین نے کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے پرنس۔ آیئے آپ کو جہاز کی سیر کراؤں۔" اس نے خود ہی تجویز بھی پیش کر دی اور میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنا لباس ٹٹول لیا تھا۔ چند ڈکٹومیٹر میرے پاس موجود تھے۔

جہاز کی اندرونی خوبصورتی' صفائی' سامان آرائش و زیبائش نہایت مکمل تھے۔ تنگ راہداریوں اور برآمدوں میں دبیز قالین بچھے ہوئے تھے۔ ایک جگہ کیبنوں کے ساتھ ہی ایک بہت خوبصورت لائبریری تھی جس میں ہر موضوع پر بہت سی کتابیں قرینے سے سجی ہوئی تھیں۔ کرسیوں کی بجائے یہاں قیمتی اور آرام دہ صوفے لگے ہوئے تھے۔ لائبریری کے ساتھ ہی بار روم اور کھیلوں کا وسیع کمرہ تھا۔ ویسے یہ ساری جگہیں خالی پڑی ہوئی تھیں کیونکہ جہاز کے عملے کے لوگ زیادہ تر اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ بہت سے حصے ایئرکنڈیشنڈ تھے اور برآمدے کے ساتھ کھلے عرشے کی آخری حد تک تختوں کی ایک سفید دیوار کھڑی تھی جس کے نزدیک ہی لائف بوٹ کے دو سیٹ رسوں کے ساتھ لٹک رہے تھے۔ مادام بورین مجھے مختلف حصوں میں گھماتی پھری اور کافی دیر کے بعد ہم اس کام سے فارغ ہوئے۔ تب میں نے اچانک پوچھا۔ "وہ شخص کس حال میں ہے جسے میرے ساتھ حادثہ پیش آیا تھا؟"

"اوہ، آپ کی مراد شاید مسٹر ڈریک سے ہے؟"

"ہاں۔"

"مسٹر ڈریک اتفاقیہ طور پر بہت زیادہ متاثر ہو گئے ہیں ویسے ہوش میں ہیں۔ چل پھر رہے ہیں۔ کھا پی رہے ہیں لیکن نقاہت کافی ہے اور بولنے میں بھی شدید تکلیف محسوس کرتے ہیں کبھی کبھی تو یوں لگتا ہے جیسے ان کی بصارت پر بھی اثر پڑا ہوا۔ بہرصورت ڈاکٹر انہیں دوائیں دے رہے ہیں۔"

"مجھے اس شخص کے لئے افسوس ہے۔ کہاں ہے وہ؟ میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور بورین نے ادب سے ایک جانب اشارہ کر دیا۔ کیبنوں کی ایک قطار کے آخری کیبن کے سامنے وہ رک گئی۔ اور پھر اس نے آہستہ سے دروازے کو دستک دی۔ دروازہ کھل گیا۔ اندر ماجد ڈریک کے میک اپ میں موجود تھا۔ ایک آرام دہ کرسی پر دراز کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر اس نے کتاب بند کر کے رکھ دی اور سوالیہ انداز میں ہمیں دیکھنے لگا۔

"ہیلو مسٹر ڈریک کیسے ہیں آپ؟" میں نے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں لیکن دن میں بیس بار مجھ سے یہ سوال کیوں کیا جاتا ہے؟" ڈریک نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"اوہ مسٹر ڈریک، پرنس بورٹو آپ سے ملاقات کے لئے آئے ہیں۔"

"پرنس بورٹو۔" ڈریک بڑبڑانے کے انداز میں بولا۔ پھر بورین کی جانب دیکھ کر بولا۔ "لیکن آپ نے ان کے ساتھ کیوں آئی ہیں؟"

"یہ بھی پرنس ہی کی خواہش تھی۔"

"ہرگز نہیں۔ میں ایک ہی وقت میں ایک ہی آدمی سے ملاقات کر سکتا ہوں۔"

"ڈریک نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا اور کتاب دوبارہ اٹھا لی۔ بورین نے بوکھلا کر مجھے دیکھا تھا۔ سوری پرنس، میں نے کہا تھا ناکہ وہ ہوش و حواس میں نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ یوں کریں، آپ آرام کریں۔ میں اس کی عیادت کروں گا۔" میں نے کہا اور بورین گردن جھکا کر باہر نکل گئی۔

"اتنی بے تکلفی مناسب نہیں ہے۔" ڈریک یا ماجد اردو میں بولا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔ تم سے گفتگو کئے کافی وقت گزر گیا تھا۔"

"حالات ٹھیک ہیں؟"

"بالکل۔"

"ہم کس طرف سفر کر رہے ہیں یہ نہیں معلوم ہو سکا؟"

"ابھی تک نہیں ویسے ظاہر ہے ہمارا رخ ریاست کی طرف ہی ہو گا۔ ممکن ہے جہاز درمیان میں کسی دوسرے ملک میں لنگر انداز ہو۔ ویسے ڈاکٹر قریب ہی موجود ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"جہاز کے ساتھ ساتھ ایک سب میرین لگی ہوئی ہے۔ وہ لوگ اس سے سفر کر رہے ہیں۔" میں نے کہا اور ماجد بوکھلائے ہوئے انداز میں سر کھجانے لگا۔ "اتنے اعلیٰ پیمانے پر؟" اس نے حیرت کا اظہار کیا۔

"ہماری حکومت پوری پوری دلچسپی لے رہی ہے۔" میں نے بتایا۔

"وہ لوگ بھی ساتھ ہوں گے؟" اس نے پوچھا۔

"ظاہر ہے۔"

"ٹھیک۔ اب ہمارا یہاں کیا کام ہے۔ لیکن ٹھہرو۔ تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟" ماجد نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

"بات ہوئی تھی۔ انتظامات کئے گئے ہیں اس کے لئے۔" میں نے جواب دیا۔

"خوب، یہ عمدہ بات ہے۔ بہرحال کوئی نئی بات تو نہیں ہے؟"

"نہیں سب کچھ حسب معمول ہو رہا ہے۔ ویسے تمہیں کوئی الجھن تو نہیں پیش آرہی ہے؟"

"نہیں۔ ابھی تو سب ٹھیک ٹھاک ہے لیکن یہاں بھی تمہیں مل گئی؟" ماجد نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔ "تقدیر کی بات ہے۔" میں نے کہا۔ اور پھر واپسی کے لئے مڑ گیا۔ "اب اجازت دو، زیادہ دیر نہیں رک سکتا۔ مناسب یہی ہو گا۔" اور پھر میں کیبن سے باہر نکل آیا۔ تھوڑے فاصلے پر بورین کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر میرے نزدیک آگئی۔

"آپ سے بات ہوئی؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس کا دماغ متاثر معلوم ہوتا ہے۔"

"سر میں چوٹ آئی تھی۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ صورتحال تشویشناک نہیں

ہے۔" وہ بولی۔ میں آگے بڑھ گیا تھا پھر میں نے جہاز کے دوسرے حصوں کا رخ کیا۔ کپتان کے کیبن میں گیا اور وہاں ذہانت سے کام لیکر ایک ڈکٹومیٹر نصب کر دیا۔ دوسرا ڈکٹومیٹر میں نے فریڈرک کی رہائش گاہ میں لگایا تھا۔ اس کے علاوہ کئی اور ایسی جگہوں پر میں نے یہی عمل دوہرایا۔ جو میرے خیال میں کارآمد تھیں۔ اس وقت کی کارکردگی میرے خیال میں اطمینان بخش تھی۔

بورین کافی دیر میرے ساتھ رہی اور پھر تھوڑی دیر کے لئے اجازت لے کر چلی گئی۔ میں اپنے کیبن میں آگیا تھا۔ سمندر کے اس غیر معین سفر میں اب میرے لئے کوئی الجھن نہیں تھی۔ اس سے قبل میں کسی قدر منتشر تھا لیکن اب صورتحال مختلف تھی۔ ڈاکٹر برہان وغیرہ زیادہ دور نہیں تھے۔ ویسے ان لوگوں کے آئندہ اقدامات کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ کم از کم انہیں اب یہ اطمینان تو ضرور ہو گا کہ پرنس بورٹو اپنی ریاست تک نہیں پہنچ سکتا۔ ویسے یہ سیاہ فام لڑکی بورین میری نگران اعلیٰ تھی اس لئے میں اس سے محتاط رہنا چاہتا تھا۔

رات کو اپنے بستر پر لیٹ کر بھی انہی خیالات میں ڈوبا رہا۔ بورین نے یہ رات بھی میرے ساتھ گزارنے کی خواہش کی تھی لیکن میں چالاکی سے ٹال گیا۔ وہ کسی قدر ملول سی واپس چلی گئی تھی۔ بہرحال میں نے ڈکٹومیٹر ریسیور سیٹ سینے پر رکھ کر آن کر دیا۔ مختلف آوازیں ابھر رہی تھیں اور پھر ان میں میرے کام کی آواز مل ہی گئی۔ یقیناً یہ فریڈرک کی آواز تھی۔ وہ کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ دوسری آواز بھی واضح ہو گئی۔ یہ نسوانی آواز بورین ہی کی تھی۔

"نہیں۔ وہ ہمارے لئے ایک کارآمد مہرے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ جسے اگر کبھی ضرورت پڑی تو ہم استعمال کر سکتے ہیں۔"

"اگر اعلان کے مقررہ وقت تک کائی ٹس بورٹو کو پیش نہ کر سکا تو کیا ہو گا؟"

"اس وقت ہمارے متعین کردہ آدمی کا نام پیش کر دیا جائے گا اور پھر ریاست کے قانون کے مطابق حکومت اسے سونپ دی جائے گی۔"

"خوب تو گویا اب کامیابی یقینی ہے۔" یہ بورین کی آواز تھی۔

"ہاں، اگر اتنی تگ و دو کے بعد بھی کامیابی نہ ہوتی تو پھر ہمیں تو اپنے عہدے سے استعفیٰ ہی دینا پڑتا۔" فریڈرک نے کہا۔ چند ساعت خاموشی چھائی رہی پھر بورین کی آواز ابھری۔ "بہرحال وہ انتہائی پرکشش شخصیت کا مالک ہے۔"

"تم بہت زیادہ متاثر ہو گئی ہو اس سے؟"

"ہاں اس کے اندر شہزادوں کی سی شان موجود ہے اور بہرحال شہزادے پرکشش شخصیت کے حامل ہوتے ہیں۔"

"بورین، محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ میں تمہاری رنگین فطرت سے واقف ہوں۔ لیکن بعض اوقات یہ رنگینیاں نقصان دہ بھی ہو جاتی ہیں۔"

"اوہ نہیں ڈیئر فریڈرک، اب تم مجھے اتنا کمزور بھی نہ سمجھو۔ ویسے اس پر مشرقی ماحول کا خاصا اثر ہے حالانکہ میں نے اس سے خاصی کھلی گفتگو کی لیکن اس نے اس طرف توجہ، نہیں دی۔"

"چھوڑو ان باتوں کو بورین میں بور ہو رہا ہوں۔" فریڈرک نے کہا۔ اور بورین کی ہنستی ہوئی آواز آئی۔ "تمہاری بوریت تو میں ابھی دور کئے دیتی ہوں۔"

"وہ کیسے؟" فریڈرک نے دلچسپی سے پوچھا۔ اور پھر شیشے کھنکنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ میں نے ڈکٹومیٹر ریسیور آف کر دیا تھا۔ گویا اس وقت میرے مطلب کی کوئی بات نہیں تھی۔ بہرصورت دیر تک میں ان حالات پر غور کرتا رہا اور پھر سونے کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ نیند آگئی تھی اور اس وقت میں گہری نیند سو رہا تھا۔ جب مجھے باہر سے کچھ تیز تیز آوازیں سنائی دیں۔ چند ساعت تو میں نیم خوابیدہ ذہن کے ساتھ ان آوازوں کو سنتا رہا۔ پھر صورتحال معلوم کرنے کے لئے اپنے کیبن سے باہر نکل آیا۔

اوپر ہواؤں کا شور سنائی دے رہا تھا اور جہاز کے عملے کے لوگ تیزی سے ادھر ادھر دوڑتے ہوئے کچھ ضروری کاموں میں مصروف تھے۔ میں نے متحیرانہ انداز میں ان لوگوں کی جانب دیکھا اور پھر اپنی جگہ سے آگے بڑھ گیا۔ میں صورتحال کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ طوفان آگیا ہے۔ آسمان پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی اور فضا میں عجیب سا حبس تھا۔ یہ بالکل نئی صورتحال تھی اور میرے لئے اچنبھے کا باعث۔ ہواؤں کی تیزی میں اس قدر شدت تھی کہ کھڑا رہنا دوبھر ہو رہا تھا۔ میں حالات کا بغور جائزہ لیتا رہا۔ اس بھیانک طوفان سے نمٹنے کے لئے یہ لوگ کیا کریں گے۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ کیسا شور کسی طرف سے بورین میرے نزدیک پہنچ گئی۔ "ہیلو پرنس"۔ اس نے مجھے مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے۔ یہ آدھی رات کو کیسا شور ہے؟"

"اوہ کوئی خاص بات نہیں۔ غالباً تیز ہوائیں چلنے لگی ہیں طوفان وغیرہ ہے۔" بورین نے کہا۔

"لیکن میرا خیال ہے کہ یہ خطرہ خاصا شدید ہے۔ ورنہ اتنی تیزی سے انتظامات نہ ہونے لگتے۔" میں نے کہا۔

"صحیح صورت حال تو مجھے نہیں معلوم۔ آؤ دیکھیں۔ سمندری سفر میں تو ایسی دلچسپ صورتحال پیش آتی ہی رہتی ہے۔" بورین بے خوفی سے بولی۔ اور میں اس کے ساتھ عرشے کی طرف چل پڑا۔ کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں دی تھی۔

عرشے پر بھی ضروری انتظامات کئے جا رہے تھے اور بھاگ دوڑ ہو رہی تھی۔ چاروں طرف گھٹاٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا اور ماحول خوفناک تھا۔ سمندر میں بڑے بڑے بگولے اٹھ رہے تھے اور ان کے سفید جھاگ ماحول میں ایک چمک سی پیدا کر دیتے تھے۔ میں ساکت نگاہوں سے اس منظر کو دیکھتا رہا۔ اچانک بارش شروع ہو گئی۔ موٹی موٹی بوندوں نے تیز موسلادھار بارش کی شکل اختیار کر لی اور بورین نے میرا بازو پکڑ لیا۔ "اب یہاں نہیں رکا جا سکتا۔ پرنس۔ آیئے آیئے۔" وہ مجھے لئے ہوئے اپنے کیبن کی طرف دوڑی اور پھر کیبن میں داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کر لیا۔

رفتہ رفتہ سمندر میں اونچی اونچی لہریں اٹھنے لگیں اور انہوں نے جہاز کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ بارش کے تھپیڑے پوری قوت سے بند کھڑکیوں اور آہنی دروازوں سے ٹکرا رہے تھے۔ بند کیبن کے اندر بھی طوفان کی شدت کا احساس ہو رہا تھا۔ بادلوں کی مہیب گرج اور طوفان کا شور سنائی دے رہا تھا۔ بڑے شیشوں سے جہاں تک نگاہ کام کرتی اونچی اونچی مہیب لہریں جہاز کی طرف لپکتی نظر آ رہی تھیں۔ بجلی چمکتی تو ماحول منور ہو جاتا اور پھر وہی خوفناک تاریکی چھا جاتی۔ جہاز پر زلزلے کی سی کیفیت طاری تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے تک جہاز لرزتا رہا اور پھر کسی قدر سکون محسوس ہوا۔ تیز آوازیں سست پڑ گئیں اور بورین نے سکون کا سانس لیا۔ پھر مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگی۔ "آپ کے ذہن میں کوئی طوفان نہیں آتا پرنس؟" وہ مخمور لہجے میں بولی۔

"میں نہیں سمجھا بورین؟" میں نے اسے دیکھا۔

"مجھے تو آپ اس سمندر سے بھی زیادہ گہرے معلوم ہوتے ہیں۔"

"نگاہ کا قصور ہے۔ ہر چیز کا تعین آنکھ کرتی ہے۔ ذہن جو بھی سوچ لے۔ میں عملی انسان ہوں مفروضات کا شکار نہیں ہوتا۔"

"انسانی زندگی کی کمزوریوں کا بھی کوئی تصور نہیں ہے آپ کی نگاہ میں؟" بورین نے پوچھا۔

"کیوں نہیں انسان اگر کمزور نہ ہوتا تو اس طوفان پر قادر ہوتا اور اسے روک سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"اور وہ طوفان جو سینوں میں اٹھتے ہیں؟" بورین نے پوچھا۔

"میں نے کہا نا وہ کتابی طوفان ہوتے ہیں۔ افسانوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا زندگی سے اتنا گہرا تعلق نہیں ہوتا کہ انہیں خود پر طاری کر لیا جائے۔ وہ صرف اور صرف جذباتی حیثیت رکھتے ہیں جبکہ زندگی ٹھوس حقائق کا مجموعہ ہے۔"

"نہیں پرنس' میں آپ کی بات سے متفق نہیں ہوں۔"

"ممکن ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور بورین عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔ "کیا آپ زندگی میں ان حادثات کے قائل نہیں ہیں جو اچانک رونما ہوتے ہیں اور ہماری شخصیت ہل کر رہ جاتی ہے۔"

"قائل ہوں۔ کیونکہ خود اس کا شکار ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ' اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔"

"ممکن ہے جب یہ سب کچھ میرے ساتھ پیش آئے گا تو میں اس کے بارے میں بھی سوچوں گا۔" میں نے جواب دیا اور بورین ایک گہری سانس لیکر پشت سے ٹک گئی۔ پھر چونک کر بولی۔ "پرنس کچھ پئیں گے آپ؟"

"کیا؟" میں سوال کیا۔

"اس وقت کوئی بھی مشروب لطف دے گا۔ میں آپ کے لئے ہیٹی کی دلہن لاتی ہوں۔ نفیس شراب ہے۔ اس وقت کے لئے موزوں ترین۔"

"سوری بورین۔ میں باہوش رہنا چاہتا ہوں۔ سخت ترین حالات میں بھی خود کو کھونے کا قائل نہیں ہوں۔ ہاں اگر کافی پلوا سکو تو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی اٹھ گئی۔ "میں کافی لاتی ہوں۔" بورین بولی۔" اور اٹھ کر باہر نکل گئی۔ میں اس کے دلکش بدن کو بل کھاتے دیکھ رہا تھا۔ ان حالات مین کسی طور اس سے متاثر نہیں ہو سکتا تھا۔ ورنہ اس طوفانی رات میں اس کا طوفانی وجود جس قدر سحر انگیز تھا اس کا تصور ہی ذہن و دل میں طوفان لا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کافی کی ٹرے اٹھائے اندر آگئی اور اس نے ایک کپ مجھے پیش کر دیا۔

"شکریہ بورین۔" میں نے کپ لے لیا اور دوسرا کپ لیکر وہ میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"بارش اب بھی ہو رہی ہے۔ مطلع صاف نہیں ہوا۔" اس نے کافی کا گھونٹ لے کر کہا۔

"کیا یہ طوفانوں کا موسم ہے؟"

"طوفان سمندر کی ملکیت ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی موسم نہیں ہوتا۔" بورین بولی۔

"تم شاعرانہ موڈ میں ہو۔" میں نے کافی کا گھونٹ لیا۔ اسی وقت جہاز نے ایک زبردست جھٹکا کھایا اور کافی کا کپ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑا۔ بورین کرسی سے نیچے گر گئی تھی اور گرم کافی اس کے لباس پر گر پڑی تھی۔ اس کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے سہارا دے کر اٹھا دیا تھا۔ بورین دونوں ہاتھوں سے بدن کے جلے ہوئے حصوں کو مسل رہی تھی اور اپنے لباس پر سے کافی کے قطرے صاف کر رہی تھی۔ "یہ جھٹکا کیسا تھا؟" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"پتہ نہیں۔ آؤ باہر چل کر دیکھیں۔" میں نے کہا اور بورین خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

باہر سے مدہم مدہم آوازوں کا شور پھر بلند ہو رہا تھا۔ ہم نے دروازہ کھولا اور باہر نکل آئے۔ ٹھنڈی ہواؤں کا ایک جھونکا بدن سے ٹکرایا تھا اور بدن میں کپکپی کی لہریں دوڑ گئیں۔ دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ جہاز چل نہیں رہا۔ اس کے انجن خاموش ہیں۔ میں نے بورین کا شانہ تھپتھپایا۔ "بورین جہاز کے انجن بند ہو چکے ہیں؟"

"شاید۔" بورین نے کہا۔ اور پھر ایک تیز آواز ہمارے کانوں میں گونجی۔

"آگ۔ آگ۔ آگ۔"

"آگ" بورین تعجب سے میری طرف دیکھ کر بولی۔ اور دوسرے لمحے ہم تیزی سے آگے دوڑنے لگے۔ میں نے بورین کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ جہاز کے ایک حصے سے آگ کے اونچے اونچے شعلے اور دھوئیں کے سیاہ مرغولے اٹھتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ دروازوں کے کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور جہاز کے عملے کے لوگ ادھر ادھر دوڑ رہے تھے۔ میں حیرت سے ساکت رہ گیا۔ آگ کے شعلے میری نگاہوں کے سامنے تھے۔ نہ جانے یہ آگ کیسے لگ گئی تھی۔ بہرصورت جہاز خوفناک آگ کا شکار ہو گیا تھا۔ عملے کے لوگ گرتے پڑتے ادھر سے ادھر دوڑ رہے تھے اور ان

کی تیز آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ شاید وہ لوگ آگ بجھانے کے انتظامات کر رہے تھے۔ بورین بھی بدحواس ہو گئی تھی اور میرے ساتھ ادھر سے ادھر دوڑ رہی تھی۔ پھر اس نے ایک دوڑتے ہوئے شخص کو پکڑا۔ "کیا ہو گیا۔ آگ کیسے لگ گئی؟" اس نے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔" اس شخص نے تیزی سے بورین سے ہاتھ چھڑایا اور دوڑتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔

"پرنس یوں لگتا ہے جیسے یہ رات کسی خوفناک حادثے کی رات ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ جہاز کسی شدید حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔" بورین نے کہا۔ میں بھلا کیا جواب دے سکتا تھا۔ آگ کے شعلے لحظہ بہ لحظہ بلند ہوتے جا رہے تھے' اور شعلوں کی تپش اب ہر جگہ محسوس کی جا رہی تھی۔ اس تپش نے سرد ہواؤں کا اثر کافی حد تک زائل کر دیا تھا۔ میں نے صورتحال کا جائزہ لیا۔ اب میری حیثیت ایک تماشائی کی سی نہیں ہونی چاہئے۔ پرنس بنے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ صورتحال بگڑ چکی ہے۔ چنانچہ میں نے بورین سے کہا۔ "میرا خیال ہے بورین۔ کپتان سے صورتحال معلوم کرو۔ آگ شدت اختیار کرتی جا رہی ہے۔" بورین بھی اب مفروضات کے سمندر سے نکل آئی تھی اور اسے اپنی زندگی کی فکر لاحق ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس نے ان الفاظ کو غنیمت جانا اور تیزی سے ایک طرف دوڑی چلی گئی۔

میں نے چاروں طرف دیکھا اور سب سے پہلے میں ماجد کی کیبن کی طرف بھاگا۔ ڈریک کی حیثیت سے اسے بھی کیبن میں رکھا گیا تھا۔ وہ میرے علم میں تھا۔ اور ماجد نے ذہانت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے کیبن کے سامنے رہنا مناسب سمجھا تھا۔ میں نے اسے دیکھ لیا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو شہاب۔ صورتحال تشویشناک ہے۔"

"ہاں ماجد۔ آگ بہت شدید ہے۔"

"میں تمہیں تمہارے کیبن میں دیکھنے گیا تھا۔ اور جب تم وہاں نہیں ملے تو میں واپس یہاں آگیا۔ اس خیال سے کہ تم مجھے تلاش کرتے ہوئے اسی جگہ آؤ گے۔"

"گڈ۔ پھر اب کیا خیال ہے؟"

"اپنے طور پر حفاظت کا بندوبست کر لو۔ یہ ضروری ہے۔ ممکن ہے جہاز چھوڑنا پڑ جائے۔"

"آؤ میرے ساتھ۔" میں نے کہا۔ اور میں اور ماجد تیزی سے آگے بڑھ گئے۔

اپنے کیبن میں پہنچ کر میں نے وائرلیس سیٹ اٹھایا اور تیزی سے باہر نکل آیا۔ اس کے علاوہ باقی چیزیں بیکار تھیں ہم دونوں کیبن سے نکل کر جہاز کے ایک ایسے گوشے کی تلاش میں چل پڑے جو نسبتاً پرسکون ہو۔ شور تو چاروں طرف ہی بلند ہو رہا تھا۔ پھر ایک جگہ رک کر میں نے ٹرانسمیٹر آن کیا اور ڈاکٹر برہان کو کال کرنے لگا۔ لیکن دیر تک کوشش کے باوجود ہواؤں کے شور کے سوا کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ اور میں نے تشویشناک نگاہوں سے ماجد کو دیکھا۔

"ان حالات میں مشکل ہے۔" ماجد مایوسی سے بولا۔ اور میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر ٹرانسمیٹر احتیاط سے اندرونی لباس میں رکھ لیا۔ اب ہمیں اپنی زندگی بچانے کی جدوجہد کرنی تھی۔

آگ اب کیبنوں تک پہنچ گئی تھی اور بہت سے کیبن دھڑا دھڑ جل رہے تھے۔ لکڑی کے تختے اور جہاز کا دوسرا سامان آگ کے اندر جل کر تڑاخ پیدا کر رہا تھا۔ خلاصی اور انجینئر آگ کو بجھانے کی انتہائی کوششیں کر رہے تھے لیکن آگ اب ممکن طور سے بے قابو ہو چکی تھی۔

"کیا خیال ہے شہاب۔ جہاز بچ سکے گا؟ ماجد آہستہ سے بولا۔

"مشکل ہے۔"

"تو پھر کھڑے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ آؤ کچھ کریں۔" ماجد بولا اور میں نے گردن ہلا دی۔ تب ہم آگے بڑھ گئے۔ دوسری طرف عملے کے افراد نے بھی زندگی کی فکر شروع کر دی تھی۔ گو بڑے بڑے افسر اور انجینئر وغیرہ ابھی تک آگ بجھانے کے سلسلے میں پرامید تھے۔ لیکن جہاز کے نچلے درجے کے ملازم خوفزدہ ہو گئے۔ میں نے دیکھا چاروں لائف بوٹس سمندر میں اتاری جا چکی تھیں اور اب اوپر ایک بوٹ بھی نہیں تھی۔

ماجد نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ایک جلا ہوا چوڑا تختہ سامنے ہی پڑا ہوا تھا۔ اس تختے سے کئی رسیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ماجد نے اسے سنبھال لیا۔ "لائف بوٹس کا ہاتھ آنا مشکل ہے۔ آؤ جہاز چھوڑ دیا جائے۔" وہ بولا۔ اور میں نے اس سے اتفاق کیا۔ تختے کو سمندر میں پھینکنا اور اس پر اترنا ایک مسئلہ تھا۔ لیکن اب سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ ماجد نے تختہ سمندر میں اچھال دیا اور اس کے بعد ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور

پھر تاریک سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

شعلوں کا پہاڑ بلند سے بلند تر ہو گیا تھا۔ اس خوفناک آگ پر اب قابو پانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ یقیناً عملے کے افراد اب صرف جہاز چھوڑ دینے کی ترکیبیں کر رہے ہوں گے۔ ہوا کے ایک تیز اور گرم جھونکے نے ہمارے تختے کو جہاز سے دور کر دیا۔ دور دور تک شدید تپش تھی اور گرم جھلسا دینے والی ہوا چل رہی تھی۔ لیکن اسی ہوا نے ہماری مدد کی اور ہم جہاز سے کافی دور نکل آئے۔ سمندر روشن تھا اور آگ کا گولہ اتنے فاصلے سے بہت عجیب سا لگ رہا تھا۔ ماجد اور میں بالکل خاموش تھے اور کسی قدرت وحشت زدہ بھی۔

ہوائیں غیر محسوس انداز میں ہمیں جہاز سے کافی دور لے آئی تھیں۔ تختہ صرف ہواؤں کے رحم و کرم پر تھا۔ اگر یہی ہوائیں ہمیں جہاز کی سمت دھکیل دیتیں تو اس خوفناک آگ سے بچنے کی کوئی ترکیب نہیں تھی۔ نہ جانے کتنی دیر تک ہم سمندر میں خاموش اور کسی گہری سوچ سے عاری رہے۔ پھر ماجد کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"کیا یہ تختہ اس بیکراں سمندر میں ہماری زندگی کی ضمانت بن سکتا ہے؟" اس نے سوال کیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "خوفزدہ ہو ماجد؟" میں نے پوچھا۔

ماجد عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ "سوچنا پڑے گا۔ ویسے ذہن میں وسوسے تو ہیں۔ کیا تمہیں کسی ایسے سمندری سفر کا تجربہ ہے؟" چند ساعت کے بعد اس نے پوچھا۔

"نہیں سمندری سفر بہت کم کئے ہیں اور ان میں کبھی حادثے سے دوچار نہیں ہوا۔"

"ان حالات میں تھوڑا سا خوف تو یقینی ہے۔" ماجد مسکرا کر بولا۔

"ہاں اجنبی افتاد ہے۔ نہ جانے کم بخت جہاز میں آگ کیسے لگ گئی۔ ویسے وہ شدید جانی نقصان سے دوچار ہوئے ہوں گے۔"

"ان کے بارے میں تو اب سوچنا فضول ہی ہے۔ اپنے لئے سوچو۔ نہ تو ہم بیمار ہیں نہ کسی اہم ترین انسانی فریضے کے لئے موت و زندگی کی کشمکش کے شکار جو رضاکارانہ طور پر خاموشی سے موت قبول کر لیں۔ اتفاق کا شکار ہوئے ہیں۔ ان حالات سے بچاؤ کی ترکیب سوچنا ضروری ہے۔ تختہ تیز و تند سمندر میں ہماری حفاظت نہیں کر

سکے گا۔ اول تو یہ زیادہ چوڑا نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے لڑھکنے کی شکل میں اس میں کوئی روک نہیں ہے۔ البتہ اس کے ساتھ منسلک یہ رسیاں ہماری مدد کر سکتی ہیں۔ ہمارا انحصار صرف سمندری ہوا پر ہے۔ اور لہروں کا اتار چڑھاؤ ہماری سلامتی کے لئے سخت خطرہ ہے۔ چنانچہ اس وقت کوئی فوری فیصلہ ضروری ہے۔" ماجد نے کہا۔

"ہاں تمہارا خیال درست ہے ماجد۔ یہ رسیاں سمیٹ لو۔" میں نے کہا۔ اور ہم نے پہلی بار جنبش کی۔ تختے سے بندھی ہوئی ریشمی مضبوط رسیاں کافی بڑی تھیں۔ ہم نے انہیں اوپر کھینچ لیا۔ اب اس کے سوا اور کوئی ترکیب نہیں تھی کہ ہم خود کو ان رسیوں سے جکڑ لیں۔ اس طرح ہم تختے سے پھسل کر سمندر میں گرنے سے بچ سکتے تھے۔ چنانچہ ہم نے جس قدر ممکن ہو سکا خود کو ان رسیوں سے جکڑ لیا۔ اس طرح تختے سے جدا ہو جانے کا خطرہ دور ہو گیا تھا۔ پھر میں نے لیٹے لیٹے اپنے لباس سے نہایت احتیاط کے ساتھ ٹرانسمیٹر نکالا۔ ماجد خاموشی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے ٹرانسمیٹر پر ڈاکٹر برہان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ بس یہی ایک امید تھی۔ لیکن لہروں کے شور کے سوا کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ وقفے وقفے سے میں آدھے گھنٹے تک رابطہ قائم کرنے کوشش میں مصروف رہا لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ نہ جانے آبدوز کہاں چلی گئی تھی۔

پہلی بار میرے دل میں خوفناک وسوسے جاگ اٹھے۔ اب تک امید تھی کہ ڈاکٹر برہان زیادہ دور نہیں ہے۔ اور ضرورت پڑنے پر اس سے مدد طلب کی جا سکتی ہے لیکن اب خوف کا ایک احساس ابھر آیا تھا۔ ماجد بدستور خاموش تھا اور میری کوشش کو دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور بے بسی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ "کیا آبدوز کسی حادثے کا شکار ہو گئی؟" اس نے آہستہ سے کہا۔

"سمجھ میں نہیں آتا۔ بظاہر تو ایسے آثار نہیں ہیں۔ لیکن یہ خاموشی تعجب خیز ہے۔"

"کیا ڈاکٹر کو جہاز کے اس حادثے کا علم ہو گا؟"

"ہونا تو چاہئے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ ماجد خاموش ہو گیا۔ سمندر کے دورافتادہ حصے سے دن کا اجالا پھوٹ رہا تھا۔ ہوا کسی قدر مدہم ہو گئی تھی اور ہماری زندگی کا سہارا لہروں کے دوش پر اچھل رہا تھا۔ وہ بدستور ایک مخصوص سمت پر بہتا جا رہا تھا۔ ہوائیں ہمیں جدھر بھی لے جا رہی تھیں ان کا رخ ایک ہی تھا۔ بالآخر سورج

نکل آیا اور دور دور تک بیکراں نیلگوں سمندر روشن ہو گیا۔ تاحد نگاہ پانی کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ اور یہ منظر خوف کا احساس پیدا کر رہا تھا۔ اس ہولناک سفر میں ہم بے دست و پا تھے۔ نہ کھانے کے لئے کچھ تھا اور نہ سر چھپانے کے لئے کوئی سہارا۔ سورج لحظہ بہ لحظہ گرم ہوتا جا رہا تھا اور دھوپ کی شدت بدن پر اثرانداز ہونے لگی تھی۔

"برے پھنسے ماجد بیٹے!" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"تمہارے اوپر تو واقعی برا وقت پڑا ہے۔"

"کیوں؟"

"اچھے خاصے راجہ آف اثرپور بن رہے تھے۔ حسین عورت اور بے پناہ دولت۔ دونوں چیزوں کو ٹھکرا کر اس چکر میں آ پھنسے ہو۔ کیا خیال ہے' میں غلط تو نہیں کہتا تھا؟" ماجد نے کہا۔

"اوہ' ماجد' سکوت موت کا دوسرا نام ہے۔ رانی آف اثرپور واقعی ایک احمق عورت تھی اور اگر میں اس کی پذیرائی کرتا تو وہ بلاشبہ اپنا سب کچھ میرے حوالے کر دیتی لیکن تم خود سوچو کہ ہم نے زندگی کی بنیاد جس انداز میں رکھی ہے کیا اس کے تحت یہ سب کچھ مناسب تھا؟"

"میں تمہاری جگہ ہوتا تو ضرور قبول کر لیتا لیکن کیا کروں۔ میری بدقسمتی ہے کہ محل کی کوئی بھنگن بھی کبھی الفت کی نگاہوں سے نہیں دیکھتی۔" ماجد نے کہا اور ہم دونوں ہنستے رہے۔ یوں لگتا تھا جیسے ہم خود کو بہلانے کے لئے نڈر بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔

سورج کی تمازت خاصی تیز ہو گئی تھی۔ ایک بار پھر میں نے ٹرانسمیٹر پر ڈاکٹر برہان کی آبدوز تلاش کرنے کی کوشش کی اور جب تک ہمت رہی یہ کوشش کرتا رہا' لیکن کوئی جواب نہ مل سکا۔ کہیں پر ٹرانسمیٹر کے اشارے موصول نہیں کئے جا رہے تھے۔ چنانچہ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لیکر ٹرانسمیٹر واپس رکھ لیا۔ ہم لوگ انتہائی کوشش کر رہے تھے کہ دھوپ کی تپش سے اپنے ذہنوں کو دور رکھ سکیں لیکن جو حقیقت تھی وہ سامنے تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد تو یہ کیفیت ہو گئی کہ زبان ہلانے کو دل نہ چاہا۔ شدید بھوک لگ رہی تھی لیکن کھانے پینے کا تصور بھی اس وقت مضحکہ خیز تھا۔ کیا کھاتے' رسیوں سے جکڑے ہوئے تختے پر پڑے تھے۔ بہت دیر تک یہ کیفیت

رہی اور ماجد کسی قدر بے چین نظر آنے لگا۔ اس نے گردن گھما کر مجھے دیکھا اور بولا۔
"شہاب' کیوں نہ ہم اب ان رسیوں سے خود کو آزاد کرا لیں ہوائیں زیادہ تیز نہیں ہیں اور پھر دن کا وقت ہے ہم احتیاط رکھیں گے۔"

"ٹھیک ہے' جیسا پسند کرو۔"

"دیکھو نا سورج کی تپش ایک ہی انداز میں ہمارے بدن پر پڑ رہی ہے۔ اب تو جسم جلنے لگا ہے۔ اگر ہم رخ بدل لیں گے تو اسے کچھ بچاؤ ہو سکتا ہے۔" میں نے گردن ہلا دی اور ہم دونوں نے اپنی رسیاں کھول دیں۔ پھر ماجد نے اپنی قمیض اتار دی اور اسے پانی میں بھگو کر اپنے بدن پر ڈال لیا۔ مجھے اس کی یہ ترکیب پسند آئی تھی۔ چنانچہ میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس طرح سے دھوپ سے کچھ سکون مل گیا تھا۔ ہم قمیض کو باربار پانی میں بھگوتے اور کبھی چہرے پر اور کبھی بدن پر ڈال لیتے۔ حالانکہ اس پانی میں شدید چپکن تھی اور نمک ہمارے بدن پر لگ کر سورج کی تپش کو اور تیز کر رہا تھا۔ جہاں سے بدن خشک ہوتا وہاں سورج نمک کی زیادتی سے ہمارے جسموں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا۔ لیکن گزارا کرنا تھا۔ پانی کی فوری نمی اور اس شدت کو کم کر دیتی تھی۔ چنانچہ اس عمل میں ہم شام تک مصروف رہے۔ گو اب ہاتھ پاؤں میں بھی اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن بہرصورت زندگی بچانے کے لئے خصوصی قوت اس وقت ابھر آتی ہے جب انسان خود کو مکمل طور پر بے بس محسوس کرے۔ چنانچہ ہم ان تمام کوششوں میں مصروف رہے۔

لیکن جونہی شام کا جھٹپٹا پھیلا ہمیں ایک اور افتاد کا سامنا کرنا پڑا۔ چھوٹی بڑی بے شمار شارک مچھلیاں اپنے خوفناک جبڑے کھولے تختے کے چاروں طرف بے چینی سے تیر رہی تھی۔ وہ بار بار تختے کی طرف جھپٹتیں اور مایوس ہو کر لوٹ جاتیں۔ میں اور ماجد دہشت بھری نگاہوں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ ہم دونوں تختے کے درمیان سمٹ گئے تھے۔ ماجد نے آہستہ سے مجھ سے کہا۔ "میں نے شارک مچھلیوں کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل پڑھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"میرا خیال ہے شہاب یہ اس وقت تک ہمارا تعاقب کرتی رہیں گی جب تک کہ ہم ان کی نگاہوں کے سامنے سے اوجھل نہیں ہو جائیں گے۔ میرا خیال ہے لیٹ جاؤ۔ اگر ہم انہیں نظر نہ آئے تو ممکن ہے یہ ہمارا راستہ چھوڑ دیں۔" میں نے ماجد کے

کہنے پر عمل کیا۔ حالانکہ یہ بھی خطرناک بات تھی۔ کم از کم بیٹھنے سے ان پر نگاہ تو رہتی تھی۔ ممکن ہے کوئی بڑی مچھلی آجائے اور وہ اس تختے کو خاطر میں نہ لائے۔ لیکن بہرصورت اس وقت تو زندگی اور موت کا مذاق ہو رہا تھا۔ چنانچہ اس مذاق میں ہماری اپنی حیثیت بھی کیا تھی۔

کافی دیر گزر گئی' مچھلیاں اب بھی غوطے لگا رہی تھیں' ابھر رہی تھیں۔ ان کے اچھلنے کی آوازیں صاف سنائی دے جاتی تھیں لیکن ہم نے جنبش کرنے کی کوشش نہیں کی اور جب سورج غروب ہونے لگا تو میں نے یونہی گردن اٹھا کر دیکھا۔ قرب و جوار میں کوئی مچھلی نہیں تھی۔ تب اس میں نے ایک ٹھنڈی سانس لیکر کہا۔ "ہم ایک خوفناک خطرے سے بچ گئے ہیں ماجد!"

سورج سمندر میں غروب ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد آسمان پر ستارے جھلملانے لگے۔ ہوائیں خنک ہو گئی تھیں۔ دن بھر کی خوفناک تپش کے بعد یہ خنک ہوائیں بے حد فرحت بخش لگ رہی تھیں۔ ہم دونوں نے اپنے بدن رسیوں سے جکڑ لئے۔ یہ آخری کوشش تھی کیونکہ بھوک اور پیاس' دن بھر کا تکلیف دہ سفراب اعضاء پر اثر انداز ہونے لگا تھا۔ سب سے بڑی چیز بے بسی کا احساس تھا۔ اس دوران میں باربار ٹرانسمیٹر پر ڈاکٹر برہان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ ایک بار تو دل چاہا کہ ٹرانسمیٹر سمندر میں پھینک دوں لیکن پھر خود کو اس جذباتیت سے دور رکھا۔

رات آہستہ آہستہ گزرنے لگی۔ ماجد نے اس کے بعد کوئی گفتگو نہیں کی۔ میرا دل بھی بولنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ چنانچہ میں بھی خاموش رہا۔ رات کے آخری حصے میں کسی وقت نیند آگئی اور ہم سمندر کے رحم و کرم پر سو گئے۔ صبح کو سورج نے جگا دیا تھا۔ اس کی تیز کرنیں بدن کے کھلے ہوئے حصوں میں چبھنے لگیں۔ منہ کھولنے کی کوشش کی تو تالو میں کانٹے سے چبھتے محسوس ہوئے۔ سورج آہستہ آہستہ سر پر آتا جا رہا تھا اور ہمارے بدن جھلنے لگے تھے۔ ممکن تھا عام حالات میں ہم جنبش کرنے کی کوشش بھی نہ کرتے۔ لیکن اس دھوپ نے اس قدر تکلیف دی کہ مردہ اعضاء میں جان پڑ گئی۔ کل کا تجربہ دوہرایا جانے لگا۔ اور قمیض بھگو بھگو کر جسم کے مختلف حصوں میں پر رکھتے رہے۔ اس طرح کافی سکون مل رہا تھا۔ ہم دن بھر وقفے وقفے سے یہی کرتے رہے۔ اس دوران ہم نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ دونوں ہی ایک دوسرے کی حالت سے بخوبی واقف تھے۔

سورج کی حشر سامانی بالآخر ختم ہو گئی۔ سمندر میں یہ ہمارا دوسرا دن تھا۔ ہمارے چہرے زرد ہو رہے تھے۔ ایک بار میری نگاہیں ماجد سے ملیں اور وہ مسکرا دیا۔ میں نے انتہائی کوشش کرکے زبان اندر کی قدرتی نمی سے تر کی اور بولا۔

"کیا حال ہے ماجد؟" میں نے خود اپنی آواز میں کافی کمزوری محسوس کی تھی۔

کافی دیر کے بعد ماجد کی آواز سنائی دی۔ "اب بھی رانی آف اٹرپور کی پیشکش کو ٹھکرانے کی حماقت کو محسوس نہیں کرو گے؟"

"تمہیں وہ بہت یاد آ رہی ہے؟"

"ہاں۔" ماجد نے جواب دیا۔ وہ ان حالات میں اپنی شگفتہ مزاجی برقرار رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ بس یہ ایک ہذیانی سی کوشش ہے۔ ورنہ اس وقت ایک ایک لفظ بولنا بے حد مشکل کام تھا۔ پھر ہم دونوں خاموش ہو گئے اور سمندر کی یہ تیسری رات بھی سروں پر پہنچ گئی۔ اس رات ہم زیادہ دیر تک ستارے نہیں دیکھ سکے تھے۔ غشی یا نیند ہم پر طاری تھی۔

لیکن زندگی کے بے شمار روپ ہوتے ہیں۔ موت و زندگی کا کھیل عقل سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اس کھیل کا ذمہ دار کوئی اور ہی ہے۔ وہ ہوتا ہے جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ بظاہر میں وہ وقت پورا ہو رہا تھا جو زندگی کا تھا۔ یقین ہو چلا تھا کہ ہماری کہانی ختم ہو چکی ہے اور اب صرف موت زندگی کے بقیہ لمحات پورا ہونے کا انتظار کر رہی ہے۔

صبح ہوئی تو آنکھیں بے نور ہو رہی تھیں۔ اجالا دھندلاہٹ لئے ہوئے تھا۔ سخت دھوپ، تپش، بھوک، پیاس سے آنکھوں کی بینائی متاثر ہوئی تھی۔ لیکن حواس ابھی کسی قدر بحال تھے۔ سننے کی قوت باقی تھی اور یہ آواز اگر کوئی واہمہ نہیں تھی تو.......... تو یقیناً کسی مشین کی تھی۔ اور یہ مشین؟"

ذہن پر زور دینے سے اس کا اندازہ بھی ہو گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر کی مخصوص آواز ہے۔ ایک دم سے اچھل پڑنے کو دل چاہا لیکن اعضاء نے ساتھ نہ دیا۔ آنکھیں پھاڑنے کی کوشش کی لیکن بینائی نے ساتھ نہیں دیا۔ بڑی مشکل سے میں نے ماجد کو آواز دی لیکن کوئی آواز نہ ابھری۔ ماجد کی حالت مجھ سے زیادہ خراب تھی۔ ہیلی کاپٹر شاید اس تختے کے اوپر بہت نیچی پرواز کر رہا تھا۔ لیکن میں ایک بار بھی اسے نہ دیکھ سکا۔ آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتا تو سر میں زور کا چکر آتا۔ اور اندر سے کیفیت

خراب ہونے لگتی۔ تمام تر کوشش کے باوجود میں ناکام رہا اور تھک ہار کر میں نے گردن ڈال دی۔ میں اپنے اعضاء پر قابو پانے میں ناکام رہا تھا۔ البتہ ہیلی کاپٹر کی آواز بخوبی کانوں میں گونج رہی تھی۔ وہ کسی کارروائی میں مصروف تھا۔ پھر ایک عجیب سا بوجھ ہمارے اوپر آ پڑا۔ میں اس بوجھ کو محسوس کر سکتا تھا۔ دیکھ نہیں سکتا تھا۔ عجیب سی شے ہمارے بدن پر باربار گر رہی تھی۔ اٹھ رہی تھی۔ نہ جانے کیا ہو رہا تھا۔ کچھ آوازیں سنائی دیتیں اس کے بعد بوجھ ہٹ جاتا۔ آنکھیں کھولتا تو دماغ متاثر ہونے لگتا۔ اور آنکھوں سے سوچنے میں البتہ کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔

یہ کیا شے ہے۔ یقیناً ہیلی کاپٹر سے کوئی کوشش ہو رہی ہے۔ ہمیں سمندر سے نکالنے کی کوشش۔ پھر اچانک ہمارے جسموں کو جھٹکے لگے زوردار جھٹکے اور پھریوں لگا جیسے ہمارے بدن خلا میں معلق ہوں۔ تختہ اب بھی بدن کے نیچے تھا۔ لیکن کچھ اس طرح کے ہچکولے لگ رہے تھے جیسے اب ہم پانی پر نہ ہوں۔

کیا ہو رہا ہے۔ شاید جال ڈال کر تختے کو پانی سے اٹھا لیا گیا ہے اور اب وہ کسی مخصوص سمت پرواز کر رہا ہے۔ مسرت کی ایک لہر رگ و پے میں دوڑ گئی۔ گویا زندگی بچ جانے کا امکان ہو گیا ہے۔ عجیب کیفیت تھی۔ نہ عالم ہوش میں تھا نہ بے ہوشی میں' بس کچھ احساسات جاگ رہے تھے اور کچھ نیم غنودگی کی سی کیفیت تھی۔ نہ جانے کتنی دیر خلا کا یہ سفر جاری رہا۔ اس کے بعد یوں لگا جیسے تختہ کسی محفوظ جگہ پر رکھ دیا گیا ہو۔ پھر ایک زوردار چکر آیا اور ذہن گہرائیوں میں ڈوبتا سا چلا گیا۔ لیکن اس بار جب ہوش آیا تو سرپر نہ تو وہ سلگتا ہوا سورج تھا نہ بدن پر نمکین پانی کی اذیت ناک چبھن۔ بدن میں توانائی بھی محسوس ہو رہی تھی اور ذہنی قوتیں بھی بحال محسوس ہو رہی تھیں۔ کیا یہ احساس موت کے بعد کا ہے۔ میں نے سوچا اور اس تصور سے آنکھیں خودبخود کھل گئیں۔ میں ماحول کا جائزہ لینے لگا۔

ایک ٹھنڈی اور خنک جگہ تھی جہاں انتہائی سکون تھا۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ جس بے سکونی کے عالم میں یہ دن گزرے ہیں اس کے بعد کچھ ایسے لمحات بھی نصیب ہو سکتے ہیں جس کے بعد موت کا کوئی افسوس باقی نہ رہے۔ لیکن یہ سب کیا ہوا ہے۔ کیا ڈاکٹر برہان اپنی کسی کوشش میں کامیاب ہو گیا ہے۔ بہت سی باتیں تھیں۔ عجیب و غریب سا احساس تھا۔ چنانچہ گومگو کے عالم میں خاصی دیر گزر گئی۔ میں فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ یہ کونسی جگہ ہے۔ بہرصورت سمندر کے ہولناک سفر سے زندگی بچ گئی۔ دیر تک

انہی خیالات میں غلطاں رہا۔ اور پھر اس کے بعد دروازہ کھلا اور تیز روشنی اندر آئی۔ پھر وہی ٹھنڈا سا سناٹا چھا گیا۔ اندر آنے والے کے قدموں کی چاپ گونج رہی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ سفید لباس میں ایک خوبصورت سی لڑکی تھی۔ سر پر لگی ہوئی ٹوپی سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ نرس ہے۔ وہ میرے نزدیک پہنچ گئی اور پھر اس نے میرا ہاتھ اپنے نرم' ملائم ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"کیسی طبیعت ہے؟"

"ٹھیک ہوں لیکن ذہن بہت سی الجھنوں کا شکار ہے۔"

"اوہ' ہوش میں آنے کے بعد یہ الجھن ایک فطری بات ہے۔ تم سمندر میں تھے نا؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میرے مہربان کون ہیں اور ہمیں کیوں بچانے کی کوشش کی گئی ہے؟"

"واہ' یہ دوسرا سوال تو کچھ عجیب سا ہے۔ ظاہر ہے تم موت کے قریب تھے اور ہم تمہیں مرتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔" نرس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور میں بھی مسکرا پڑا۔ پھر مجھے ماجد یاد آیا اور میں نے چونک کر پوچھا۔ "میرا ایک ساتھی بھی تھا۔ وہ .... وہ ...."

"ہاں وہ بھی محفوظ ہے اور ایک دوسری جگہ ہے۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں نرس' اور میں اپنے کرم فرماؤں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"ظاہر ہے تمہارے دوست ہوں گے۔ اگر دوست نہ ہوتے تو تمہیں بچانے کی کوشش نہ کرتے۔ چنانچہ دوستوں کے لئے کوئی تردد کرنا تو مناسب نہیں ہے۔ باقی رہی ان کے بارے میں جاننے کی بات تو بہت جلد تمہیں ان کے بارے میں تفصیل معلوم ہو جائے گی۔" نرس نے کہا اور پھر ایک انجکشن تیار کرنے لگی .... میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور جب اس نے سرنج تیار کر کے مجھ سے ہاتھ آگے بڑھانے کی فرمائش کی تو میں نے اطمینان سے بازو اس کے سامنے کر دیا۔ بازو کو کھولتے ہوئے مجھے اپنے بدن کے لباس کا احساس ہوا اور ایک ہلکی سی بے چینی میرے انداز میں پیدا ہو گئی۔ یہ لباس بدلا ہوا تھا۔ عمدہ قسم کے سلک کا سلیپنگ سوٹ جو یقیناً کسی اور ہی نے مجھے پہنایا ہو گا۔ لیکن اس دوران ٹرانسمیٹر اس کے پاس پہنچ گیا ہو گا۔ چنانچہ یہ بے

چینی اسی وجہ سے تھی۔ لیکن میں نرس سے اس بارے میں کچھ نہیں پوچھ سکتا تھا۔ جب اس نے انجکشن لگا دیا تو میں بازو ڈھانپ کر اس کی صورت دیکھنے لگا۔ تب نرس نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولی .... "کچھ کھانے پینے کی خواہش ہے؟"

"کھلا دو' ویسے بدن کی توانائی حیرت انگیز ہے جب کہ ہم تین دن تک بھوکے رہے ہیں۔"

"تمہارے بدن میں بہترین غذا پہنچا دی گئی ہے۔" نرس نے جواب دیا۔

"ہاں بدن کی توانائی اس بات کا احساس دلاتی ہے۔ تم نے واقعی ہمارے اوپر احسان کیا ہے۔ ہاں یہ تو بتاؤ کیا اس تباہ شدہ جہاز سے کوئی اور شخص بھی زندہ بچ سکا؟"

"کون سے جہاز کی بات کر رہے ہو؟"

"میں جس میں سوار تھا۔"

"افسوس مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس وقت اپنے ذہن پر زور نہ دو۔ تھوڑا سا آرام کر لو .... اس کے بعد ظاہر ہے تمہیں تفصیلات معلوم ہو ہی جائیں گی۔"

اس نے گردن جھکائی اور باہر نکل گئی۔ میں نے اسے روک کر مزید کچھ پوچھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ لیکن اب میں پوری طرح سوچ سمجھ سکتا تھا۔ اگر یہ ڈاکٹر برہان کی کارروائی ہوتی تو وہ فوری طور پر مجھ سے ملاقات کرتا بلکہ ان حالات میں میرے سرہانے ہی موجود ہوتا۔ اس کا مطلب تھا کہ میں اجنبی ہاتھوں میں ہوں۔ لیکن وہ کون لوگ ہیں؟............ میں نے ایک بار پھر اس کمرے کا جائزہ لیا۔ خوبصورت طور پر آراستہ بیڈروم تھا۔ ضرورت کی بہت سی چیزیں موجود تھیں دیواروں پر ہلکا نیلا رنگ تھا۔ ان چیزوں سے کوئی اندازہ لگانا مشکل تھا۔ دفعتاً" مجھے کوئی خیال آیا اور میں اچھل پڑا۔ اٹھنے کی کوشش کی تو کوئی دقت نہیں ہوئی۔ میں نے باتھ روم کی طرف چھلانگ لگائی تھی۔ باتھ روم میں آئینہ موجود تھا۔ میں نے آئینے میں خود کو دیکھ کر گہری سانس لی۔ خدا کا شکر تھا کہ میک اپ برقرار تھا۔

باتھ روم سے باہر نکلا تو وہی نرس موجود تھی۔ اس کے نزدیک ایک میز پر پھلوں کا رس رکھا ہوا تھا۔ "یہ .... پی لیں۔"

"شکریہ نرس۔ میں تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

"نرس ہی کہہ لیں۔ کیا حرج ہے؟"

"بتانا نہیں چاہتیں؟"

"نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ میرا نام این گراہم ہے۔"

"شکریہ نرس۔ میں بروٹو ہوں۔" میں نے اس کا چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے آئے کہا۔ لیکن نرس کے انداز میں کوئی خاص کیفیت نہیں پیدا ہوئی۔ میں نے جوس کے چھوٹے چھوٹے چند گھونٹ لئے اور گلاس رکھ دیا۔

"اور کسی چیز کی ضرورت ہے؟" اس نے پوچھا۔

"جانا چاہتی ہو؟"

"ہاں اگر کسی شے کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دو۔" وہ بولی۔

"ایک ایسے ساتھی کی ضرورت ہے جو مجھے میرے سوالات کے جواب دے سکے۔ کھلے دل اور غیرکاروباری انداز میں گفتگو کر سکے۔" میں نے کہا۔

"بہتر ہے۔ میں تمہاری ضرورت کا اظہار کر دوں گی۔" اس نے جواب دیا۔

"کتنا انتظار کرنا پڑے گا؟"

"اس بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"کیا تم ہی چند منٹ میرے لئے نہیں نکال سکتیں؟" میں نے سوال کیا اور وہ سنجیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ "مجھے افسوس ہے مسٹر بروٹو۔ براہ کرم بے صبری کا مظاہرہ نہ کریں۔ ظاہر ہے آپ کو پوری تفصیل معلوم ہو ہی جائے گی۔ یوں سمجھ لیں کہ مجھے صرف آپ کی خدمت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے کسی گفتگو کی اجازت نہیں ہے۔"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا اور نرس باہر چلی گئی۔ میں پھلوں کا بچا ہوا رس پینے لگا۔ نرس کے ان الفاظ سے مجھے احساس ہو گیا کہ کوئی خاص بات ہے۔ مجھے بچانے والے اجنبی نہیں ہو سکتے۔ اگر وہ اجنبی ہوتے تو ایسی کسی رازداری کی ضرورت نہیں تھی۔ پھر وہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ جوس ختم کرنے کے بعد میں نے ہونٹ خشک کئے اور آئندہ پروگرام کے بارے میں سوچنے لگا۔ کافی دیر گزر گئی۔ تب میں اٹھا اور کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن دروازہ باہر سے لاک تھا۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ حالات قطعی غیراطمینان بخش تھے۔ گویا میری حیثیت ایک قیدی کی سی ہے۔ ابھی دروازے کے پاس سے ہٹا بھی نہیں تھا کہ باہر سے کچھ آوازیں سنائی دیں اور دروازہ کھل گیا۔

تین آدمی موجود تھے۔ ان میں ایک غیرمعمولی جسامت کا پُررعب شخص تھا۔ تینوں سفید فام تھے اور عمدہ لباسوں میں ملبوس تھے۔ میں دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ "ہیلو پرنس کیسے ہیں آپ؟" بارعب شخص نے پوچھا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ گویا وہ مجھ سے واقف تھے۔

"شکریہ ٹھیک ہوں۔ لیکن الجھنوں کا شکار بھی ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیسی الجھنیں پرنس؟" اس نے پوچھا۔

"میں نے نرس سے پوچھنا چاہا تھا کہ میں کن لوگوں کے درمیان ہوں لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور معذوری ظاہر کی۔"

"لیکن آپ کو تردد کیوں ہے پرنس۔ ظاہر ہے آپ سمندر میں غیریقینی حالات کا شکار تھے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ہم آپ کو پانے میں کامیاب ہو گئے۔ اگر ہم آپ کے دوست نہ ہوتے تو آپ کو سمندر سے نکالنے کی کوشش کیوں کرتے؟"

"اگر آپ میری شخصیت سے واقف ہیں تو اس بے چینی کی وجہ بھی آپ کے علم میں ہوں گی۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

"ہاں یہ بات درست ہے۔ بہرحال آپ دوستوں کے درمیان ہیں۔ یہ بتایئے آپ کی طبیعت اب کیسی ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہوں۔"

"سمندر میں آپ نے غالباً تین دن گزارے ہیں؟"

"ہاں انتہائی خوفناک دن اور رات۔"

"کیا آپ کو زندگی کی کوئی امید تھی؟"

"مایوس ہو چکا تھا۔" میں نے جواب دیا اور وہ شخص مسکرانے لگا۔ باقی دونوں آدمی خاموش اور کسی قدر مؤدب تھے جس سے احساس ہوتا تھا کہ وہ شخص ان کے لئے قابل احترام ہے۔ ہم لوگ ابھی تک کھڑے ہوئے گفتگو کر رہے تھے۔ تب اس نے کہا۔

"کیا آپ چہل قدمی پسند کریں گے؟" اگر نہیں تو بیٹھیں۔" اس نے کہا۔

"بہتر ہو گا کہ یہاں سے باہر چلیں۔ میں کسی قدر گھٹن محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ فوراً" پلٹ گیا۔ "تشریف لایئے پرنس!" اور میں اس کے ساتھ دروازے سے باہر نکل آیا۔ "مجھے شمٹ کہتے ہیں۔ ہیری شمٹ۔" اس نے دروازے

سے باہر نکلتے ہوئے تعارف کرایا۔

"آپ کی نوازش مسٹر شمٹ۔ یہ کونسی جگہ ہے؟" میں نے باہر نکلتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اسے کیلی بر کے نام سے پکار سکتے ہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہم ایک خوبصورت راہداری سے گزر رہے تھے جس میں سرخ رنگ کا قیمتی قالین بچھا ہوا تھا۔

"کیلی بر؟ .... میرے لئے یہ نام اجنبی ہے۔ کیا یہ کوئی جزیرہ ہے؟"

"ہاں، سمندر کے سینے پر رواں دواں۔ جزیرہ۔" وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولا۔

پھر ہم راہداری سے نکل کر ایک پلیٹ فارم پر آ گئے، جس سے سیڑھیاں نیچے اترتی تھیں۔ دور تک ایک لمبا راستہ پھیلا ہوا تھا۔ اور اس کے اختتام پر ہیلی کاپٹر کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن قرب و جوار میں دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ یہ ایک وسیع و عریض جنگی جہاز تھا۔ اور سمندر کے سینے پر رواں دواں جزیرے والی بات اب میری سمجھ میں آئی۔ "میرے خدا۔ یہ جہاز ہے؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ اور کیلی بر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔" شمٹ مسکرا کر بولا .... میں نے جہاز کے ایک سرے پر اس ملک کا جھنڈا لہراتے دیکھا جو کافی لٹس کے خلاف مصروف عمل تھا اور حالات کسی حد تک میری سمجھ میں آ گئے۔ میں محتاط ہو گیا۔ "تم لوگ جاؤ۔ اور ہاں ہمارے لئے کوئی عمدہ مشروب بھجوا دو۔ موسم خوشگوار ہے۔ آپ کیا پینا پسند کریں گے پرنس؟"

میں نے آسمان پر جمع ہونے والے بادلوں کے ٹکڑوں کو دیکھا۔ جن کی وجہ سے ابر چھاتا جا رہا تھا اور پھر ہونٹ چبا کر بولا۔ "مشروب کے علاوہ کچھ نہیں۔"

"کیوں۔ شراب نہیں پیتے آپ؟"

"ہاں، ایک ایسے ماحول میں پرورش پائی ہے میں نے جہاں شراب نہیں پی جاتی۔"

"اوہ، جی ہاں مجھے کسی حد تک آپ کے بارے میں معلومات حاصل ہیں۔ آپ نے واقعی ایک ایسے ماحول میں اور ایک ایسے معاشرے میں پرورش پائی ہے جہاں بہت ساری ضرورت کی چیزوں کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ بہرحال میں آپ کے لئے کوئی اور مشروب منگوائے دیتا ہوں۔" شمٹ نے کہا۔ اور اپنے آدمیوں کو ہدایات کر دیں۔ پھر وہ مجھے لئے ہوئے ایک سمت بڑھ گیا۔ یہاں عرشے کی ریلنگ کے پاس خوبصورت کرسیاں

نصب تھیں۔ کرسیوں کی تعداد پندرہ یا بیس سے زیادہ نہیں ہو گی۔ چھ چھ کرسیوں کے درمیان ایک میز بھی تھی۔ اور لوہے کی یہ خوبصورت کرسیاں یہاں پر شاید کیلوں سے فرش میں جڑ دی گئی تھیں۔ موسم چونکہ خوشگوار اور ٹھنڈا تھا۔ اس لئے اس وقت ان کرسیوں پر بیٹھنا ناگوار نہ گزرا اور ہم دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ میرے چہرے پر کسی قدر الجھن کے آثار نمایاں ہو گئے۔ تب میں نے چونک کر پوچھا۔ "ہاں مسٹر شمٹ، میرا ایک ساتھی بھی تھا؟"

"اوہ، ڈریک کی بات کر رہے ہیں آپ؟"

"جی ہاں۔"

"وہ خیریت سے ہے اور ایک دوسرے کیبن میں موجود ہے۔"

"ویسے یہ بہت بڑا جہاز ہے۔ غالباً آپ کے ملک کا جنگی جہاز؟"

"جی ہاں۔"

"مگر یہ سمندر کونسا ہے؟"

"یورپ ہی کا علاقہ سمجھیں آپ اسے ...." شمٹ نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔ وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ اس کے انداز میں خاصی گہرائی ہے۔ بول بھی کشادہ پیشانی اور بڑی بڑی گہری آنکھوں کی وجہ سے وہ خاصا ذہین انسان لگتا تھا۔ جسامت بھی قابل رشک تھی۔ وہ میز پر کہنیاں ٹکا کر میری صورت دیکھنے لگا اور پھر بولا۔ "سمندر کے درمیان یہ تین دن آپ نے کیسے گزارے پرنس؟"

"انتہائی خوفناک۔ ہر وقت موت کا انتظار کرتے ہوئے۔"

"موت کو بہت قریب سے دیکھا ہے آپ نے؟"

"بلاشبہ، تختے پر ہم قطعی غیر محفوظ تھے۔ خود کو رسیوں سے نہ جکڑ لیتے تو کسی بھی وقت سمندر میں گر پڑے ہوتے۔ اور پھر شارک مچھلیاں بس زندگی تھی کہ بچ گئے۔ لیکن آپ نے ہمیں کیسے دیکھ لیا؟"

"بہت سے ہیلی کاپٹر آپ کو تلاش کرتے پھرے ہیں۔ جس وقت ایک ہیلی کاپٹر نے آپ کو سمندر سے اٹھایا آپ نیم بے ہوش تھے۔ پہلے تو آپ کو آوازیں دی گئیں کہ آپ رسیوں کے ذریعہ ہیلی کاپٹر پر آ جائیں لیکن جب آپ کی طرف سے جواب نہیں ملا تو پھر یہی فیصلہ کیا گیا کہ آپ کو جال ڈال کر تختے سمیت اٹھا لیا جائے۔"

"میں شکر گزار ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں پرنس۔ ہمیں خود ہی آپ کی تلاش تھی۔"

"کیا آپ کو ہمارے جہاز کی تباہی کی اطلاع مل گئی تھی؟"

"ہاں، ہمیں علم ہو گیا تھا۔"

"دوسرے لوگوں میں سے کچھ لوگ زندہ بچے؟"

"کافی افراد .... وہ ایک لانچ کے ذریعے کیلی بر تک پہنچ گئے تھے۔"

"اوہ۔ کیا ان میں مسٹر فریڈرک بھی موجود ہیں؟"

"ہاں انہیں آپ کی بڑی فکر تھی۔ انہی کے ایماء پر ہم آپ کی تلاش میں دوڑے تھے۔"

"مسٹر فریڈرک کہاں ہیں۔ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تاکہ انہیں زندگی کی مبارکباد دے سکوں اور ہاں ایک خاتون بورین کے نام سے بھی تھیں۔"

"افسوس، وہ جہاز کے حادثے میں ہلاک ہو گئیں۔" شمٹ نے جواب دیا۔

"مسٹر فریڈرک کہاں ہیں؟"

"وہ آگ سے زخمی ہو گئے ہیں۔ بہت جلد ان سے ملاقات ہو جائے گی۔" شمٹ نے جواب دیا اور میں ایک گہری سانس لیکر سمندر دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص ہمارے لئے مشروب لے آیا۔ شمٹ نے اپنے لئے شراب منگوائی تھی اس نے اپنے لئے پیگ بنایا اور مشروب کا گلاس میری طرف بڑھا دیا۔ ہم دونوں چھوٹی چھوٹی چسکیاں لینے لگے۔ شمٹ کے انداز میں کوئی ایسی بات ضرور تھی جو مجھے چبھ رہی تھی لیکن میں اس کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ویسے بہت سے سوالات میرے ذہن میں مچل رہے تھے جن کا جواب کسی طور حاصل کرنا ممکن نہیں تھا۔ سب سے بڑا احساس مجھے ماجد کا تھا۔ نہ جانے اس کے ساتھ کیا گزری۔ نہ جانے وہ کس حال میں ہے۔ بہرصورت یہ لوگ کہہ رہے ہیں تو بہتر ہی ہو گا۔ دیر تک ہم مشروب کی چسکیاں لیتے رہے پھر دو آدمی ہمارے پاس پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک نے ہیری شمٹ کو مخاطب کرکے کہا۔ "چیف نے آپ کو طلب کیا ہے۔"

"صرف مجھے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں پرنس بورٹو کو بھی۔"

"اوہ ٹھیک ہے۔" شمٹ نے شراب کا گلاس رکھ دیا اور میری جانب دیکھ کر بولا۔

"آیئے پرنس، اب آپ کی ملاقات آپ کے بہت سے دوستوں سے کرائی جائے گی۔" میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ ابھی تک میں حالات کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ مجھے ٹرانسمیٹر کی بھی فکر تھی۔ اگر وہ ان لوگوں کے ہاتھ لگ گیا ہے تو اس کے بارے میں ان لوگوں نے کیا سوچا ہو گا۔ بہرصورت چھٹی حس اس بات کی طرف اشارہ کر رہی تھی کہ کچھ گڑ بڑ ضرور ہو گئی ہے، اور وہ گڑبڑ کس قسم کی ہے اور ان لوگوں نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے اس کا اندازہ تو بعد ہی میں ہو سکتا ہے۔ جہاز انتہائی عظیم الشان تھا۔ اس سے قبل میں نے اتنا بڑا جنگی جہاز نہیں دیکھا تھا۔ یہ ان روایتی جہازوں میں سے تھا جن کے بارے میں کہانیاں مشہور ہیں۔ بہرصورت ہم بے شمار کیبنوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک کیبن کے سامنے رک گئے اور شمٹ نے دروازہ کھول کر مجھے اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ میں اندر داخل ہوا تو اندر کا ماحول دیکھ کر حیران رہ گیا۔

انتہائی کشادہ ہال تھا جس میں سبز رنگ کا پورا قالین بچھا ہوا تھا۔ درمیان ایک انتہائی نفیس میز بچھی ہوئی تھی جس کے گرد کرسیوں پر چند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ درمیان کی کرسی پر ایک کرخت چہرے والا گرانڈیل آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ کافی موٹا تھا لیکن آنکھیں باریک لکیروں کی طرح تھیں جو بمشکل تھوڑی سی کھلتی تھیں۔ ان کی وجہ سے اس کی آنکھوں کی کیفیت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ ایک کرسی پر میں نے فریڈرک کو بھی دیکھا جس کا چہرہ جلا ہوا تھا۔ ایک بازو بھی گردن میں پڑا ہوا تھا۔

ہم دونوں خاموشی سے ہال میں داخل ہو کر کرسیوں کی طرف بڑھ گئے۔ شمٹ اب مؤدب نظر آنے لگا تھا۔ گینڈے نما شخص نے آنکھوں کی جھری سے مجھے دیکھا اور باریک باریک ہونٹ بھینچے دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر بھاری آواز میں بولا۔ "بیٹھ جاؤ۔" اس کا انداز تحکمانہ تھا۔ میں اس کے سامنے کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ "کیا نام ہے تمہارا؟" اس نے پوچھا اور اچانک میرے بدن میں سنسنی پھیل گئی۔ یہ سوال کسی قدر غیرمتوقع تھا۔ تاہم میں نے ایک لمحے میں خود پر قابو پا لیا۔ مسٹر فریڈرک میرا تعارف کرائیں گے۔" میں نے نہایت وقار سے کہا۔

"میں نے تم سے پوچھا ہے؟"

"پرنس بورٹو کے نام سے پکارا جاتا ہے مجھے۔"

"اصل نام کیا ہے؟"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ اور گینڈے نما شخص نے دروازے

کی طرف دیکھا۔ دروازہ کھلا اور اس میں سے کسی کو اندر دھکیل دیا گیا۔ آنے والا توازن برقرار نہیں رکھ سکا تھا وہ قالین پر گر پڑا۔ اس کے پیچھے ہی دو افراد نمودار ہوئے تھے۔ آنے والا اٹھ گیا۔ یہ ماجد تھا .... اور اس وقت اپنی اصلی شکل میں تھا .... اب کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں تھی۔ ہمارا راز کھل گیا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ ماجد اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ تب وہ دونوں آدمی جو ماجد کے عقب میں آئے تھے آگے بڑھے اور میرے قریب پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک بوتل دبی ہوئی تھی۔ جس کے سرے پر سائفن لگا ہوا تھا۔ میرے نزدیک پہنچ کر وہ کرخت لہجے میں بولا۔ ”کھڑے ہو جاؤ۔“ اور میں کھڑا ہو گیا۔

امونیا کی پھواریں میرے چہرے پر پڑیں اور پلاسٹک میک اپ اترنے لگا۔ دوسرے آدمی کے پاس تولیہ تھا۔ اس نے اس سے میرا چہرہ رگڑ دیا۔ پلاسٹک میک اپ کے ٹکڑے میرے چہرے اور گردن سے الگ ہو گئے اور میری اصلیت نمایاں ہو گئی۔ سوچنے سمجھنے کا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ بات صاف تھی کہ وہ لوگ ہماری اصل حیثیت سے واقف ہو چکے ہیں۔ میں مطمئن انداز میں ان کی صورت دیکھتا رہا۔ اب تو جو کچھ ہو گا وہ بھگتنا ہی تھا۔ چنانچہ کسی اضطراب کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا۔ تمام لوگ میرا چہرہ دیکھ رہے تھے اور پھر فریڈرک نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ ”یہ بھی ایشائی ہی ہے۔“

”ہوں۔“ گینڈے نما شخص نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ اور پھر ماجد کو دیکھتا ہوا بولا۔ ”ادھر آؤ۔ تم بھی اس کے نزدیک آجاؤ۔“ میں کھڑا ہو گیا تھا۔ ماجد بھی میرے برابر کھڑا ہو گیا۔ وہ تمام لوگ مضحکہ خیز نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ تب گینڈے نما شخص نے نرم انداز میں اپنا تعارف کرایا۔ ”تم مجھے ہینڈرک کے نام سے پکار سکتے ہو اور اب میں تمہارے نام جاننا چاہوں گا۔“ اس نے کہا۔

”میرا نام شہاب تیموری ہے اور یہ میرا دوست ماجد۔“

”گڈ .... تعلق .... ؟“ ہینڈرک نے سوال کیا۔

”تفصیل بتانا پسند نہیں کروں گا۔“ میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

”کتے کی موت مارے جاؤ گے۔“ وہ بولا۔

”مرتے ہوئے کتے مجھے زیادہ برے نہیں لگتے۔ چنانچہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔“

”خوب‘ ویسے بات الجھا دینے والی کر رہے ہو۔ بہتر تو یہ ہوتا کہ تم اپنے بارے میں سب کچھ بتا دو تاکہ پریشانیوں سے بچ جاؤ۔ یہ بات تو کھل چکی ہے کہ تم پرنس بورٹو

نہیں ہو اور اس کے بعد ہماری نگاہوں میں تمہاری زندگی کی کوئی قیمت نہیں ہو سکتی۔ ہم اطمینان سے تمہیں قتل کر دیں گے۔ لیکن اگر تم چاہو تو تمہاری زندگی بچ سکتی ہے۔“

”وہ کیسے؟“

”سب کچھ صاف بتا دو۔ ایک لفظ بھی نہ چھپاؤ۔ تم ہماری مدد کرو۔ ہم تمہیں زندگی دیں گے۔“ ہینڈرک نے کہا اور میں گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ جو کچھ اس نے کہا تھا درست کہا تھا۔ ہماری زندگی کی ان کی نگاہوں میں کیا وقعت ہو سکتی تھی۔ ہم تو ان کے لئے قطعی بے مصرف تھے۔ لیکن اس کے بعد بھی زندگی کی کیا ضمانت ہو سکتی تھی۔ ”مجھے کچھ سوچنے کی مہلت دی جائے۔“ میں نے کہا۔

”بکواس مت کرو۔ جو فیصلہ کرنا ہے ابھی اور اسی وقت کرو۔ میں جانتا ہوں تم مہلت کیوں طلب کر رہے ہو۔ لیکن میں تمہیں موقع دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔“

”مسٹر ہینڈرک ۔“ دفعتاً“ فریڈرک نے درمیان میں دخل دیا۔ اور ہینڈرک چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ ”آپ اس سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ یہ جو کچھ بتائے گا وہ میں بھی بتا سکتا ہوں۔ اس کا تعلق اس ایشیائی ملک کی انتظامیہ سے ہے اور میں پہلے ہی دھوکا کھانے کا اعتراف کر چکا ہوں۔ برجیتا نے ان لوگوں سے مدد طلب کی ہو گی۔ چنانچہ ہمیں مطمئن کرنے کے لئے بورٹو کے میک اپ میں اسے اور ڈریک کے میک اپ میں اس دوسرے آدمی کو روانہ کر دیا گیا ہے۔ یہ تو قربانی کے جانور ہیں۔ اس سے زیادہ یہ شخص کیا بتائے گا۔“

”لیکن پرنس بورٹو؟“

”میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا۔ اس سے صرف یہی سوال کیا جا سکتا ہے۔“

”ہوں‘ پرنس بورٹو کہاں ہے؟“

”میں اس کے بارے میں نہیں جانتا۔“

”آبدوز میں کون ہے؟“ ہینڈرک نے ایک اور چونکا دینے والا سوال کیا اور میں نے احمقانہ انداز میں اسے دیکھا۔

”میں ان حماقتوں کا قائل نہیں ہوں۔ مسٹر میں یہ سب کچھ نہیں برداشت کر سکتا۔“ ہینڈرک نے غراتے ہوئے کہا اور پھر جیب سے میرا ٹرانسمیٹر نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔ ”اس پر آبدوز سے رابطہ قائم کرو۔“

"میں کسی آبدوز کے بارے میں نہیں جانتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اور دوسرے لمحے ہینڈرک نے جیب سے پستول نکال لیا۔ "نہیں جانتے تو میں اپنے جہاز پر تمہارا وجود نہیں برداشت کر سکتا۔" اس نے میرا نشانہ لیا لیکن اسی وقت ایک آدمی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ "آپ کی کال ہے سر!" اس نے ہینڈرک کو مخاطب کیا تھا۔ ہینڈرک نے خونخوار انداز میں مجھے دیکھا اور پھر میز کے پیچھے سے اٹھ گیا۔ "فریڈرک ان لوگوں سے تم نمٹو۔ میں دوسری قسم کا انسان ہوں۔ فضول باتوں میں وقت ضائع کرنا میرا شعار نہیں ہے۔" یہ کہہ کر وہ ہال کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ باقی لوگ جوں کے توں موجود تھے۔ تب فریڈرک نے بھی اپنی کرسی چھوڑ دیا ور پھر ہم دونوں کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرکے باہر نکل آیا .... باقی لوگ وہیں رہ گئے تھے۔

فریڈرک اطمینان سے ہمارے ساتھ چل رہا تھا۔ تب اس نے راستے میں کہا۔ "ہینڈرک کی بہ نسبت میں نرم دل اور مناسب آدمی ہوں۔ لیکن تم خود فیصلہ کرو۔ تم نے ہمارے خلاف کام کیا ہے۔ ظاہر ہے ہم تمہیں معاف نہیں کر سکتے۔ ایسی صورتحال میں تمہیں ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے۔ میں تمہاری زندگی کی ضمانت دیتا ہوں۔ تم لوگ یہ بتاؤ کہ تم نے کیا پروگرام بنایا تھا اور کس طرح اس پر عمل ہو رہا ہے؟"

"مسٹر فریڈرک بات تو کھل ہی چکی ہے اور مسٹر ہینڈرک کا یہ خیال درست ہے کہ ہم قربانی کے جانور ہیں۔ ظاہر ہے ہم............ معمولی لوگوں کو تفصیلات کا علم نہیں ہوتا۔ یہ ٹرانسمیٹر ہمیں دیا گیا تھا اور سمجھایا گیا تھا کہ مجھے پرنس بورٹو کی حیثیت سے اور میرے دوست ماجد کو ڈریک کی حیثیت سے سفر کرنا ہے۔ ہم سے کہا گیا تھا کہ ہم سے رابطہ قائم رکھا جائے گا۔ اب ہم یہ نہیں جانتے کہ یہ رابطہ کس طرح قائم کیا جائے گا۔ ابھی تک ٹرانسمیٹر پر ہم سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ ہم تو خود ان حالات کا شکار ہو گئے۔" میں نے کہا۔

"اتنے معصوم بننے کی کوشش مت کرو۔ میں جانتا ہوں ایسے معاملات کے لئے عام لوگوں کا انتخاب نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم میں اب بھی تمہیں تمہاری زندگی کی ضمانت دیتا ہوں۔ ہمیں علم ہو چکا ہے کہ ایک آبدوز نے ہمارے ساتھ سفر کیا ہے اور وہ اس وقت بھی قرب و جوار کے سمندر میں موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمیں قرب و جوار کی صحیح نشاندہی ہو جائے تاکہ ہم اپنی دوسری کارروائیوں کا آغاز کر سکیں۔ بہرحال اگر تم

تعاون نہیں کرنا چاہتے تو جلد یا بدیر ہمیں اس کے بارے میں اطلاع مل ہی جائے گی۔ اس کے بعد تم آبدوز کا حشر بھی دیکھ لو گے۔"

میں نے صرف شانے ہلا دیئے تھے۔ فریڈرک ہمارے ساتھ چلتا رہا۔ پھر اس نے سامنے سے گزرتے ہوئے دو آدمیوں کو اشارہ کیا اور بولا .... "ان لوگوں کو لے جاؤ اور بند کر دو۔ حالانکہ یہ خود سمجھدار ہیں اور اتنا انہیں علم ہو گا ہی کہ اس جہاز پر سے فرار صرف موت کی تلاش میں ہو سکتا ہے۔" دونوں آدمیوں نے پستول نکال کر ہماری طرف تان لئے اور پھر ہمیں ایک طرف چلنے کا اشارہ کیا گیا .... اور تھوڑی دیر کے بعد ہمیں ایک کیبن میں قید کر دیا گیا۔

قید ہونے کے بعد ماجد نے میری طرف پرخیال نگاہوں سے دیکھا اور بولا۔

"جناب عالی۔ اب کیا خیال ہے؟"

"سارا کھیل بگڑ گیا ہے ماجد .... پتہ نہیں یہ لوگ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔"

"اس سلسلے میں پتہ نہ ہونے کا کیا سوال ہے۔ بکرے ہیں ذبح کر دیئے جائیں گے۔" ماجد نے جواب دیا۔

"ہاں۔ امکانات تو اسی بات کے ہیں۔ ویسے یوں لگتا ہے ماجد جیسے اس بار ڈاکٹر برہان کا پروگرام کچھ پھسپھسا سا ہو رہا ہے۔"

"کیوں؟"

"بس ہم لوگوں کو اس طرح جہاز پر بھیج دیا گیا۔ جہاز تباہ ہو گیا۔ اس کے بعد ہم تین دن تک کسمپرسی کی حالت میں رہے۔ اس دوران کیا آبدوز ہم لوگوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے علاوہ ابھی تک اس کا کچھ پتہ نہیں ہے۔ اور یہ لوگ اس کے بارے میں جان چکے ہیں۔"

"ہاں یہ تو حقیقت ہے۔"

"اس کے علاوہ یہ جنگی جہاز تم دیکھ ہی چکے ہو گے۔ معمولی بات نہیں ہے۔ کیا آبدوز اس سے نمٹ سکے گی؟"

"خدا بہتر جانتا ہے۔" ماجد بیزاری سے بولا اور میں بھی گردن جھکا کر خاموش ہو گیا۔ واقعی اس بار کا پروگرام کچھ نامکمل سا رہا تھا۔ ہم لوگوں کی زندگیاں اس طرح خطرے میں ڈال دینا مناسب بات نہیں تھی۔ ہم اپنے طور پر کچھ سوچتے تو یقینی طور پر

اپنی حفاظت کا بندوبست کرنے کی کوشش بھی کرتے۔ ہمیں تو خاصی حد تک لاعلم ہی رکھا گیا تھا۔ ڈاکٹر برہان نے شروع ہی سے اس سلسلے میں غلط اقدامات کئے تھے۔ کرنل شیروانی کی کوٹھی سے مجھے براہ راست یہاں روانہ کر دیا گیا تھا۔ اگر میرے اور اس کے درمیان گفتگو ہوتی تو پھر شاید ان حالات سے گزرنا نہ پڑتا۔ حالانکہ دھوکہ دہی فریڈرک کے ساتھ کی گئی تھی لیکن وہ واقعی کسی حد تک نرم طبیعت کا مالک نظر آتا تھا۔ ورنہ ہینڈرک تو ہمیں قتل کرنے پر تل گیا تھا۔ اگر اس کی وہ کال نہ آجاتی تو پھر کیا صورتحال ہو جاتی۔

میں اور ماجد دیر تک سوچتے رہے۔ پھر نہ جانے کتنا وقت گزر گیا اور ایک بار پھر فریڈرک ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے ہم لوگوں کو دیکھا تھا اور پھر کہنے لگا۔ "تم لوگ یہاں قیدی نہیں ہو۔ چاہو تو آزادانہ طور پر جہاز میں گھوم پھر سکتے ہو۔"

"اوہ مسٹر فریڈرک یہ تو بڑی فراخدالانہ پیشکش ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ تمہاری اس چھوٹی سی حماقت سے ہمارا کھیل بہت زیادہ نہیں بگڑا ہے۔ بلاشبہ ہمیں پرنس بورٹو کی تلاش ہے۔ لیکن اگر وہ ہمیں نہ بھی ملا تب بھی کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے۔ آؤ باہر آؤ' عرشے پر کھڑے ہوں گے۔"

میں نے ایک طویل سانس لی اور فریڈرک کے ساتھ باہر نکل آیا۔ فریڈرک کسی حد تک لنگڑاتا ہوا ہمارے ساتھ چل رہا تھا۔ پھر وہ عرشے کی ریلنگ سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔ ہماری جانب سے اب وہ اس طرح لاپرواہ تھا جیسے ہماری کوئی حیثیت ہی نہ ہو۔ اور یہ بات بھی کسی حد تک تعجب خیز تھی۔ حالانکہ زندگی کی بازی لگا کر ہم لوگ کچھ نہ کچھ ضرور کر سکتے تھے لیکن یہ لوگ شاید اس کے متوقع نہیں تھے۔ یا پھر یہ لاپرواہی کسی خاص پروگرام کے تحت تھی۔ میں نے بھی خود کو لاپرواہ ظاہر کیا تھا۔ فریڈرک سمندر کو گھورتا رہا اور پھر اس نے مڑ کر میری طرف دیکھا۔ "تمہیں اس چالاکی پر بڑا ناز ہو گا۔ کیوں؟"

"بڑی عجیب گفتگو کر رہے ہیں ہم لوگ مسٹر فریڈرک!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مجھے اپنی کسی حالت پر کوئی ناز نہیں ہے۔ میں تو حکومت کا ایک ادنیٰ ملازم ہوں۔ مجھے جو ہدایات ملیں ان پر عمل کیا۔ ان واقعات کے تحت میرا راز کھل گیا۔ اس میں میرا کوئی قصور تو نہیں ہے۔ مجھے تو اس گورکھ دھندے کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں ہے اور اب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔" یہ جملے میں نے اس انداز میں کہے تھے کہ فریڈرک کو یقین آنے لگا۔ وہ چند لمحات میری طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ "میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں لیکن اس شکل میں کہ تم مجھ سے تعاون کرو۔ میری فطرت کے بارے میں اندازہ لگا چکے ہو۔ میں انسان ہی ہوں اور دشمنی میں دیوانگی کا قائل نہیں ہوں۔ گو تم لوگوں کی وجہ سے میرے ڈیپارٹمنٹ میں سبکی ہوئی ہے۔ لیکن بہرحال ہر شخص اپنے طور پر کچھ نہ کچھ کرتا ہی ہے۔"

"آپ مجھ سے کیا تعاون چاہتے ہیں مسٹر فریڈرک؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے اس سلسلے کی ساری تفصیل بتا دو۔"

"آپ پوچھئے میں جواب دوں گا۔"

"کون سے محکمے سے تمہارا تعلق ہے؟"

"ملٹری انٹیلی جنس سے۔"

"کیا عہدہ ہے؟"

"لیفٹیننٹ شہاب تیموری اور سب لیفٹیننٹ ماجد۔"

"اس کے باوجود تمہیں اتنی اہم ذمہ داریاں سونپ دی گئیں؟"

"ہمارا ریکارڈ برا نہیں ہے۔"

"تمہارے ڈیپارٹمنٹ کا سربراہ کون ہے؟"

"کرنل برہان۔" میں نے جواب دیا۔

"حکومت اس سلسلے میں کیسے ملوث ہوئی جب کہ مجھے علم ہے کہ اس افریقی حکومت نے تمہاری حکومت سے رابطہ نہیں قائم کیا۔"

"میں اپنا عہدہ بتا چکا ہوں مسٹر فریڈرک اگر آپ یقین کر سکتے ہیں تو ضرور کر لیں کہ مجھے تو اس کیس کی تفصیل بھی نہیں معلوم۔"

"کچھ تو بتایا گیا ہو گا تمہیں اس سلسلے میں؟"

"ہاں' محکمے سے ہدایت ملی تھی کہ میں سب لیفٹیننٹ کو لیکر کرنل شیروانی کے مکان پر پہنچ جاؤں۔ ریٹائرڈ کرنل شیروانی کے مکان پر محکمے کے چند افسران موجود تھے۔

ان کی نگرانی میں ہمارے چہرے پر میک اپ کیا گیا اور ہمیں ہدایات دی گئیں۔"

"وہ کیا ہدایات تھیں؟"

"مجھے بتایا گیا کہ میں پرنس بورٹو کی حیثیت سے جا رہا ہوں جو کسی ریاست کا شہزادہ ہے۔ میرے ساتھی کو ڈریک کا نام دیا گیا تھا اور اسے ڈریک نامی ایک شخص سے ملایا بھی گیا تھا۔ خود کو محفوظ رکھنے کے لئے اسے ہدایات دی گئی تھیں کہ وہ خود کو زخمی کرکے چند روز نکال لے۔"

"اوہ۔ خوب ٹرانسمیٹر کا کیا قصہ تھا؟"

"ہمیں یہ بھی ہدایت کی گئی تھی کہ انتہائی خاص موقع پر اس ٹرانسمیٹر پر کرنل برہان سے بات کرنے کی کوشش کی جائے۔"

"تم نے ایسی کوئی کوشش کی تھی؟"

"ہاں اس وقت جب ہم سمندر میں تختے پر بہہ رہے تھے۔"

"کوئی جواب ملا؟"

"قطعی نہیں۔ اگر جواب ملتا تو ہم بھی زندگی اور موت کے درمیان نہ بھٹکتے ہوتے۔"

"ہوں۔" فریڈرک پرخیال انداز میں جوتے کی نوک زمین پر مارتا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لیکر بولا۔ "بڑا احمقانہ منصوبہ تھا تمہارے افسران کا۔ تمہیں تو واقعی داؤ پر لگا دیا گیا ہے۔ یہی شکر ہے کہ ہینڈرک اس آپریشن سے تعلق نہیں رکھتا۔ اگر وہ براہ راست اس آپریشن کا انچارج ہوتا تو تمہیں کبھی نہ چھوڑتا۔ وہ وحشی قسم کا انسان ہے۔ اب مجھے بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کروں؟"

"تمہارا شکریہ فریڈرک۔ ہم تو ہر قسم کے حالات سے گزرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر ہینڈرک اسی وقت ہمیں قتل کر دیتا تو ظاہر ہے ہمارے لئے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا۔"

"ہاں وہ وقت تو بس اتفاقیہ طور پر ٹل گیا لیکن اس کے بعد میں نے ہینڈرک سے تمہارے بارے میں گفتگو کی تھی۔ بڑے الجھے ہوئے معاملات ہیں۔ پرنس بورٹو کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی ہمارے لئے اہم ترین شخصیت ہے۔"

"کیا میں اس بارے میں کچھ جان سکتا ہوں؟"

"کیا جاننا چاہتے ہو؟"

"پرنس بورٹو آخر کیا بلا ہے؟"

"ایک افریقی ریاست کا ہونے والا شاہ۔ لیکن میرا ملک نہیں چاہتا کہ وہ برسراقتدار آئے۔ ہم ایک دوسرے گروہ کو برسراقتدار لانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس ریاست سے ہمارا گہرا مفاد وابستہ ہے جبکہ موجودہ حکمران ٹولہ ایک دوسرے بڑے ملک کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔"

"خدا کی پناہ لیکن بورٹو کا ہمارے ملک سے کیا تعلق نکل آیا؟"

"اس نے وہیں پرورش پائی ہے۔ اور اب شاہ کائی ٹس اسے واپس بلوانا چاہتا ہے لیکن ہم نہیں چاہتے کہ وہ واپس پہنچے۔"

"اوہ۔ تو تم لوگ۔ میرا مقصد ہے کہ تم بورٹو کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے؟"

"اگر وہ ہمارے قبضے میں آجاتا تو ہم اسے یرغمال بنا کر شاہ سے دوسرے معاملات بھی کر سکتے تھے۔ اور اگر بات بگڑ جاتی تو اسے قتل بھی کر دیتے۔ لیکن تمہارا ملک بلاوجہ درمیان میں آگیا۔"

"کمال ہے۔ اس طرح تو ہماری زندگی بورٹو کی حیثیت سے بھی خطرے میں تھی۔"

"ہاں، تمہارے سربراہوں نے ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دیا ہے۔ انہیں ان معاملات میں الجھنا ہی نہیں چاہئے تھا۔ تمہارے لئے میں نے یہ کہہ کر بچت کی صورت پیدا کی ہے کہ میں تم سے آبدوز کی تلاش کا کام لینا چاہتا ہوں۔"

"آبدوز کے بارے میں ہمیں تم سے ہی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ تمہیں اس کا پتہ کیسے چلا؟"

"کیلی بر پر اس کے سگنل موصول ہو گئے ہیں۔"

"یہ بین الاقوامی سمندر ہے۔ کیا ضروری ہے کہ وہ ہمارے ملک کی آبدوز ہو؟"

"تمہارے پاس سے برآمد ہونے والے ٹرانسمیٹر سے شبے کو تقویت ملی ہے۔"

فریڈرک نے جواب دیا۔ اور میں اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"معاف کیجئے مسٹر فریڈرک۔ میں آپ کے اس نرم اور مخلصانہ رویے کی وجہ جان سکتا ہوں؟" میرے اس سوال پر فریڈرک پرخیال انداز میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"ذمہ داریاں سب کی یکساں ہوتی ہیں۔ میدان جنگ میں آنے والے ایک دوسرے کی ذات کے دشمن نہیں ہوتے اور میں ذاتی دشمنی کا قائل نہیں ہوں۔ تم لوگ گو ہماری

راہ کی شدید رکاوٹ بنے ہو لیکن اس کے باوجود میں تمہاری زندگیاں بچانا چاہتا ہوں..........."

"شکریہ مسٹر فریڈرک۔ ایک سوال اور.......... کیا مسٹر ہینڈرک عہدے میں آپ سے بڑے ہیں؟"

"بہت بڑے۔ وہ کیلی بر کے کمانڈر ہیں اور کیلی بر ہمارے بحری بیڑے کا ایک عظیم الشان جہاز ہے۔"

"لیکن آپ کا تعلق؟"

"ہاں میں اس مشن کا انچارج ہوں۔ اس لئے ہینڈرک اپنے پورے اختیارات استعمال نہیں کر رہا ہے۔ اگر میرا جہاز آگ کے حادثے کا شکار نہ ہو جاتا تو مجھے کیلی بر تک آنے کی ضرورت نہ پیش آتی۔ جہاز کی تباہی کے بعد ہم ایک لانچ کے ذریعے کیلی بر تک پہنچ گئے۔ یہاں مجھے ہینڈرک کو تفصیل بتانی پڑی۔ اس سے امداد جو لینی تھی۔"

"اس ہمدردی پر ہم آپ کے شکر گزار ہیں مسٹر فریڈرک! اور اس رویے پر صرف اس حد تک پیشکش کر سکتے ہیں کہ اگر ہماری زندگیاں آپ کی تباہی کا باعث بن جائیں تو آپ ہمیں بخوشی قتل کر سکتے ہیں۔ ہم اسے آپ کی مجبوری تصور کریں گے۔"

فریڈرک نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر میرا شانہ تھپک کر بولا۔ "جاؤ آرام کرو۔ میں ایسا نہ ہونے دوں گا۔ جاؤ تم سے گفتگو کرکے ذہنی بوجھ کافی حد تک ہلکا ہو گیا ہے۔"

میں ماجد کے ساتھ واپس اپنے کیبن میں آ گیا۔ راستے میں ہم اس عظیم الشان جہاز پر ہونے والے کام دیکھتے ہوئے آئے تھے۔ پورا فوجی اڈا معلوم ہوتا تھا دیکھنے سے رعب طاری ہو جاتا تھا۔ بہرحال زندگی میں پہلی بار ان غیریقینی حالات میں گرفتار ہوئے تھے جہاں قوت فیصلہ مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ ماجد بذات خود ایک ذہین انسان تھا۔ لیکن ہم ڈاکٹر برہان کے بارے میں کوئی غلط بات نہیں کہہ سکتے تھے۔ ظاہر ہے وہ بھی انسان تھا .... اور بدلے ہوئے حالات کسی کے قابو میں نہیں ہوتے۔

"فریڈرک کی یہ مہربانی کس قدر تعجب خیز ہے۔ کیا وہ اپنے الفاظ میں مخلص ہے؟" ماجد نے کہا۔

"بظاہر تو لگتا ہے۔ ویسے بھی کوئی ایسی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اسے ہم سے کیا

لالچ ہو سکتا ہے۔ اس کے باوجود ماجد ہمیں اپنے طور پر محتاط رہنا چاہئے۔"

"کیا خاک محتاط رہیں گے۔ یہاں ہماری حیثیت چوہوں سے زیادہ نہیں ہے۔ کسی بھی وقت چوہوں کی طرح مارے جا سکتے ہیں۔"

"اوہ۔ زندگی اور موت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ موت کے تصور سے ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ جانا کہاں کی دانشمندی ہے۔ نہ میں معطل ہونے کا قائل ہوں۔ میں اس پورے جہاز کو تباہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہوں۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو ماجد؟" دفعتاً میرے اندر وہی جنون جاگ اٹھا جو میری فطرت کا خاصا تھا اور جس کے جاگ جانے کے بعد میں بے بس نہیں رہتا تھا۔ ماجد گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "میں جانتا ہوں شہاب ہم لوگ اتنے بے بس نہیں ہیں۔ لیکن اور وجوہ بھی تو ہیں۔"

"کیا وجوہ ہیں؟"

"ہمیں ڈاکٹر برہان کے پروگرام کو بھی تو مدنگاہ رکھنا چاہئے۔" اگر ہم اپنے طور پر کوئی شدید کارروائی کریں تو نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے ڈاکٹر برہان کے ذہن میں کچھ اور ہو۔"

"بہرحال ماجد۔ ڈاکٹر برہان کی طرف سے میں کسی اقدام کا انتظار صرف چوبیس گھنٹے تک کروں گا اور اس کے بعد........." میں خاموش ہو گیا۔ ماجد تشویشناک نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی کچھ نہیں بولا۔ میرے ذہن میں بہت سے خیالات تھے۔ اس جہاز پر اب میرا کوئی کام تو نہیں تھا۔ بس یوں سمجھا جائے کہ ہم دونوں یہاں قیدیوں کی حیثیت سے تھے۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی اور پھر میں اچانک اٹھ گیا۔ ماجد مجھے دیکھنے لگا تھا۔

"کہاں؟" اس نے سوال کیا۔

"آؤ۔ ہم قیدی نہیں ہیں۔ آؤ۔" میں نے کہا اور ماجد بادل ناخواستہ میرے ساتھ اٹھ گیا۔ ہم کیبن سے باہر نکل آئے۔ اور پھر چہل قدمی کے انداز میں آگے بڑھنے لگے۔ دیر تک ہم مختلف حصوں سے گزرتے رہے۔ میں نے ہیلی پیڈ پر خصوصی نگاہ رکھی تھی۔ آٹھ ہیلی کاپٹر کھڑے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ اکثر ہیلی کاپٹر اس پر اتر رہے تھے اور پرواز کر رہے تھے میں انہیں گہری نگاہوں سے دیکھتا رہا تھا۔ جہاز کے قرب و جوار میں لانچیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ یہ لانچیں بھی چھوٹے موٹے جہاز ہی معلوم ہو رہی تھیں۔ تھوڑے فاصلے پر ایک فریگیٹ بھی نظر آ رہا تھا۔ میں تھوڑی دیر

تک وہاں رکا اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اب میں جہاز کے دوسرے حصے دیکھتا پھر رہا تھا۔ ہر طرح سے مکمل جہاز تھا۔ پھر میں ٹھٹھک گیا۔ میں نے ہینڈرک کو ایک کیبن سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ ہم دونوں آڑ میں ہو گئے۔ یہ شخص کافی خطرناک تھا۔ پھر میں وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا اور بہت دیر تک میں جہاز میں گھومتا رہا۔

شام ہو گئی۔ سورج چھپ گیا اور جہاز پر روشنیاں جگمگانے لگیں۔ رات کا کھانا ہم دونوں نے جہاز کے ریستوران میں کھایا اور پھر آرام کرنے کے لئے کیبن میں آئے۔ ماجد خاموش خاموش سا تھا۔ پھر میں سونے کے لئے لیٹ گیا۔

رات کو تقریباً دو بجے میں نے اپنا بستر چھوڑ دیا۔ ماجد گہری نیند سو رہا تھا۔ میں کیبن سے نکل آیا اور پھر احتیاط سے بچتا بچاتا آگے بڑھتا رہا۔ میں رات میں ہیلی کاپٹروں کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ اس وقت بھی ان کا کام جاری تھا۔ وہ اتر رہے تھے اور پرواز کر رہے تھے۔ کافی دیر تک میں ان کی کارکردگی دیکھتا رہا۔ پھر وہاں سے واپس پلٹا۔ اس وقت میں کیبنوں کی قطار کے نزدیک سے گزر رہا تھا کہ سامنے کے موڑ سے اچانک دو خلاصی نکل آئے۔ اس وقت دیکھ لیا جانا یقینی ہو گیا۔ اس کے علاوہ کوئی ترکیب نہیں تھی کہ میں کسی بھی کیبن کا دروازہ کھول کر اس میں داخل ہو جاؤں۔ چنانچہ میں نے نزدیکی کیبن کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور دوسرے کے غڑاپ سے اندر داخل ہو گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی میں نے وحشت زدہ نگاہوں سے بستر کی طرف دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لی بستر خالی تھا۔ کیبن کا مکین کیبن میں موجود نہیں تھا۔ نائٹ بلب روشن تھا۔ میں نے باتھ روم کی طرف دیکھا اور تیزی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن اندر بھی کوئی آہٹ نہیں تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ کیبن خالی ہے۔ میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اور دفعتاً حیرت کا جھٹکا میرے ذہن کو لگا۔ ایک بڑی میز کے نیچے میرا سوٹ کیس اور ٹریول کٹ رکھی ہوئی تھی۔ یقیناً یہ ہمارا ہی سامان تھا۔ دوسرے لمحے میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ خاص طور پر ٹریول کٹ میری توجہ کا مرکز تھی۔ اور اگر کام بن جائے تو۔

میں نے بے صبری سے ٹریول کٹ کا وہ خفیہ خانہ کھولا جس میں بٹن نما ننھے ڈکٹو میٹر اور ان کا ریسیونگ سیٹ موجود تھا اور پھر میں خوشی سے اچھل پڑا۔ یقیناً انہوں نے میرے سامان کی تلاشی لی ہو گی لیکن یہ خفیہ خانہ وہ نہیں پا سکے تھے۔ انتہائی پھرتی سے میں نے یہ سامان نکال لیا۔ اس وقت میرا وہ حال تھا جیسے کسی مفلس انسان کو

کوئی خزانہ مل جائے۔ ان اشیاء کو قبضے میں کرنے کے بعد میں نے کٹ بند کی اور برق رفتاری سے باہر نکل آیا۔ راہداری سنسان تھی۔ میں نے واپس پلٹ کر ایک ڈکٹو میٹر وہیں ایک محفوظ جگہ پر نصب کیا اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ بہت کچھ کرنے کا ارادہ تھا اور ہر طرح کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار تھا۔ چنانچہ اس بار میرا رخ ہینڈرک کی طرف تھا۔ کیبن کے عقب میں پہنچ کر میں نے جائزہ لیا۔ عقبی راہداری میں بھی کیبن تھے۔ گول شیشوں والا ایک روشندان انسانی قد سے کسی قدر بلند نظر آ رہا تھا۔ اس کے نزدیک ہی ایئر کنڈیشنر نظر آ رہا تھا۔ یہ عمدہ جگہ تھی چنانچہ میں نے جگہ تلاش کر کے ایک ڈکٹو میٹر وہاں چسپاں کر دیا اور پھر وہاں سے بھی آگے بڑھ آیا۔ رات کے آخری پہر میں اپنے کیبن میں واپس آیا تھا۔ لیکن ابھی سونے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں اپنی کارکردگی کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے ریسیونگ سیٹ آن کیا اور پھر سیٹ نمبر چیک کرنے لگا۔ پہلے ہی نمبر پر آوازیں سنائی دی تھیں۔

"ڈارلنگ۔ تم .... تم بہت زیادہ نشے میں ہو۔ پلیز............ میں .... میں اس قابل نہیں ہوں۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔" یہ ایک نسوانی آواز تھی۔

"کیا بکواس ہے؟" ایک مردانہ آواز ابھری

"دیکھو نا' اس میں میرا کیا قصور ہے۔"

"عورت۔ اس تصور کے ساتھ کس قدر گھناؤنی ہو جاتی ہے۔ گیٹ آؤٹ .... جاؤ یہاں سے بھاگ جاؤ۔" مردانہ آواز میں جھلاہٹ تھی۔

"ڈارلنگ۔"

"گیٹ آؤٹ۔" مرد حلق پھاڑ کر چیخا اور میں نے جلدی سے نمبر بدل لیا۔ اس نمبر پر خاموشی تھی۔ اس کے بعد والے نمبر پر خراٹے گونج رہے تھے۔ بہرحال کوئی کام کی بات نہیں معلوم ہو سکی تھی۔ میں سیٹ آف کر کے سونے کے لئے لیٹ گیا۔ سیٹ میں نے ایک انتہائی محفوظ جگہ چھپا دیا تھا۔

صبح کو نہ جانے کیا بجا تھا جب ماجد نے ہی مجھے جگایا۔" میرا خیال ہے میرے پیٹ میں دوڑتے ہوئے چوہے بھی تھک گئے ہیں۔ بھاگ دوڑ کا احساس بھی نہیں ہو رہا۔"

"اوہ کیا بج گیا؟"

"غالباً گیارہ۔" ماجد نے جواب دیا۔

"مجھے افسوس ہے ماجد۔ ناشتہ منگوا لو۔ میں دو منٹ میں تیار ہو جاتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور ماجد نے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتہ کر رہے تھے۔ "کوئی اور تو نہیں آیا اس دوران؟"

"کوئی نہیں۔"

"باہر گئے تھے؟"

"نہیں۔ لیکن تم اتنی دیر تک کیسے سوتے رہے؟" ماجد نے گہری نگاہوں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"بس ویسے تھوڑا سا کام کرنے نکل گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا بھی یہی خیال تھا۔ کیا کام کیا؟"

"ناشتہ کون لایا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک ملازم .... اس نے کہا تھا کہ جب بھی ناشتے کی ضرورت ہو طلب کر لیا جائے۔"

"برتن لینے تو نہیں آئے گا؟"

"ممکن ہے آئے .... کیوں؟" ماجد نے پوچھا۔

"درواز بند کر دو۔" میں نے کہا ماجد نے میرے کہنے پر عمل کیا۔ وہ دروازہ بند کرنے لگا تو میں نے ریسیونگ سیٹ نکال لیا اور پھر اسے آن کر دیا۔ ماجد کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "ارے یہ کہاں سے مل گیا۔" میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ ریسیور سے آواز ابھر رہی تھی۔

"زیرو سیون او.......... زیرو سیون او.......... اینگل سیون پر اشارہ موصول ہوا ہے۔ ہم سمت کا اندازہ لگا رہے ہیں۔"

"جلدی کرو۔ میں پوری تفصیل چاہتا ہوں۔" یہ آواز ہینڈرک کی تھی۔

"او کے چیف۔" آواز بند ہو گئی۔

"میرا خیال ہے جناب" ہمیں فوراً" آگے بڑھ کر اینگل سیون پر پہنچنا چاہئے۔" اس بار جو آواز ابھری وہ فریڈرک کی تھی۔

"نہیں وہاں فریگیٹ موجود ہے۔" ہینڈرک کی آواز ابھری۔

"اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے نکلنے کی کوشش نہیں کی ہے۔" فریڈرک نے کہا۔ ہینڈرک نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ہینڈرک

نے کہا۔ "اس کی وجہ وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔"

"کون لوگ؟"

"جو ہمارے قیدی ہیں۔"

"امکان نہیں ہے مسٹر ہینڈرک اگر وہ لوگ سب میرین سے رابطہ قائم کر سکتے تو سمندر میں ان کی مدد کی جا سکتی تھی لیکن وہ محروم رہے۔ اور اگر ہم ان کی زندگی نہ بچاتے تو وہ سمندر کا شکار ہو جاتے۔ ان حالات میں یہ بات نہیں سوچی جا سکتی۔"

"ان لوگوں کو زندہ رکھنے کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آ رہی مسٹر فریڈرک!" ہینڈرک کی آواز ابھری۔

"میں انہیں ایک خاص مقصد کے تحت زندہ رکھنا چاہتا ہوں جناب۔ مجھے یقین ہے کہ ہم ان دونوں کے ذریعے اس حکومت کو بلیک میل کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ تو ہمارے پاس بہترین ثبوت ہیں۔" فریڈرک نے جواب دیا۔

"تمہاری یہ دلیل میری عقل سے باہر ہے۔"

"مجھے افسوس ہے جناب لیکن میری گزارش ہے کہ مجھے میرے پروگرام کے مطابق کام کرنے دیا جائے۔" فریڈرک بولا۔

"لیکن میں آبدوز کے بارے میں تم سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔ سمندر کے اس حصے کی نگرانی اور اس کا کنٹرول میری ذمہ داری ہے۔ افسوس ہماری آبدوزیں دورے پر ہیں۔ اگر وہ یہاں ہوتیں تو اب تک یہ آبدوز ہماری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔"

اسی وقت ایک اور آواز نے درمیان میں مداخلت کی۔ کسی قسم کی اشاراتی گھنٹی تھی۔ دونوں خاموش ہو گئے۔ پھر ہینڈرک کی آواز ابھری۔ "کیلی بر.........."

"ایٹ ناٹ فائیو۔ ایٹ ناٹ فائیو۔ مسٹر ہینڈرک..........ایٹ ناٹ فائیو.........."

"بول رہا ہوں.........."

"شارٹ ریڈار پر اسے دیکھ لیا گیا ہے۔ اس کا رخ کیلی بر کی جانب ہے۔ وہ اس وقت کیلی برسے زیادہ دور نہیں ہے۔ ہیلو۔ ہیلو.........."

"پیام نوٹ کر لیا گیا ہے۔ بس مزید گفتگو نہیں ہو گی۔" ہینڈرک نے کہا اور پھر شاید اس نے وائرلیس بند کر دیا۔ اس کے بعد اس نے فریڈرک سے کہا۔ "تم قیدیوں

پر نظر رکھو گے۔ میں آبدوز کے بارے میں ہدایات دینے جا رہا ہوں۔"

"بہتر ہے جناب۔" فریڈرک کی آواز ابھری اور میں نے جلدی سے سیٹ بند کر دیا۔ ماجد احمقوں کی طرح میری صورت دیکھ رہا تھا۔ میں نے ڈکٹو فون سیٹ جیب میں رکھ لیا تھا۔

"یہ سب............یہ سب کیسے ممکن ہو سکا؟" اس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"اس وقت اس کا موقع نہیں ہے ماجد............یہ فریڈرک واقعی ہمارے لئے کام کر رہا ہے۔ ورنہ ہماری زندگی سخت خطرے میں ہے۔ آؤ............" میں باہر نکل آیا۔ ماجد بھی میرے ساتھ تھا۔ باہر نکل کر ہم نے جہاز پر بھاگ دوڑ دیکھی۔ خلاصی اِدھر اُدھر دوڑ رہے تھے۔ بہت سی جنگی مشینوں کو حرکت میں لایا جا رہا تھا۔ گویا آبدوز کے آنے کی خبر جہاز کے عملے کو دیدی گئی تھی۔ ہم نے ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں سے عام لوگوں کی نگاہیں ہم پر نہ پڑ سکیں۔ اس وقت یہ لوگ بپھرے ہوئے تھے اور ہمارے لئے خطرہ بڑھ گیا تھا۔

"اب تو بتاؤ یار شہاب صورتحال کیا ہے؟" ماجد نے کہا۔

"تم خود اندازہ نہیں لگا سکے ماجد؟"

"کسی حد تک۔ لیکن بعض باتیں میرے ذہن میں مبہم ہیں۔"

"مثلاً۔"

"یہ اس آبدوز کے بارے میں اطلاع تھی جس میں بقول تمہارے ڈاکٹر برہان موجود ہے؟"

"ہاں قیاس یہی ہے۔"

"لیکن شہاب کیا ڈاکٹر برہان کو ہماری افتاد معلوم ہو گی؟"

"خدا جانے۔ اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ویسے مجھے بھی معلوم نہیں تھا کہ ڈاکٹر برہان کسی آبدوز سے سفر کر رہا ہے۔ جس وقت ہماری اس سے گفتگو ہوئی تھی اس وقت پتہ چل سکا۔ لیکن جہاز میں آگ لگنے سے قبل خوفناک طوفان بھی آیا تھا اور جس وقت دوبارہ آبدوز سے رابطہ نہیں قائم ہو سکا تھا۔ میں نے یہی سوچا تھا کہ کہیں آبدوز بھی طوفان کا شکار نہ ہو گئی ہو۔"

"اوہ یہ تو خاصے اہم معاملات نکلے۔ لیکن اب؟" ماجد نے اتنا ہی کہا تھا کہ اسے خاموش ہونا پڑا۔ کافی دور............اتنی دور کہ نگاہ ٹھیک سے کام بھی نہیں کر رہی۔

ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور تیز روشنی کا بادل سا سمندر میں بلند ہو گیا۔ جہاز کے عملے کے لوگ ادھر دوڑ پڑے تھے۔ وہ سب بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ہی دیکھ رہے تھے۔ چند ہی ساعت کے بعد ویسا ہی دوسرا دھماکہ ہوا۔ کیلی بر کے گرد بکھری ہوئی لانچیں سمٹنے لگیں۔ وہ کیلی بر کے نزدیک آ رہی تھیں۔ تب کیلی بر کے پچھلے حصے میں بڑے بڑے دروازے کھل گئے اور لانچیں ان دروازوں سے اندر آنے لگیں۔ دور شعلے بلند ہو رہے تھے۔ میں نے ادھرادھر دیکھا اور پھر خاموشی سے جیب سے ڈکٹوفون ریسیور نکال لیا۔ میں جلدی جلدی دوسرے نمبر سیٹ کرنے لگا۔ اور یہاں بھی کام بن گیا۔ سیٹ سے آواز آ رہی تھی۔

"جی ہاں جناب! تار پیڈو مارے گئے ہیں۔ فریگیٹ کا انجن روم تباہ ہو گیا ہے۔ آگ تیزی سے پھیل رہی ہے۔"

"جہاز کو کیلی بر کی طرف لانے کی کوشش کرو۔"

"ناممکن ہے جناب۔ انجن روم............" اور پھر ایک اور خوفناک دھماکہ ہوا تھا اور اس کے بعد آواز بند ہو گئی پھر دوسری آوازیں ابھرنے لگیں اور میں نے سیٹ بند کر دیا۔ اور پھر اس کے بعد ایک خوفناک کارروائی کا آغاز ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر دو دو کر کے فضا میں بلند ہونے لگے۔ وہ برق رفتاری سے اس طرف جا رہے تھے۔ اور پھر انہوں نے فضا میں دائرہ بنایا۔ اس کے بعد ان سے راکٹ چلائے جانے لگے۔ وہ پانی میں نشانے لے رہے تھے اور چند ہی لمحات کے بعد ہم نے کیلی بر میں تحریک محسوس کی۔ اس کی وسیع و عریض چمنی سے دھواں نکلنے لگا۔ پھر وہ آگے چل پڑا۔ اس کے ساتھ ہی اس سے بھی جنگی کارروائی کا آغاز ہو گیا تھا۔

ایک خوفناک سمندری جنگ کا نقشہ نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ کیلی بر سے آبدوز شکن میزائل چلائے جا رہے تھے۔ روشنی کی دو لکیریں میں نے اور ماجد نے برق کی سی تیزی سے کیلی بر کی طرف بڑھتے دیکھیں۔ اور دوسرے لمحے ہم دونوں کان بند کر کے نیچے لیٹ گئے۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کارروائی آبدوز سے کیلی بر کے خلاف ہوئی ہے۔ خوفناک دھماکے ہوئے۔ لیکن عظیم الشان کیلی بر میں لرزش تک نہیں ہوئی تھی............ہیلی کاپٹر ایک دائرے کی شکل میں نزدیک آتے جا رہے تھے اور ان سے میزائل برسائے جا رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے انہوں نے آبدوز کو گھیر لیا ہو۔ یہ کارروائی تقریباً آدھے گھنٹے تک جاری رہی۔ سمندر میں پانی کی سطح سے دھواں ہی

دھواں بلند ہو رہا تھا۔ اور فضا میں بارود کی بو رچی ہوئی تھی۔ میں اور ماجد خاموش نگاہوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے ویسے کیلی بر جیسے جہاز کی کارروائی معمول نہیں تھی۔ ڈاکٹر برہان اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی بات نہیں کہی جاسکتی تھی۔ ممکن ہے اب اس جہاز میں ان کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ لیکن ان غیریقینی حالات میں کسی چیز کا افسوس بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر کارروائی رک گئی اور ہیلی کاپٹر واپس جہاز پر اتر گئے کسی بات کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ اس کارروائی کا نتیجہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ ماحول میں بڑی گھٹن ہو گئی تھی۔ میں نے ایک بار پھر ڈاکٹومیٹر سیٹ آن کر لیا۔ کوئی آواز نہیں ابھری۔ تب میں دوسرے نمبر ٹرائی کرنے لگا۔ لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد کیلی بر سے گول گول ڈبے کرینوں کے ذریعے نیچے لٹکائے گئے۔ ان میں شیشے لگے ہوئے تھے اور اندر دو دو آدمی موجود تھے۔ یہ غالباً آبدوز کی تلاش میں جا رہے تھے۔ چنانچہ میں نے ماجد کو وہاں سے ہٹنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں واپس کیبن میں آ گئے۔

میں نے ماجد کو دروازے کے قریب رہنے کو کہا اور سیٹ آن کر دیا۔ اس بار میں نے ہینڈرک کا نمبر فکس کر لیا تھا۔ گلاس کھنکنے کی آواز آ رہی تھی۔ اس کے علاوہ کوئی اور آواز نہ سنائی دی۔ ہم صبر و سکون سے انتظار کرتے رہے اور کافی وقت اسی طرح گزر گیا۔ اس دوران کوئی ہماری طرف نہیں آیا تھا۔ ہم شدید بوریت کا شکار ہو گئے اور پھر میں کچھ بولنے ہی جا رہا تھا کہ آواز ابھری۔

"مسٹر ہینڈرک۔ مسٹر ہینڈرک۔"

"ہینڈرک بول رہا ہے۔" ہینڈرک کی آواز میں خوفناک غراہٹ تھی۔

"فریگیٹ مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے۔ اب اس کا ڈھانچہ ڈوب رہا ہے۔"

"عملے کے لوگوں کا کیا ہوا؟"

"شاید کوئی زندہ نہیں بچ سکا۔ اس علاقے میں لاشوں کی تلاش بھی ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں شارک مچھلیوں کے غول کے غول موجود ہیں اور سطح پر خون بکھرا ہوا ہے۔"

"واپس آجاؤ۔" ہینڈرک غرایا۔ پھر چند ہی منٹ کے بعد دوبارہ آوازیں گونجنے لگیں۔ اس بار کئی آوازیں تھیں۔

"ہاں کہو۔"

"ہم نے دور دور تک کا علاقہ دیکھ لیا ہے جناب۔ کسی آبدوز کا نشان نہیں ہے تہہ میں ایک تباہ شدہ جہاز کا ڈھانچہ ضرور نظر آیا ہے لیکن آبدوز کوئی نہیں ہے۔"

"بکواس مت کرو۔" ہینڈرک حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"افسوس جناب۔ لیکن یہ حقیقت ہے۔ دور دور تک کوئی آبدوز نہیں ہے۔"

"واپس آجاؤ۔" ہینڈرک نے اسی طرح دہاڑ کر کہا اور پھر گالیاں بکنے لگا۔ اس کا پارہ عروج پر تھا۔ لیکن ہم دونوں کو کسی قدر سکون نصیب ہوا تھا۔ کم از کم یہ اندازہ ہو گیا کہ آبدوز اس قدر شدید حملے کے باوجود کیلی بر کا شکار نہیں ہوئی ہے۔ میں نے ڈکٹومیٹر آف کر دیا اور ماجد کی طرف دیکھنے لگا۔ ماجد پرخیال میں ٹھوڑی کھجا رہا تھا۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟" اس نے بڑبڑانے کی انداز میں کہا۔

"کچھ کرنا ضروری ہے ماجد۔ اس طرح لاتعلق بھی رہنا تو مناسب نہیں ہو گا۔"

"مگر کیا؟"

"فرار کی کوشش۔" میں نے کہا اور ماجد کے چہرے پر سنسنی پھیل گئی۔

"کس طرح؟"

"ہیلی کاپٹر ہماری مدد کر سکتے ہیں۔"

"ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"ہیلی کاپٹر لمبی پرواز کے لئے موزوں نہیں رہیں گے۔ اس کے علاوہ ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ کوئی جزیرہ یا شہر یہاں سے کتنی دور ہو گا۔ سوچ لو مصیبتوں کا شکار ہو جائیں گے اور پھر یہ کام اتنا آسان بھی تو نہیں ہو گا۔ ان لوگوں کو پتہ چلے گا تو یہ ہمارا تعاقب کریں گے۔ بہت سی الجھنیں ہیں شہاب!"

"میرے ذہن میں صرف ایک الجھن ہے ماجد۔ اس کے علاوہ اور کوئی الجھن نہیں ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"اگر ہماری فرار کی کوشش کامیاب ہو گئی تو فریڈرک کی پوزیشن خراب ہو جائے گی۔ بہرحال اس نے ہمارے اوپر احسان کیا ہے۔ ہینڈرک اس کا جینا حرام کر دے گا۔"

"کمال ہے شہاب! تم کیسی احمقانہ باتیں سوچ رہے ہو۔ کیا فریڈرک ہمارا دوست ہے۔ نہ جانے اس نے کس مقصد کے تحت ہمیں زندہ رکھ چھوڑا ہے۔"

"وہ مقصد سامنے تو نہیں آیا۔ اور اس وقت تک اس کی نیت پر شبہ کرنا مناسب بھی نہیں ہے۔ بہرحال یہ زندگی کا معاملہ ہے۔ میں خود بھی اتنا جذباتی نہیں ہوں۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب سوچو۔"

"تمہیں تیاریاں کرنی ہیں ماجد۔ ہم یہ خطرہ مول لئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ وائرلیس سیٹ ان لوگوں کے قبضے میں جا چکا ہے۔ اس طرح اگر آبدوز بچ گئی ہے تب بھی ہم اس سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے اور اس طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا مناسب نہیں ہو گا۔"

"جیسا تم پسند کرو شہاب! لیکن ایک زبردست خطرہ مول لینا ہو گا۔"

"لیں گے۔" میں نے جواب دیا اور ماجد خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد ہم دونوں نے کوئی گفتگو نہیں کی۔ میں اپنے ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب دے رہا تھا۔ کاش اس وقت ماجد کی جگہ فیضان ہوتا تو لطف آجاتا۔ جو کام میرے ذہن میں تھا اس کے لئے ماجد سے زیادہ فیضان کار آمد تھا لیکن بہرحال اب ماجد سے ہی کام چلانا تھا۔

رات کو فریڈرک سے ملاقات ہوئی۔ کسی قدر پریشان تھا۔ ہم سے بھی اکھڑے اکھڑے انداز میں ملا۔ "تمہارے ساتھیوں نے تمہارے لئے جہنم تیار کر لیا ہے۔ اب حالات میرے بس سے باہر ہوتے جا رہے ہیں۔" اس نے کہا۔

"اوہ۔ کیا ہوا مسٹر فریڈرک؟"

"آبدوز نے ہمارا ایک جہاز ڈبو دیا۔ تقریباً تیس آدمی ہلاک ہو گئے ہیں۔ ہینڈرک پاگل ہو رہا ہے ظاہر ہے یہ سب کچھ ہماری وجہ سے ہوا ہے۔ جواب دہی اسے کرنی پڑے گی۔ خطرناک بات یہ ہے کہ آبدوز بھی صاف نکل گئی۔"

"ظاہر ہے اس میں ہمارا قصور نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"ہم فرشتے نہیں ہیں مسٹر شہاب۔ انسانی جذبہ تو پیدا ہوتا ہے۔ مجھے یوں لگ رہاہے جیسے میں زیادہ عرصے تک تمہاری حفاظت نہیں کر سکوں گا دقت کی بات یہ ہے کہ ابھی ہمارے کیلی بر سے جانے کے امکانات بھی نہیں ہیں۔ میں نے ہینڈرک سے کہا تھا کہ ہمیں اریوٹوس پہنچا دیا جائے وہاں سے ہم اپنے ملک نکل جائیں گے لیکن وہ اس پر تیار نہیں ہے۔ بہت سے معاملات الجھے ہوئے ہیں۔"

"اریوٹوس کیا ہے مسٹر فریڈرک؟"

"ایک آزاد جزیرہ ہے۔ لیکن دقت یہ ہے کہ وہاں بھی کافی مشکلات پیش آ سکتی

ہیں۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ میں اس وقت فضول باتوں میں نہیں الجھنا چاہتا۔ میں تمہیں صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ ممکن ہے حالات میرے قابو سے باہر ہو جائیں اور میں تمہاری مدد نہ کر سکوں۔ ہینڈرک اب میری کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے بیڑے کے ایک جہاز کے علاوہ بیس سے تیس تک انسانی جانوں کا نقصان اٹھایا ہے۔"

"جو ہماری تقدیر میں ہو گا مسٹر فریڈرک!" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ فریڈرک چند ساعت ہماری صورت دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر بدستور الجھن کے نقش تھے اور پھر وہ اٹھ گیا۔ "ہینڈرک نے ہدایت کی ہے کہ اب تمہیں تمہارے کیبن میں نظربند کر دیا جائے۔" اس نے کہا۔

"بہتر یہی ہے مسٹر فریڈرک کہ آپ ہینڈرک کو ہدایت کریں کہ وہ ہم سے نجات حاصل کر لے۔ خواہ مخواہ کے وسوسوں میں پڑنے سے کیا فائدہ اور پھر آپ بھی اس وجہ سے الجھنوں کا شکار ہیں۔" میں نے کہا اور فریڈرک جھنجھلا گیا۔ "زیادہ جانباز بننے کی کوشش مت کرو۔ مجھے بھی تم سے کیا دلچسپی اور ہمدردی ہو سکتی ہے۔ بس میں ذرا فطرتاً دوسری قسم کا آدمی ہوں۔ ورنہ تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو جنہوں نے ہمارے مشن کو ناکام بنانے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔" فریڈرک نے کہا اور پاؤں پٹختا ہوا کیبن سے باہر نکل گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے ماجد کو آنکھ ماری تھی۔

"گویا ہماری نظربندی کے احکامات صادر ہو گئے ہیں اور اب ممکن ہے ماجد صاحب کہ باہر کچھ لوگ تعینات ہو جائیں یا باہر سے کیبن کا دروازہ بند کر دیا جائے۔" میں نے کہا اور ماجد ہونٹ سکوڑ کر خاموش ہو گیا..........وہ شاید اس موضوع پر کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں بھی پُرخیال انداز میں اسے دیکھتا رہا۔ میرے ذہن میں جو منصوبہ تھا یہ نظربندی اس میں حارج ہو سکتی تھی۔ لیکن بہرحال ان حالات سے تو نمٹنا ہی پڑتا ہے۔ اگر نظربندی کا یہ حکم ذرا سی دیر کے لئے ٹل جائے تو شاید مجھے اپنے مشن میں کامیابی نصیب ہو جائے..........میں نے سوچا اور اس کے بعد ہم دونوں نے کیبن سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی۔ ہم خاموشی سے حالات کا جائزہ لے رہے تھے۔

پھر جب رات ہوئی تو میں نے کیبن کے دروازے کو آزمایا اور یہ دیکھ کر ذرا سی حیرت ہوئی کہ دروازہ باہر سے بند نہیں تھا۔ نہ ہی اس کے باہر پہرہ دینے والے موجود تھے۔ میں نے شانے سکوڑے۔ یہ فریڈرک واقعی میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ گو انسانوں کی اقسام میں اس قسم کے لوگ بھی ملتے تھے جو کسی خطرناک پیشے سے وابستہ ہونے کے باوجود نرم دل اور نرم فطرت کے مالک ہوتے تھے لیکن بہرحال ہماری طرف سے یہ لاپرواہی کسی حد تک ان لوگوں کے لئے خطرناک تھی۔ میں اپنی ذات کے بارے میں اس حد تک جانتا ہوں کہ میں جس شخص کو اپنا دشمن تصور کر لوں ظاہر ہے اسے کسی قیمت پر زندہ چھوڑنا پسند نہیں کرتا اور اس کے خلاف ہر قسم کی کارروائی مناسب سمجھتا ہوں۔ لیکن اگر کوئی شخص میری نگاہ میں ایک عام حیثیت رکھتا ہو اور اس سے مجھے ہاکا پھاکا نقصان پہنچنے کا خطرہ بھی ہو تب بھی اس کی جان کے درپے نہیں ہوں گا۔ شاید فریڈرک بھی میری ہی جیسی فطرت کا مالک تھا۔ جو کچھ اس نے کہا تھا اس پر سختی سے عمل کرنے کی اس نے کوشش نہیں کی تھی۔ بہرحال میں نے ماجد کی جانب دیکھا اور پھر میں نے اسے اپنے پروگرام سے لاعلم رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ "ماجد میں تم سے اس سلسلے کی آخری گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" ماجد نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں.......... آج رات ہم لوگ کیلی بر سے فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔"

"مگر کس طرح اور کہاں؟" ماجد نے پوچھا۔

"ابتداہی سے میرے ذہن میں ہیلی کاپٹر کا تصور تھا۔ یہاں ہیلی پیڈ پر دس ہیلی کاپٹر موجود ہیں، ہم ان میں سے کسی ایک کو اپنے فرار کے لئے منتخب کریں گے۔"

"اوہ۔ لیکن تم نے اس کے نتائج پر غور کر لیا ہے۔" ماجد نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"یعنی تم مطمئن ہو؟"

"بالکل ماجد.......... ظاہر ہے ہم اس جہاز پر ان لوگوں کے رحم و کرم پر نہیں رہ سکتے۔ ہم انتہائی احتیاط کے ساتھ ایک ہیلی کاپٹر لے کر فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ اگر ناکام رہے تو جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ یوں بھی فریڈرک ہمارے خلاف کارروائی اعلان کر گیا ہے اور یقینی طور پر وہ ہینڈرک سے نہیں نمٹ سکتا۔ کیونکہ وہ خود

بھی مشکلات کا شکار ہے۔"

"لیکن ہیلی کاپٹر کو فرار ہونے دیا جائے گا؟"

"قطعی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر؟"

"پھر کیا.......... ابتدائی کوشش کر لیں گے۔ مثلاً یہ کہ یہاں موجود ہیلی کاپٹروں کو ناکام کر دیں گے۔ اور اس کے بعد ایک ہیلی کاپٹر لیکر فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔" میں نے کہا۔

"کیا یہ کارروائی آسان ہو گی۔ کیا جہاز کے عملے کے لوگ اتنے ہی غافل نظر آتے ہیں تمہیں؟" ماجد نے سوال کیا۔

"میں فضول باتوں کا قائل نہیں ہوں ماجد، کوشش کرنا چاہتا ہوں۔ اور اگر ناکام رہا تو ظاہر ہے وہی ہو گا جو اس سلسلے میں کوئی عمل نہ کرنے کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔"

"تب ٹھیک ہے میں تیار ہوں جس طرح تم پسند کرو شہاب!" ماجد نے لاپرواہی سے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔ اور یہ انداز اس وقت پیدا ہو جاتا تھا۔ جب ہمارے سامنے کوئی خاص راستہ نہ ہو۔

رات کے آخری پہر کا انتخاب کیا تھا ہم نے۔ کیلی بر پر مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ خلاصی وغیرہ بھی جو رات کی ڈیوٹی پر ہوں گے سو گئے تھے۔ کوئی تحریک نظر نہیں آتی تھی۔ ہم دونوں انتہائی خاموشی سے مختلف چیزوں کی آڑ لیتے ہوئے ہیلی پیڈ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ طویل فاصلہ تھا اور درمیان میں ایسی جگہیں بھی تھیں جہاں چھپنے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ ان جگھوں سے گزرتے ہوئے ہمیں کافی محتاط رہنا پڑا۔ لیکن نیند کا سب سے گہرا وقت ہماری کامیابی کا ضامن تھا۔ آخرکار ہمیں ہیلی پیڈ تک پہنچنے میں کامیابی حاصل ہو گئی۔ ایک ہیلی کاپٹر کے عقب میں رک کر ہم نے اعصاب درست کئے اور یہاں کسی موجودگی کا جائزہ لینے لگے۔ ہیلی پیڈ کے ایک حصے میں ہلکی سی روشنی ہو رہی تھی۔ یہ چیکرس کیبن تھا۔ اور یقیناً" یہاں کے لوگ مستعد ہوں گے۔ پوری آزادی سے پرواز کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ ہم ایسے خطرات سے نجات حاصل کر لیں۔ چنانچہ میں نے ماجد کو دیکھا اور ماجد نے جیسے میرا ذہن پڑھ لیا۔ "میں تم سے متفق ہوں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"آؤ..........لیکن خیال رہے۔ اگر ان کی تعداد زیادہ ہوئی تو پھر احتیاط کرنا ہو گی۔" میں نے جواب دیا اور ہم ہیلی کاپٹروں کی آڑ لیتے ہوئے کیبن کی طرف بڑھنے لگے۔ پھر ہم نے کیبن میں جھانکا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور اس سے ہلکی روشنی باہر آ رہی تھی۔ لیکن اندر کا منظر دیکھ کر ہم نے جلدی سے گردنیں باہر کر دیں اور ہمارے سر ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔

"اب بولو۔" ماجد نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"لاحول ولاقوۃ ان کمبختوں کو رات کے آخری پہر یہی سوجھی تھی۔"

"لیکن اب کیا کیا جائے۔ ویسے میرا خیال ہے اگر اس وقت بمباری بھی ہو جائے تب بھی وہ باہر آنا پسند نہ کرے گا۔" ماجد مسکرا کر بولا۔

"فضول بکواس مت کرو۔"

"ساری دنیا کی تقدیر میں عیش لکھا ہے ہمارے سوا۔" ماجد نے ٹھنڈی سانس بھری اور میں اس کا بازو پکڑے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ دونوں نشے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہمارے قدموں کی آہٹ پر بھی توجہ نہیں دی۔ تب میں نے مرد کا کالر پکڑا اور اس کی کنپٹی پر ایک زور دار ہاتھ رسید کر دیا۔ وہ بے آواز ایک طرف لڑھک گیا۔ میں نے دوسری ٹھوکر اس کی کنپٹی پر رسید کر دی تاکہ ہوش میں آنے کا امکان ہی نہ رہ۔ لڑکی البتہ کسی قدر ہوش میں تھی۔

"اوہ۔ ڈارلنگ یہ کیا حماقت ہے۔ فضول آدمی ہو ہمیشہ کے.........." لڑکی نے ماجد کے شانے پکڑ کر اسے خود پر جھکاتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم سے مکمل اتفاق ہی بےبی..........مگر میری تقدیر.........." ماجد رو دینے والے انداز میں بولا۔ اور پھر اس نے بھی لڑکی کی کنپٹی پر ہاتھ جڑ دیا۔ لڑکی کے حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکلی اور پھر وہ ایک طرف لڑھک گئی۔ کیبن میں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ میں مسکرا کر سیدھا ہو گیا۔ "اب تم تقدیر کا شکوہ نہیں کرو گے۔" میں نے ماجد کا مذاق اڑایا۔

"کیا میں باہر تمہارا انتظار کروں؟" ماجد سے بدلہ لینے کا بہترین موقع تھا۔ ماجد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کیبن میں نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ پھر اس نے کیبن سے چند اوزار نکالے اور خاموشی سے باہر نکل گیا۔ میں نے بھی ضرورت کی چیزیں اٹھا لیں۔ ان میں ایک پستول بھی تھا۔ اس کے چیمبر بھرے ہوئے تھے۔ لیکن مزید کارتوس مجھے وہاں نہیں

مل سکے۔ بہرحال میں بھی باہر آ گیا۔ ماجد ایک ہیلی کاپٹر میں گھس گیا۔ میں نے ہیلی کاپٹر کے ڈیش بورڈ سے تاروں کے سارے جال کاٹ دیئے۔ جس بیدردی سے میں اسے ناکارہ کر سکتا تھا کرتا رہا اور مطمئن ہو کر نیچے اتر آیا۔ پھر دوسرے میں داخل ہو گیا۔ کل آٹھ ہیلی کاپٹر تھے۔ ان میں سے ہمیں ایک کا انتخاب کرنا۔ میں نے اس کی تلاش شروع کر دی۔ پٹرول وغیرہ بھی چیک کرنا تھا۔ تقریباً" تمام ہی ہیلی کاپٹروں کی ٹینکیاں ایندھن سے بھری ہوئی تھیں۔ "ماجد.........." میں نے اسے مخاطب کیا اور وہ رک گیا۔

"کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ان تمام ہیلی کاپٹروں کو ناکام کر دیں۔ اس لئے کسی ایک کے بارے میں فیصلہ تو کر لو۔"

"اوہ' ہاں یہ بھی ضروری ہے۔"

"بس تو یہ ہیلی کاپٹر ٹھیک ہے۔" میں نے ایک ہیلی کاپٹر کی طرف اشارہ کیا اور ماجد مجھے گھورنے لگا۔

"اور اس کے بعد تم کیبن میں چلے جاؤ گے۔ اسے ہوش میں لاؤ گے اور مجھے جلاؤ گے۔ کیوں؟" اس نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں اسے ناکارہ کر چکا ہوں۔" ماجد نے جواب دیا۔

"اوہ۔ واقعی مارے ہی گئے تھے۔ پھر یہ ٹھیک ہے۔" میں نے دوسری طرف اشارہ کیا اور ہمارے درمیان اتفاق ہو گیا۔ ہیلی کاپٹروں کی مشینری اور خاص طور سے ان کا الیکٹریکل نظام پوری طرح ناکام کرنے میں ہمیں زیادہ وقت نہ لگا۔ تعمیر کی بہ نسبت تخریب بہت آسان ہوتی ہے۔ چنانچہ اس میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔ ہم اپنے کام سے فارغ ہو گئے۔

"ایک کسر رہ گئی۔" ماجد نے گہری سانس لیکر کہا۔

"وہ کیا؟"

"کاش ہم تھوڑے سے کھانے پینے کا بھی بندوبست کر لیتے۔"

"تم یہاں رہو۔ میں ذرا اس کیبن کا جائزہ لے لوں بس چند منٹ میں واپس آیا۔" میں نے کہا۔ اور واپس کیبن میں چلا گیا۔ لیکن تلاش کے باوجود مجھے کھانے کی کوئی چیز نہیں ملی۔ البتہ پانی کا ایک بڑا کولر موجود تھا۔ جسے ہاتھ میں لٹکائے ہوئے میں

ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچ گیا۔ ماجد نے مجھے دیکھ کر ہیلی کاپٹر کی مشین اسٹارٹ کر دی تھی۔ میں نے کولر رکھ کر دروازہ بند کیا اور اس کے پاس آبیٹھا اور چند ساعت کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔

میرے ذہن میں سنسنی تھی۔ لیکن ہمیں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ کیونکہ کیلی بر سے ہیلی کاپٹر اڑتے رہتے تھے۔ اس لئے اگر کوئی دیکھنے والا بھی ہوا تو توجہ نہیں دے گا۔ یہ خیال تسلی بخش تھا اور یہی ہوا بھی۔ ہم نہایت اطمینان سے کیلی بر سے دور ہوتے گئے۔ کسی سمت کا تعین ممکن نہیں تھا اس لئے یہ معاملہ تقدیر پر ہی چھوڑ دیا۔ کافی دیر تک ہم سنسنی کا شکار ہے اس لئے آپس میں کوئی گفتگو بھی نہیں کر سکے تھے۔ پھر جب کیلی بر کی آخر روشنی بھی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو ماجد نے کہا۔ ہاں اب آئندہ کا پروگرام بتاؤ۔" پروگرام..........؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"سمت کا تعین۔"

"ممکن نہیں ہے۔ جدھر جا رہے ہو چلتے رہو۔"

"کیا ہم ایروٹوس پہنچ سکیں گے؟"

"ممکن ہے دن کی روشنی میں کچھ نظر آجائے۔"

"تمہارے ذہن میں ایروٹوس تھا؟" ماجد نے پوچھا۔

"سچی بات یہ ہے کہ فریڈرک کے منہ سے ایروٹوس کا ذکر سن کر ہی میں نے ہیلی کاپٹر سے فرار کا منصوبہ سوچا تھا۔ ورنہ اس بیکراں سمندر میں ہیلی کاپٹر کا ایندھن ہمارا کہاں تک ساتھ دے سکتا تھا۔"

"یہ خطرہ تو اب بھی موجود ہے۔ ممکن ہے ہم کوئی صحیح سمت نہ اختیار کر سکیں۔"

"کوشش کریں گے۔ اس کے بعد جو بھی تقدیر میں ہو۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور ماجد گردن ہلانے لگا۔

سفر جاری رہا اور دن کی روشنی نمودار ہونے لگی۔ ہماری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ ایک تعین ہم نے ذہن میں قائم کر لیا تھا اور یہ جذبہ ہمارا معاون تھا۔ اس جذبے نے کبھی دھوکہ نہیں دیا تھا۔ سمندر کے انتہائی کنارے پر ایک شبہ سا ہوا اور ماجد نے مجھے اس کی طرف متوجہ کیا۔ میں اس کے اشارے کی سمت دیکھنے لگا اور پھر میں نے مسرت سے گردن ہلا دی۔ "ہمارا عزم ہماری تقدیر بن گیا ہے ماجد۔

بلاشبہ وہ زمین ہے۔ تم اس کے اوپر آسمان پر پرندے نہیں دیکھ رہے؟"

"اوہ' ہاں اب نظر آرہے ہیں۔" ماجد نے بھی خوشی سے بھرپور آواز میں کہا اور ہیلی کاپٹر کا رخ بدل دیا۔ ہمارے ذہنوں میں مسرتوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ جوں جوں اجالا پھیل رہا تھا زمین نمایاں ہوتی جا رہی تھی۔ پرندوں کے غول سمندر پر نکل آئے تھے اور ہمارا استقبال کر رہے تھے۔ کیلی بر کی طرف سے ابھی کسی کارروائی کا آغاز نہیں ہوا تھا۔

"فریڈرک نے ایک اور بات کہی تھی۔ شہاب۔" ماجد نے اچانک کہا..........

"کیا؟"

"اس نے کہا تھا کہ ایروٹوس پر دوسری الجھنیں بھی پیش آ سکتی ہیں۔"

"ہاں یہ کہا تھا اس نے۔"

"وہ الجھنیں کیا ہو سکتی ہیں؟"

"پتہ چل جائے گا۔ پریشانی کیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کامیابی پر دل مسرت سے دھڑک رہا تھا۔ ماجد بھی خوشگوار موڈ میں تھا۔ ہم ایروٹوس کی سرزمین پر پہنچ گئے۔ نیچے دیکھنے پر سرسبز درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ نظر آرہے تھے۔ کنارے کی ریت چمکدار تھی اور آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ ماجد نے جزیرے پر درختوں کے اوپر ایک چکر لگایا..........زیادہ دور تک جانا ہم نے پسند نہیں کیا تھا۔ نہ جانے کیا حالات پیش آئیں۔ ممکن ہے ہیلی کاپٹر دیکھ لیا جائے اور ہم فوراً" کسی مصیبت کا شکار ہو جائیں۔ ان ساری باتوں کو ذہن میں رکھنا تھا۔ سرسبز درختوں کے درمیان ساحل سے ہٹ کر ہم کوئی ایسی جگہ تلاش کر رہے تھے جہاں ہیلی کاپٹر ٹھہرایا جا سکے۔ لیکن جنگل اتنا گھنا تھا کہ کوئی مناب جگہ نظر ہی نہیں آرہی تھی۔ مجبوراً ہمیں ان جنگلات سے گزرنے کے لئے آگے بڑھنا تھا۔ اتنا طویل سلسلہ تھا درختوں کا کہ حیرت ہوتی تھی۔ بہرحال اس کے اختتام کے بعد پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا۔ اور پہلی مناسب جگہ نظر آتے ہی ہم نے ہیلی کاپٹر نیچے اتار دیا۔

ماجد نے ہیلی کاپٹر کی مشین بند کر دی اور پھر ہم دروازہ کھول کر نیچے اتر پڑے۔ عجیب و غریب علاقہ تھا۔ گھنا جنگل جہاں قدم قدم پر دلدلی قطعے انسانوں کو نگل لینے کے منتظر تھے۔ دلدلی علاقہ پہاڑوں کے درمیان پھیلا ہوا تھا۔ مغرب میں اونچی اونچی سرسبز پہاڑیاں دعوت نظارہ دے رہی تھیں اور ایک جانب کسی مخصوص قسم کے پھلوں کے

جھنڈ میلوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ سمندر کا یہاں سے دور دور تک نشان نظر نہیں آتا تھا۔ نہ جانے اس جزیرے پر کیسے لوگ آباد ہوں؟ ان کے بارے میں اندازہ لگانا خاصا مشکل کام تھا۔ سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ اس خوفناک لیکن سرسبز و شاداب قطعے میں قدرت نے حسن و جمال کا جو لازوال خزانہ بخش دیا تھا اس میں کسی انسانی وجود کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اگر اس جزیرے میں انسانی آبادی ہے بھی تو اتنی دور کہ یہاں سے اس کا تصور بھی نہ کیا جا سکے۔ بعض جگہ دلدلوں پر دھند چھائی ہوئی تھی۔ میں بغور اس علاقہ کا جائزہ لے رہا تھا اور ان سمتوں کا اندازہ لگا رہا تھا جہاں سے ہم آگے بڑھ سکتے تھے۔ تب میں نے گہری سانس لیکر ماجد کی طرف دیکھا۔ ماجد بھی انہی مشکلات کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔ "کیا خیال ہے شہاب' کیا ہم اس علاقے کو دنیا کا خوفناک ترین علاقہ نہیں کہہ سکتے؟"

"یہی اندازہ ہوتا ہے ماجد۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا کیا جائے؟" میں نے سوال کیا۔

اس پہاڑی علاقے کو عبور کرنا خاصا مشکل کام ہے۔ خاص طور سے یہ دلدلیں جن کے بارے میں ہمیں کوئی اندازہ نہیں ہے۔ بلکہ ہیلی کاپٹر سے یہاں تک آنا ایک لحاظ سے بہتر ہوا۔ اگر ہم ہیلی کاپٹر سمندر کے کنارے اتار دیتے اور وہاں سے ان جنگلات میں سفر کرنے کی کوشش کرتے تو زندگی محال تھی کیونکہ درختوں کے درمیان پھیلی ہوئی دلدلوں کا اندازہ لگانا ناممکن ہی تھا۔"

"بلاشبہ' لیکن کیا ہم اس میدان کو عبور کرنے کے لئے ہیلی کاپٹر استعمال نہیں کر سکتے؟" میں نے کہا۔

"کیا کہا جا سکتا ہے شہاب' ویسے سوچ لو میرا خیال ہے کیلی بر کی طرف سے اب کارروائی شروع ہو گئی ہو گی اور چونکہ فریڈرک کو یہ بات یاد ہو گی کہ اس نے ہم سے ایروٹوس کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ قرب و جوار میں ایروٹوس جزیرے کے علاوہ اور کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔ چنانچہ اگر کیلی بر سے ہمیں تلاش کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ لوگ اس جانب کا رخ کریں گے اور ہیلی کاپٹر با آسانی دیکھا جا سکتا ہے۔"

"بات تو ٹھیک ہے لیکن یہ دلدلی خطہ عبور کرنا خاصا مشکل کام معلوم ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے ہم مغرب کی ان پہاڑیوں کی جانب چلیں جو یہاں سے نظر آرہی ہیں۔ ممکن ہے اس کے بعد حالات کچھ بہتر ہوں۔"

"ٹھیک ہے' جیسا تم پسند کرو۔" ماجد نے کہا اور ایک بار پھر ہم ہیلی کاپٹر میں آبیٹھے۔ ماجد نے ہیلی کاپٹر کی مشین اسٹارٹ کی لیکن انجن گھوم کر رہ گیا۔ ماجد نے ہیلی کاپٹر کی مشین کا جائزہ لیا۔ ڈائل وغیرہ دیکھے اور دوبارہ کوشش کی۔ لیکن اس بار بھی ہیلی کاپٹر کا انجن جاگنے میں ناکام رہا تھا۔ تب ہماری نگاہ پٹرول ٹینک پر پڑی اور ماجد نے ہونٹ سکوڑ کر میری جانب دیکھا۔ "لیجئے فیصلہ ہو گیا۔"

"کیا مطلب؟"

"ذرا پٹرول میٹر کی جانب دیکھیں۔" ماجد بولا۔ اور میری نگاہ میٹر پر پڑی۔

"قدرت کو یہی منظور ہے کہ ہم یہاں سے پیدل سفر کریں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"لیکن ایک بات ضرور ہے شہاب۔" ماجد بولا۔

"کیا؟"

"پٹرول ٹینک بھرا ہوا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ ہم نے راتوں رات اتنا طویل سفر کر لیا ہے کہ پٹرول ختم ہو گیا۔ اگر کیلی بر سے ہیلی کاپٹر یہاں آنے کی کوشش کریں گے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کی درستگی میں خاصا وقت لگ جائے گا۔ بالفرض محال اگر انتہائی کوشش کر کے دو ایک دو ہیلی کاپٹر تیار کر بھی لیں گے تو وہ لوگ اتنا طویل سفر اتنی آسانی سے نہیں کریں گے۔ یہاں آنے کے بعد بھی انہیں ایندھن کی ضرورت تو ہو گی ہی۔ اس سلسلے میں وہ کیا کریں گے۔" ماجد نے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے واپسی کے لئے فالتو ایندھن کا بندوبست۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں میں یہ سوچ رہا ہوں کہ انہیں یہاں پہنچنے میں کافی وقت لگ جائے گا۔ فی الوقت ہمیں ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے اب جو کچھ بھی ہو لیکن ہیلی کاپٹر تو ناکارہ ہو ہی چکا ہے۔"

"آؤ پھر سفر کی ابتدا کریں۔" ماجد نے کہا اور ہیلی کاپٹر سے ہم نے پانی کا کولر اتار لیا۔ پانی اس وقت ہمارے لئے زیادہ اہم تھا۔ ماجد نے کولر اپنے ہاتھ میں اٹھایا۔ اور ہم دونوں چل پڑے۔

گرم دلدلوں سے بھاپ بلند ہو رہی تھی اور فضا میں حدت تھی۔ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑ رہا تھا۔ بہرحال ہم آگے بڑھتے رہے اور یہ خوفناک راستہ عبور کرتے رہے۔ پہاڑیوں کے نزدیک پہنچنے کا تصور بہت دلکش تھا۔ ہم نے راستے کی

صعوبتوں کو ذہن سے نکال دیا تھا۔ البتہ کبھی کبھی آسمان کی طرف ضرور دیکھ لیتے تھے۔ ویسے موسم بہت خوشگوار تھا۔ دھوپ نہیں نکلی تھی اور سورج ہلکے بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ راستے میں دو جگہ رک کر ہم نے پانی پیا۔ ابھی تک کوئی خاص تھکن نہیں تھی۔ پہاڑیاں نمایاں ہوتی جا رہی تھیں۔ ان میں ایک ڈھلان پر کھجوروں کے درختوں کے جھنڈ نظر آرہے تھے۔ خاصے بلند درخت تھے اور آہستہ آہستہ ہم ان کے نزدیک ہوتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ ہم ان درختوں کے نزدیک پہنچ گئے ماجد نے سر اٹھا کر دیکھا اور پیر سے جوتے اتار دیئے۔

"درخت پر چڑھو گے؟" میں نے پوچھا۔

"آہ یہ کھجوریں۔ اس حسین دوشیزہ کے سنہرے بدن سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ جسے ہم نے رات کو اس دیو کی بانہوں میں دیکھا تھا۔"

"گویا وہ تمہیں ابھی تک یاد ہے؟"

"زندگی کی پہلی لڑکی تھی جس نے دعوت دی تھی۔ ورنہ نہ جانے کیوں لڑکیاں ایک بار دیکھ کر دوبارہ دیکھنے کی زحمت نہیں کرتیں۔"

"یہ تم کسرِ نفسی سے کام لے رہے ہو۔"

"یقین کرو شباب۔ آج تک میرے ساتھ یہی ہوتا رہا ہے۔ بہرحال باقی گفتگو پیٹ بھرنے کے بعد ہو گی۔" ماجد نے کہا اور درخت پر چڑھنے لگا۔ کھجور کے سپاٹ درخت پر ماجد جس طرح چڑھا وہ قابل داد بات تھی۔ درخت ستر سے اسی فٹ کے درمیان بلند ہو گا۔ لیکن آن کی آن میں وہ اوپر پہنچ گیا اور پھر اس نے خود کو پھنسا لیا۔ کھجوروں کے پکے ہوئے خوشے توڑ توڑ کر اس نے نیچے پھینکنے شروع کر دیئے اور میں انہیں لپکتا رہا۔ کافی کھجوریں توڑنے کے بعد ماجد نیچے اتر آیا۔ انتہائی لذیذ کھجوریں تھیں۔ ہم جس قدر کھا سکے کھائیں اور اس کے بعد ماجد نے انہیں اپنی قمیض میں باندھ لیا۔ اس سے قیمتی شے اس وقت ہمارے پاس کچھ نہیں ہے" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب کیا خیال ہے' آرام کرو گے؟"

"ہاں یار۔ پیٹ میں کچھ پڑا ہے تو تھوڑا سا اضمحلال طاری ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے کھجوروں کے درختوں کے نیچے ہمیں دیکھا نہیں جا سکتا۔"

"تاہم نگاہ رکھی جائے۔ ہم اس بات کو نظر انداز نہیں کریں گے کہ وہ ایروٹوس

کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔"

میں نے گردن ہلا دی اور ایک مناسب جگہ تلاش کر کے ہم دراز ہو گئے۔ ماجد بھی خاموش تھا اور میرا دل بھی بات کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔

"کیوں نہ تھوڑی دیر سو لیا جائے؟"

"نیند آرہی ہے؟"

"بہت............یہ کمبخت کہاں پیچھا چھوڑتی ہے۔"

"لیکن دونوں کا سونا مناسب نہیں ہو گا ماجد!"

"تم جاگ سکتے ہو؟"

"ہاں۔ لیکن ٹھیک تین گھنٹے کے بعد میں تمہیں جگا دوں گا۔"

"منظور............" ماجد نے کہا اور کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔ واقعی سونے میں اسے کمال حاصل تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ میں جاگتا رہا کسی بھی آہٹ پر آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگتا تھا۔ گو ماجد سے وعدہ کیا تھا اور ذہن میں یہی خیال تھا کہ سونا مناسب نہیں ہے۔ لیکن آنکھیں جھپکنے لگیں۔ سناٹا اور خاموشی مدد دے رہے تھے۔ اور پھر ساری احتیاط رکھی رہ گئی۔ نہ جانے کب تک سوتے رہے تھے۔ پانی کی ہلکی ہلکی پھوار نے جگایا تھا۔ میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ ذہن احساس سے عاری تھا۔پانی کی پھواروں پر حیرت ہوئی اور پھر مزید حیرت ان درختوں کو دیکھ کر ہوئی۔ ماجد بھی کلبلا رہا تھا۔ بہرحال حواس بحال ہو گئے۔ ماحول یاد آگیا اور میں نے ماجد کو آواز دی۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

"کیوں مذاق کر رہے ہو یار!" وہ بڑبڑایا۔

"اٹھ جاؤ۔ ورنہ یہ مذاق شدید نہ ہو جائے۔"

"ایں؟" ماجد نے پھر آنکھیں کھول دیں۔ آسمان کی طرف دیکھا اور پھر آنکھیں ملنے لگا۔ "بارش ہو رہی ہے کیا؟"

"ہاں۔"

"تین گھنٹے پورے ہو گئے؟"

"شاید............" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ گھڑی میں چھ بجے تھے جس کا مطلب تھا کہ ہم پورے نو گھنٹے سوئے تھے۔ ماجد خود کو سنبھالنے لگا اور پھر اس کی نگاہ گھڑی پر جا پڑی۔ "ارے یہ گھڑی کو کیا ہوا؟"

"بند ہو گئی کیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، چل تو رہی ہے۔"

"کیا بج گیا؟"

"چھ............ چھ بجے ہیں۔"

"پورے نو گھنٹے سوئے ہو تم............" میں نے کہا اور ماجد نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں اور پھر اس کے چہرے پر تاسف کے آثار ابھر آئے۔" افسوس یار۔ مگر تم نے جگا کیوں نہیں دیا؟"

"بس میں نے سوچا کہ تمہاری نیند خراب نہ کروں۔"

"تمہاری تو بری حالت ہو گی۔"

"ہاں۔ مگر کیا کیا جائے۔"

"سو جاؤ۔ آؤ ذرا سی گھنی جگہ تلاش کر لیں۔" ماجد ہمدردی سے بولا۔ لیکن میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ "رہنے دو یار، اب تو بارش بھی شروع ہو گئی ہے۔ اس بارش میں کیسے سو سکوں گا۔ کھجوروں کے درخت اتنے گھنے بھی نہیں ہیں کہ ان کے نیچے بارش نہ پہنچ سکے۔ مجھے صرف یہ خطرہ ہے کہ اگر بارش تیز ہو گئی تو کیا کریں گے؟"

"ان حالات میں بھی کچھ کرنے کا تصور باقی رہ جاتا ہے۔ بس جیسے گزرے گی گزاریں گے۔ فکرمند ہونے کی بات نہیں ہے۔ ہاں یہ تو بتاؤ کیا تم سفر کرنے کے قابل ہو۔ نیند نے تمہاری بری کیفیت کر رکھی ہو گی۔ بہتر تو یہی ہے شہاب کہ اسی جگہ آرام کریں۔ ہاں اس دوران کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی؟"

"قطعی نہیں۔ قطعی نہیں۔ لیکن میں سونے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ کیا تمہیں بھوک نہیں لگ رہی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نو گھنٹے گزر چکے ہیں اور پھر کھجوریں ویسے بھی زود ہضم ہوتی ہیں۔ آؤ پہلے کچھ کھا لیا جائے۔" ماجد ابھی تک نیند کے سحر سے آزاد نہیں ہوا تھا۔ اس کا ذہن سویا سویا سا تھا۔ بہرصورت اس نے کولر سے پانی نکال کر ٹھنڈے پانی کے دو گھونٹ پیئے اور پھر ہم کھجوریں کھانے بیٹھ گئے۔"

بارش ابھی تک آہستہ آہستہ ہو رہی تھی۔ لیکن آسمان پر جس طرح بادلوں کے غول کے غول چھاتے جا رہے تھے۔ ان سے انداز ہوتا تھا کہ بارش ابھی تیز ہو گی۔ یوں

بھی شام جھک آئی تھی اور فضا میں اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔ ان حالات میں سفر کرنے کا تصور خاصا احمقانہ تھا۔ کیونکہ ہم ان علاقوں سے واقف بھی نہیں تھے اور جو کچھ دیکھ چکے تھے اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس پرخطر علاقے میں بلاخوف و خطر سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔

تھوڑی دیر تک ہم حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ بارش جس انداز میں ہو رہی تھی وہ ابھی تکلیف دہ نہیں تھا۔ چنانچہ ہم آگے بڑھنے کے لئے تیار ہو گئے۔

"اگر بارش تیز ہو گئی تو؟" ماجد نے تشویش سے کہا۔

"دیکھا جائے گا۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ آگے ہمیں درخت نہ ملیں اور پھر چڑھائی کا سفر اتنا آسان بھی نہیں ہے" ماجد نے کہا۔

"ممکن ہے کسی چٹان کی پناہ مل جائے۔"

"میں تو تمہاری وجہ سے کہہ رہا تھا۔"

"میں ٹھیک ہوں۔ چلو۔" میں نے جواب دیا۔ میں نے ماجد کو یہ نہیں بتایا تھا کہ میں بھی گھوڑے بیچ کر سو گیا ہوں۔ ہم پہاڑیوں کی بلندیاں طے کرتے رہے۔ بارش ابھی تک تکلیف دہ نہیں ہوئی تھی............ درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ اور ہم بھیگ رہے تھے۔ لیکن موسم خوشگوار تھا ماجد کے بدن پر تو قمیض بھی نہیں تھی۔ لیکن اس کے باوجود خنکی کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ مکمل تاریکی چھا گئی۔ ہم پہاڑیوں کی بلندیوں پر پہنچ چکے تھے۔ ویسے یہ سفر تکلیف دہ نہیں تھا۔ چڑھائی بہت آسان تھی۔ ہم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ دوسری طرف ڈھلان تھے۔ لیکن اس تاریکی میں ڈھلان پر اترنا خطرناک تھا اس لئے سفر ملتوی کر دیا گیا۔ تاریکی میں اب کوئی چیز نہیں نظر آ رہی تھی۔ ہم ایک سائے دار چٹان تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ چھوٹی سی چٹان تھی جو شاید ہماری منتظر تھی۔ اس کے نیچے ہمیں بارش سے پناہ مل گئی تھی۔ ہم سمٹ کر بیٹھ گئے۔ ماجد مجھ سے جڑا بیٹھا تھا۔ اگر زندہ بچ گئے تو یہ سفر ہمیشہ یاد رہے گا۔" تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"مجھے تو ایک اور خطرہ ہے ماجد۔"

"کیا؟"

"کہیں یہ جزیرہ غیرآباد نہ ہو۔"

"اور ممکن ہے لیکن یہ کس بنیاد پر کہہ رہے ہو؟"
"یہاں کا ماحول۔"
"ممکن ہے آگے جاکر ٹھیک ہو جائے۔ یہ ابتدائی علاقہ بھی ہو سکتا ہے جہاں انسانی قدم نہ آئے ہوں۔ ممکن ہے ہم اس کی غلط سمت اتر گئے ہوں۔"
"ہاں یہ ممکن ہے لیکن کچھ اور بھی ممکن ہے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔
"ممکن ہے یہ جزیرہ ایروٹوس ہی نہ ہو۔"
"اوہ..........." ماجد پرخیال انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ لیکن میں اس کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکا تھا۔ اگر ایسا ہوا تو خاصی مشکلات پیش آجائیں گی۔ شہاب۔ ظاہر ہے یہاں سے نکلنے کے لئے ہمارے پاس کوئی بندوبست نہیں ہے۔ ہیلی کاپٹر اس لحاظ سے بے کار ہو چکا ہے کہ اس میں ایندھن بالکل موجود نہیں ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ آخر کون سا علاقہ ہے؟"

"اس کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں ماجد۔ ہم جتنا سفر طے کر چکے ہیں اس کے بارے میں ہمیں کوئی علم ہی نہیں ہے۔ ویسے مجھے فریڈرک کے الفاظ یاد ہیں۔ اس نے کہا تھا کہ ہم یورپ کے علاقے میں سفر کر رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ ہم کسی ایسے خطے میں ہوں جو جزائر کا خطہ کہلاتا ہو اور یہ جزیرہ انہی جزائر میں سے کوئی ویران جزیرہ ہو۔"

"بہرحال زندگی حرکت کا نام ہے۔ چلتے رہیں گے۔ کہیں نہ کہیں تو پہنچیں گے۔ اور اگر کہیں نہ پہنچ سکے تو پھر اسی جزیرے پر جانوروں کی طرح زندگی گزار کر اختتام تک پہنچ جائیں گے۔" ماجد نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرانے لگا۔
جوں جوں رات گزرتی جا رہی تھی بارش تیز ہو رہی تھی اور پھر موسلادھار بارش ہونے لگی۔ چھوٹی سی چٹان بہتر سائبان نہیں تھی۔ لیکن بہرحال تھوڑی بہت بچت ہو رہی تھی۔ اب بادل گرجنے لگے تھے اور بجلی بھی چمکنے لگی تھی۔ تیز بارش کے ساتھ موسم میں کسی قدر ٹھنڈک بھی ہو گئی تھی۔ ہمارے بھیگے ہوئے بدن ہواؤں کا اثر قبول کر رہے تھے۔ ماجد مجھ سے کچھ اور جڑ کر بیٹھ گیا۔ "تم قمیض پہن لو ماجد۔ سرد ہوا بدن سے ٹکرا رہی ہو گی۔"
"قمیض سے بھی کیا فرق پڑے گا؟"

"تھوڑی بہت تو بچت ہو ہی جائے گی۔"
"اور کھجوریں؟"
"انہیں یوں ہی رکھ لیتے ہیں؟"
"نہیں شہاب صاحب۔ اس وقت یہ بہت قیمتی ہیں۔ میں سمندر کے وہ چند روز نہ بھول سکوں گا جو بھوکے پیاسے گزارنے پڑے اور پھر قمیض گندی بھی ہو رہی ہے۔ کھجوروں کا شیرا اس سے چپک گیا ہے۔"
میں خاموش ہو گیا۔ بارش طوفانی انداز اختیار کر گئی تھی۔ ہم خاموش بیٹھے بادلوں کو دیکھ رہے تھے۔ پھر جب یہ خاموشی طویل ہو گئی تو ماجد نے کہا۔
"ویسے کیلی بر والوں کے بارے میں حیرت ہے۔"
"کیوں؟"
"غور کرو ماجد تم ہم ان لوگوں کے لئے اس قدر اہم بھی نہیں ہیں۔ ظاہر ہے ہم سے انہیں کیا خطرہ درپیش ہو سکتا ہے۔ اپنے مشن میں تو وہ ناکام ہی رہے ہیں۔"
"ہاں پھر بھی...........اور ہینڈرک...........نہ جانے اس نے بیچارے فریڈرک کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو۔"
"کیوں' فریڈرک کے ساتھ اس نے کوئی غلط سلوک کیوں کیا ہو گا؟"
"بھئی ظاہر ہے فریڈرک کی وجہ سے اسے خاصے نقصانات پہنچے ہیں وہ تو سمندر میں ایک دوسرے ہی مشن پر تھا۔ یہ سب کچھ تو اس کے لئے غیر متعلق کام تھا۔ اگر فریڈرک اس انداز میں اس کے پاس نہ پہنچتا تو بھلا ہینڈرک کو کیا پڑی تھی کہ وہ ایسی مصیبتوں کا شکار ہوتا۔ اول تو اس کا ایک جہاز ڈوب گیا۔ پھر ہم نے اس کے آٹھ ہیلی کاپٹر ختم کر دیئے۔ ظاہر ہے ان کی مرمت میں بھی خاصا وقت لگ جائے گا۔ اور اس دوران اس کی ساری کارروائی معطل ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے فریڈرک سے پہلے ہی کہا تھا کہ ہم دونوں کو قتل کر دیا جائے کیونکہ ہم ایک بیکار شے کی حیثیت سے جہاز پر موجود تھے۔ لیکن فریڈرک ہی نے اسے روکا تھا اور ہماری مدد کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس مدد کا خمیازہ اسے بھگتنا ہی پڑ جائے گا۔"
"نہیں ماجد میرا خیال ہے فریڈرک بھی اپنے طور پر ایک اہم حیثیت کا مالک تھا' ورنہ ہینڈرک اسے کسی سلسلے میں مجبور بھی کر سکتا تھا۔"
"خیر ہمیں ان باتوں سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میں تو اب یہ سوچ رہا ہوں کہ وہ

لوگ ہماری طرف سے غافل ہی ہو گئے ہیں۔"

"ممکن ہے.......... لیکن ہمیں یہ سارے معاملات نظرانداز بھی نہیں کرنے چاہئیں۔ کچھ فیصد خطرے کا احساس رکھا جائے۔ البتہ میں بے چارے فریڈرک کے لئے تھوڑا سا افسردہ ضرور ہوں۔"

"کیوں؟"

"بھئی میں پھر وہی بات کہوں گا کہ اس نے بے غرض ہم لوگوں کی مدد کرنے کی کوشش کی تھی اور ماجد کسی کو اس طرح نظرانداز کرنا مناسب نہیں ہوتا۔"

"ان حالات میں بھی تم ایسی باتیں کر رہے ہو شہاب؟"

"حالات کچھ بھی ہوں زندگی کے کچھ اصول ضرور ہونے چاہئیں۔ اگر مجھے کبھی موقع مل گیا تو میں فریڈرک کا یہ احسان چکانے کی ضرور کوشش کروں گا۔" میں نے کہا۔

بارش اسی زور و شور سے جاری تھی۔ اور اب ہمارے بدن کانپنے لگے تھے۔ اردگرد کا سیاہ منظر بے حد خوفناک تھا۔ کبھی بجلی چمکتی تو پہاڑوں پر بہتا پانی ہمیں صاف نظر آتا جو تیز دھاروں کی شکل میں گہرائیوں کی طرف جا رہا تھا۔ پانی کی آواز بھی کافی تیز تھی۔

نہ جانے کس طرح رات گزاری گئی۔ پھر صبح کی روشنی پھوٹنے لگی۔ اعضاء کا اضمحلال نمایاں تھا۔ تیس گھنٹے سے بھی زیادہ گزر چکے تھے اور ہم مسلسل جدوجہد میں مصروف تھے۔ ماجد نے دسترخوان بچھا دیا۔ اور تیسری بار کھجوریں کھا کر ہم کسی حد تک تازہ دم ہو گئے۔ بارش ابھی تک نہیں رکی تھی اور اسی زور و شور سے جاری تھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر پانی پیا اور پھر جل تھل علاقے کو دیکھنے لگے۔ "اب کیا پروگرام ہے؟" ماجد نے پوچھا۔

"بارش کے رکنے کا انتظار کریں گے؟" میں نے کہا۔

"آسمان تو کہہ رہا ہے کہ بارش شاید اب کبھی نہ رکے۔ میرے خیال میں ہمیں نیچے اتر کر کوئی اور محفوظ قیام گاہ تلاش کرنی چاہئے۔ ممکن ہے گہرائیوں میں کوئی عمدہ غار مل جائے۔ ورنہ دوسری رات کی سردی برداشت نہیں ہو سکے گی۔"

میں نے گردن ہلا دی اور ہم اپنی جگہ سے نکل آئے۔ چٹان کا مختصر سائبان چھوڑ کر ہم مغرب کے رخ پر تیزی سے نیچے اترنے لگے۔ ڈھلوان پھسلوان تھے اور ان پر

قدم جما کر اترنا پڑ رہا تھا۔ لیکن ہم دونوں ایک دوسرے کو سہارا دیئے ہوئے تھے۔ لیکن دفعتاً" ایک پتھر پر جوں ہی میں نے پاؤں جمایا پتھر نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن ماجد نہیں سنبھل سکا تھا اس کا وزن بھی میرے اوپر آپڑا اور ہم دونوں نوکیلے پتھروں پر پھسلتے ہوئے نیچے گرنے لگے۔

زندگی بار بار موت کے نزدیک سے گزر رہی تھی۔ پتھریلے پتھروں نے ہمارے سروں میں زخم ڈال کر ہمیں ہوش وحواس سے بیگانہ کردیا۔ اس کے بعد ہماری آنکھ کسی وحشی قبیلے کے درمیان کھلی تھی۔ ہمارے جسم رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ ان خوفناک لوگوں کو دیکھ کر ہماری روح قبض ہونے لگی۔ ماجد نے اس وقت دور کی سوچی۔

"کیوں نہ ہم مرجائیں۔"

"کیا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"اس وقت ہماری زندگی ان کے لئے باعث دلچسپی ہوسکتی ہے لیکن ہمارے مردہ جسم ان کے لئے بیکار ہوں گے۔ میں ماجد کی بات پر غور کرنے لگا۔ پھر میں نے اس سے اتفاق کرلیا۔ اس کے بعد وحشیوں کو ہمارے بے جان جسم ملے اور ہمیں اپنے منصوبے میں کامیابی حاصل ہوگئی۔ انہوں نے اپنی رسم کے مطابق ہمارے بے جان جسم ایک غار میں پہنچادیئے۔ جہاں ہمارے بہت سے بھائی بند یعنی سوکھے ہوئے انسانی ڈھانچے موجود تھے۔ بہرحال یہ زندگی اس موت سے بہتر تھی جو قبیلے کے ہاتھوں ہمیں حاصل ہوتی۔ یہ غار آبادی سے بہت دور تھے۔ اطراف میں جنگل بکھرے ہوئے تھے چنانچہ درختوں کے کچھ کھوکھلے تنے ہمارے کام آئے اور ان تنوں سے کشتی تیار کرکے ایک بار پھر سمندر کا رخ کیا۔ موت کا سفر پھر سے جاری ہوگیا۔ پھر ایک دن جب ہم بھوک پیاس سے نڈھال موت کے قہقہے سن رہے تھے۔ کہ زندگی نے دوبارہ آواز دی اس بار زندگی ایک ہیلی کاپٹر کی شکل میں تھی اور اس ہیلی کاپٹر نے ہمیں ایک جہاز پر پہنچایا جو شاہ کائی لُس کے حامیوں کا جہاز تھا۔ جہاز کا کپتان ڈیوس ایک مہربان شخص تھا اس نے ہمیں خوشخبری سنائی کہ ڈاکٹر برہان ایک جزیرے پر موجود ہے۔ پھر ہماری درخواست پر ہمیں جزیرے پر پہنچا دیا گیا۔ جہاں ڈاکٹر برہان نے ہمیں گلے لگایا تھا۔

"زندگی اگر موت سے دوستی نہ رکھے تو بے مقصد ہوتی ہے۔ ویسے تمہیں یہ سن کر افسوس ہوگا کہ شاہ کائی لُس کو معزول کرکے کسی نامعلوم جگہ قید کردیا گیا ہے۔"

"اور اس کے مخالف؟"

"وہ حکمران بن چکے ہیں"

"تب تو یہ کھیل ختم۔"

"کھیل ایسے ختم نہیں ہوتے۔" ڈاکٹر برہان نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ہمیں اس نئی حکومت کو ختم کرنا ہے' میں تمہاری ملاقات ایک اہم شخص سے کرانا چاہتا ہوں۔"

"وہ کون ہے؟"

"ایک انقلابی' جس کا ہمیں ساتھ دینا ہے۔" ڈاکٹر برہان نے کہا۔

سفید فام مسٹر گولف سے ہمارا تعارف کرایا گیا۔ یہ ایک نرم خو لیکن سرگرم انسان تھا۔ "ہماری طرف سے تیاریاں مکمل ہیں ڈاکٹر برہان۔ آپ کی ہدایات کا انتظار ہے" اس نے پر اخلاق لہجے میں کہا۔

"شکریہ مسٹر گولف۔ آج رات گیارہ بجے ہم تیار ہوں گے۔" ڈاکٹر برہان نے جواب دیا اور اس کے بعد سب لوگ منتشر ہو گئے۔ ڈاکٹر برہان نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ "گو یہ سب کچھ جلد بازی میں ہوا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ تم بددل نہ ہوئے ہو گے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ حسب معمول تم اس مہم کے انچارج رہو گے۔"

"آپ جانتے ہیں ڈاکٹر مجھے صرف کام سے دلچسپی ہے۔" میں نے کسی قدر خشک لہجے میں جواب دیا۔

"پچھلی بار کچھ افراتفری کی کیفیت رہی۔ اس لئے ہمیں بہت سی الجھنیں پیش آئیں۔ لیکن اس بار میں چاہتا ہوں کہ لائحہ عمل طے ہو جائے۔"

"ہاں ڈاکٹر یہ ضروری ہے۔" میں نے جواب دیا۔

شاہ کائی لُس زندہ ہے اور ان لوگوں کی قید میں ہے۔ کائی لُس کے دشمنوں نے اس کے خلاف سازش کرکے حکومت تو بدل لی ہے۔ لیکن ان کا اصل کام ابھی باقی ہے۔ یعنی پرنس بورٹو۔ اگر پرنس بورٹو زندہ رہاتو وہ لوگ کامیابی سے حکومت نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ کسی بھی وقت کوئی سازش متوقع رہے گی۔ وہ لوگ شاہ کائی لُس کو فوراً قتل کر دیں گے۔ اگر انہیں بورٹو کی موت کی اطلاع مل جائے۔ لیکن جب تک

بور ٹو زندہ ہے وہ شاہ کو قتل کرنے کا خطرہ مول نہیں لیں گے۔ کیونکہ ملکی قوانین کے تحت اس وقت کوئی دوسرا حکمران برسراقتدار نہیں آسکتا۔ جب تک پرانے حکمرانوں کے خاندان یا وارث میں سے کوئی نہ رہے۔ اگر ان قوانین کی خلاف ورزی ہوئی تو پورا ملک آتش کدہ بن جائے گا اور چاروں طرف آگ و خون کے سوا کچھ نہ رہے گا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں ڈاکٹر گویا وہ کائی ٹس کو صرف اس لئے زندہ رکھے ہوئے ہیں کہ اگر کسی وقت پرنس بور ٹو منظرعام پر آجائے تو کائی ٹس کی موت کی ذمہ داری ان پر عائد نہ ہو" میں نے کہا۔

"بیشک ان حالات میں وہ کبھی حکومت نہیں کر سکیں گے اور وہ مغربی ملک اس سے زیادہ دھاندلی اس لئے نہیں کر سکتا کہ براہ راست اس دوسرے بڑے ملک کی دشمنی مول نہیں لینا چاہتا۔"

"بالکل ٹھیک ڈاکٹر۔"

گویا تم اس قدر تو صورتحال کو سمجھ گئے۔ باقی تفصیلات یوں ہیں کہ پرنس بورٹو سمیت تم سب میرین کے ذریعے ڈیمن تک جاؤ گے جس علاقے میں تمہیں اتارا جائے گا وہ غیرآباد ہے اور دشوار گزار بھی۔ اس لئے اسے محفوظ تصور کیا گیا ہے۔ تمہیں علاقے کا نقشہ مہیا کیا جائے گا اور ڈیمن کے پر خطر راستے سے گزر کر تم مورگیٹے کی ایک بستی میں داخل ہو جاؤ گے۔ کسی طور اس بستی سے گزر کر تم آگے بڑھو گے وہاں سے برجیٹا تمہاری رہنما ہو گی۔ وہ تمہیں ایسے لوگوں کے درمیان لے جائے گی جو وہاں کے حالات سے واقف ہیں اور مددگار لوگوں میں سے ہوں گے۔ پرخطر راستوں کے لئے تم ضروریات کا تعین کر لو۔ تمہیں آج ہی رات نقشہ فراہم کر دیا جائے گا؟"

ڈاکٹر برہان خاموش ہو گیا۔

"بہتر ہے ڈاکٹر۔ میں نقشہ دیکھنے کے بعد ہی ضروریات کا اظہار کر سکوں گا۔"

میں نے جواب دیا اور ڈاکٹر نے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص آگیا جسے ڈاکٹر نے مجھ سے گفتگو کے بعد طلب کیا تھا۔ اور اس شخص نے مجھے ڈیمن کے علاقے کے بارے میں تفصیل بتانی شروع کر دی۔ یہ غیر ملکی تھا اور اس کا نام بیننتھم تھا۔

"یوں لگتا ہے جیسے تم نے مفصل طور پر اس علاقے کا دورہ کیا ہوا۔" میں نے اس سے کہا۔

"یہ حقیقت ہے جناب۔ میں ایک بار اس خوفناک جنگل میں پھنس گیا تھا۔ بس زندگی تھی کہ بچ نکلا ورنہ موت تو قدم قدم پر تھی۔"

"کیوں نہ اس بار بھی تم ہمارے ساتھ سفر کرو بیننتھم؟" میں نے کہا۔

"مجھے اعتراض نہیں ہے اگر ڈاکٹر برہان پسند کریں۔"

"نہیں شہاب۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ بس یہی پالیسی چل رہی ہے۔ ہمارے دوست براہ راست اس سلسلے میں ملوث نہیں ہو رہے۔ کیونکہ اس شکل میں دو بڑے ملکوں میں ٹھن جائے گی۔ جو بہت بڑا خطرہ ہے۔" ڈاکٹر برہان نے دخل دیا۔

"میں نے مذاقاً یہ بات کہی تھی ڈاکٹر!" میں نے جواب دیا اور بیننتھم وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ڈاکٹر برہان بولا۔ "دوسرا مددگار ملک ہر طرح ہمارے ساتھ تعاون کر رہا ہے۔ اس نے اس مہم کے لئے خصوصی اسلحہ تیار کیا ہے جو اب سے "تھوڑی دیر کے بعد تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ تمہیں بہت بڑا اعزاز حاصل ہو رہا ہے شہاب! اس مہم کے انچارج کی حیثیت سے تم نہ صرف مورگیٹے کے بلکہ اس ملک کے بھی لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے کے مالک ہو گے اور دونوں ملکوں کی آرمی تمہارے احکامات کی پابند ہو گی!!"

میں نے تھوڑی دیر کے لئے تنہائی طلب کی اور پھر نہایت باریک بینی سے اس نقشے کا جائزہ لیا جو کچھ مجھے بیننتھم نے بتایا تھا وہ بے حد خوفناک تھا۔ لیکن میں منفرد انسان ہوں۔ جب تک بزم میں رہوں ہنگامہ آرائی سے بھاگتا ہوں۔ برے حالات سے بچتا ہوں۔ لیکن جب رزم کی نوبت آجائے تو پھر خطرات میرے لئے غیراہم ہوتے ہیں۔ چنانچہ میں نے صرف حفاظتی انتظامات پر توجہ دی تھی۔

حالانکہ ایسے تھے کہ اب ڈاکٹر برہان پرنس بورٹو کو اپنی تحویل میں بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس کا ہمارے ساتھ جانا ضروری تھا۔ اس لئے سب سے اہم مسئلہ پرنس بورٹو کی حفاظت کا تھا۔ تقریباً دس بجے میرا طلب کردہ اسلحہ پہنچ گیا۔ انتہائی ہلکی لیکن انتہائی سبک اسٹین گنیں، ان کا ایمونیشن، کچھ دستی بم جو چھوٹے سائز کے تھے اور ایسی ہی دوسری چیزیں جو میں نے ضروری خیال کی تھیں۔ لیکن جس معیار کا اسلحہ ہمیں دیا گیا تھا وہ میری توقع سے کہیں بلند تھا۔ اسلحہ لانے والے مسٹرا ینڈی دل نے مجھے اس کے بارے میں مکمل تفصیلات بتائی تھیں اور میں نے اس اسلحے کی کافی تعریف کی تھی۔

رات کے تقریباً پونے گیارہ بجے مسٹر گولف ہمارے پاس پہنچ گئے۔ ڈاکٹر برہان نے باقی لوگوں کو بھی طلب کر لیا تھا اور ان میں پرنس بورٹو' برجیٹا' شارق' ماجد' فیضان اور میں شامل تھے۔ ہمارے علاوہ دو افراد اور بھی تھے جو کسی غیر ملک سے تعلق رکھتے تھے۔ گویا کل آٹھ افراد اس مہم میں شریک تھے۔ ڈاکٹر برہان نے مسٹر گولف سے خصوصی گفتگو کی اور اس کے بعد ہمیں گولف کے ساتھ جانا پڑا۔

رات کی تاریکی میں جھینگروں کی آواز شامل تھی۔ ماحول بڑا عجیب سالگ رہا تھا۔ مہم پر روانہ ہوتے وقت ہم عجیب سی کیفیت محسوس کر رہے تھے۔ ہمارا وہ سامان جو ہمیں خصوصی طور پر ساتھ لے جانا تھا شاید پہلے ہی سب میرین میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اس وقت ہمارے پاس اسلحے کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔

مسٹر گولف ہمیں لے کر سمندر کے نزدیک پہنچ گئے۔ رات کی تاریکی میں سفید سفید موجیں عجیب محسوس ہو رہی تھی۔ نجانے دوسروں کی ذہنی کیفیت کیا۔ بہرحال میں ہلکی سی سنسنی ضرور محسوس کر رہا تھا۔ حالانکہ مہمات پر روانہ ہونے کا یہ کوئی نیا موقع نہیں تھا۔ اس سے قبل بھی لاتعداد ایسے واقعات پیش آچکے تھے۔ مگر نہ جانے کیوں ڈیمن کے جنگلات کے بارے میں جو تفصیلات ہم نے سنی تھیں انہوں نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس چھوٹے سے اسٹیمر کے پاس پہنچ گئے جو ساحل کے نزدیک موجود تھا۔ ہم سب اس میں سوار ہو گئے۔ ہماری رہنمائی مسٹر گولف کر رہے تھے۔ ایک عجیب سی کیفیت جسے میں کوئی نام نہیں دے سکتا ہم سب پر طاری تھی۔ اسی کیفیت میں اسٹیمر میں بیٹھ کر ہم سب میرین کی طرف روانہ ہو گئے۔

سیاہ رنگ کی آبدوز سطح سمندر پر کسی بڑی مچھلی کی طرح نظر آرہی تھی اور چند افراد ہماری آمد کے منتظر تھے۔ اسٹیمر آبدوز کے نزدیک پہنچا اور پھر تھوڑی دیر بعد ہم آبدوز میں منتقل ہو گئے۔ یہاں ہمارا استقبال مسٹر وول نے کیا جو ایک معمر لیکن تندرست و توانا آدمی تھا۔ بے حد ہنس مکھ اور خوش مزاج۔ مسٹر گولف نے مہم کے انچارج کی حیثیت سے میرا تعارف کرایا اور میں نے اپنے بقیہ ساتھیوں کا۔ مسٹر گولف کو بھی ہمارے ساتھ ڈیمن تک جانا تھا۔ تاکہ ہمارے وہاں پہنچ جانے کی اطلاع براہ راست دے سکیں۔

آبدوز سمندر میں بیٹھنے لگی۔ ابتداء میں مسٹر وول آبدوز کے عملے کو ہدایات دینے

میں مصروف رہے اور پھر ہمارے نزدیک آبیٹھے۔ پر تکلف مشروبات سجا دیئے گئے تھے۔ ان کی چسکیاں لیتے ہوئے ہم آپس میں اس مہم کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔

"مجھے براہ راست کسی مہم میں حصہ لینے کا موقع نہیں ملا لیکن سمندر کی زندگی اور خاص طور پر سمندر میں جاسوسی کا مشن بھی بے حد سنسنی خیز ہوتا ہے اور میں اکثر یہ کام کرتا رہتا ہوں۔ آپ لوگوں کی زندگی تو ایسی مہمات سے پر ہو گی؟" مسٹر وول نے پوچھا۔

"ہاں۔ ہمیں اکثر خطرناک حالات سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"جب آپ بوڑھے ہو جائیں گے مسٹر شہاب تو آپ کے بچوں کے لئے آپ کے پاس بہت کچھ ہو گا۔ آپ انہیں اپنی زندگی کے واقعات سنایا کریں گے اور وہ آپ کو اپنا ہیرو تسلیم کر لیں گے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "کیا کہا جا سکتا ہے مسٹر وول' ممکن ہے' بوڑھے ہونے کا موقع ہی نہ ملے۔"

"اوہ۔ یہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ زندگی کسی بھی شعبے سے متعلق ہو خطرات اور حادثات سے دوچار تو ہوتی رہی رہتی ہے۔ لیکن بہرصورت ہم ایک بہتر مستقبل کی طرف امید رکھتے ہیں۔" مسٹر وول نے جواب دیا۔

"بے شک۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ مسٹر وول بہت دلچسپ آدمی تھے۔ سفر طے ہوتا رہا اور کوئی ناخوشگوار احساس نہ ہو سکا۔ مسٹر وول نے اپنی سمندری زندگی کے دوچار واقعات سنائے تھے جو مختصر مگر بے حد دلچسپ تھے۔ ہم سب ہی اس گفتگو سے محظوظ ہو رہے تھے۔ البتہ برجیٹا اور پرنس بورٹو متفکر اور خیالات میں کھوئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس گفتگو میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ میں نے پرنس بورٹو کے اندر بڑی تبدیلی محسوس کی تھی۔ اس سے قبل جب وہ ان معاملات میں نہیں پڑا تھا' میری اس سے ملاقات ہوئی تھی تو وہ خاصا دلچسپ اور ہنس مکھ نوجوان محسوس ہوا تھا۔ لیکن اب وہ تفکر میں گھرا ہوا تھا۔ اقتدار بھی کیا بری چیز ہے انسان اپنی اصلیت کھو بیٹھتا ہے۔

"راستے میں کوئی قابل ذکر واقعہ یا حادثہ پیش نہیں آیا اور آبدوز سکون سے اپنا سفر طے کرتی رہی۔ نہ جانے کتنا وقت گزرا۔ غالباً صبح ہو چکی تھی جب مسٹر وول کو کچھ

پیغامات موصول ہوئے اور مسٹر وول ہم سے معذرت کرکے اٹھ گئے۔ وہ خود بھی نہیں سوئے تھے اور ہمیں بھی نہیں سونے دیا تھا اور اب سونے کا موقع بھی نہیں تھا۔ ہمیں اپنے سفر کا آغاز بڑی مستعدی سے کرنا تھا۔ اس لئے ہم نے خود کو خاص طور سے چاق و چوبند رکھا تھا۔

مسٹر وول تقریباً پندرہ منٹ کے بعد واپس آئے اور انہوں نے آکر اپنی دانست میں ہمیں خوشخبری سنائی۔ "ہم بغیر کسی حادثے کے مطلوبہ جگہ پہنچ چکے ہیں۔"

"اوہ............ کیا ڈیمن قریب آگیا ہے؟"

"ہاں' اتنا قریب کہ بس چند منٹ کے بعد آبدوز کی رفتار سست ہو جائے گی اور اس کے بعد وہ سطح پر ابھر آئے گی۔" مسٹر وول نے جواب دیا اور پھر انہوں نے ہماری بہتری کی خواہش ظاہر کی۔ ہم سب تیار ہو گئے تھے۔ سفری تھیلے جو بے حد ہلکے اور ایسے سامان سے پر تھے جن کا وزن زیادہ نہ ہو ہم نے اپنے شانوں پر کس لئے۔ دوسری تمام چیزیں احتیاط کے ساتھ رکھ لی گئی تھیں۔ تمام لوگ حالانکہ رات بھر کے جاگے ہوئے تھے لیکن ان کے چہروں سے تھکن کے آثار نہیں ظاہر ہو رہے تھے۔ سب کے اندر ایک لگن کام کر رہی تھی اور سب مستعد تھے۔ مجھے ابھی تک اپنے ساتھیوں سے گفتگو کرنے کا موقع نہیں ملا تھا کہ میں ان کے تاثرات جان سکتا۔ لیکن اتنا تو مجھے معلوم تھا کہ ایسے موقعوں پر میرے ساتھی انتہائی چست و چالاک ہوتے ہیں اور ان کے ذہنوں میں کوئی تردد نہیں ہوتا۔

بالآخر آبدوز رک گئی اور پھر وہ سطح پر ابھرنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ عمل ختم ہو گیا اور مسٹر وول ہمیں ساتھ لیکر اوپر پہنچ گئے۔ اجالا پھیل چکا تھا۔ آسمان پر سمندری پرندوں کی قطاریں گشت کر رہی تھیں۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ڈیمن کا گھنا جنگل نظر آرہا تھا۔ بلند و بالا درخت گویا ایک دوسرے سے الجھے ہوئے تھے۔ ساحل پر چٹانی دیواریں کھڑی ہوئی تھیں جن پر سیاہ کائی جمی ہوئی تھی۔ یہ ایک خوفناک منظر تھا جسے دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا جا سکتا تھا۔ ڈیمن کا پہلا ناقابل عبور حصہ۔

مسٹر وول نے ہمارے تاثرات پڑھنے کی کوشش کی اور بولے۔ "اس جزیرہ نما کے تمام ساحل یکساں ہیں اور یہ چٹانیں سب سے آسان جگہ تصور کی جاتی ہیں۔ کیونکہ بعض سمتوں میں ان کی بلندی پانچ سو فٹ سے بھی زیادہ ہے۔"

ساحل تک پہنچنے کے لئے ہمیں پانی سے گزر کر جانا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں' اس کے لئے ربڑ کی کشتیاں موجود ہیں جو ابھی پہنچ جائیں گی۔"

"تب میرا خیال ہے ہمیں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ روشنی پھوٹ چکی ہے۔" میں نے کہا اور مسٹر وول نے گردن ہلا دی۔ ربڑ کی تین چھوٹی کشتیاں اوپر پہنچ گئیں اور ان میں ہوا بھری جانے لگی۔ ایک کشتی میں دو افراد سفر کر سکتے تھے۔ کشتیاں پانی میں اتریں تو بر جیٹا میرے ساتھ آبیٹھی۔ اوپر کھڑے لوگوں نے ہمیں خدا حافظ کہا تھا۔ پورٹو فیضان کے ساتھ تھا۔ ماجد اور شارق ساتھ بیٹھے تھے۔ یوں بھی مجھے معلوم تھا کہ وہ ملک اپنے کسی آدمی کو براہ راست اس سلسلے میں ملوث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ دوسرے ملک سے جو کائی ٹس کا مخالف تھا کوئی ایسا جھگڑا مول لینے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اب ہم صرف چھ افراد تھے جنہیں ان خطرات سے نمٹنا تھا۔ کشتیاں چٹانوں کی جانب چل پڑیں۔ بر جیٹا میرے ساتھ کشتی کھینچنے میں برابر کی شریک تھی۔ چٹانوں کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے کہا۔

"میں جب بھی تمہارے بارے میں غور کرتی ہوں عجیب احساسات کا شکار ہو جاتی ہوں شہاب!"

"کیوں مادام بر جیٹا؟"

"میں سوچتی ہوں کیسا انوکھا وقت تھا جب تم سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ میرے ذہن میں اس وقت یہ سب کچھ نہیں تھا۔ بس وہ اتفاق ہی تھا کہ میں تمہیں اپنے ساتھ لے آئی تھی۔ لیکن بعض اوقات اتفاقات عجیب کہانیوں کو جنم دیتے ہیں۔ آج تم اس مقصد کے سب سے بڑے ساتھی ہو جو صرف ہماری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔"

"ہاں مادام............ ہم اتفاقات کو نظرانداز نہیں کر سکتے جن کا ہماری زندگی سے گہرا رابطہ ہوتا ہے۔"

"تمہیں تو اس سلسلے میں سب سے زیادہ پریشانیاں اٹھانی پڑی ہیں۔"

"آپ کو تو اب میرے بارے میں سب کچھ معلوم ہو ہی چکا ہے۔ آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ پریشانیاں ہمارے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔"

"بیشک تم لوگوں نے ہم پر جو کرم کیا ہے کاش ہم کبھی اس کا بدلہ چکانے کے

قابل ہو سکیں۔"

"ہر کام کا بدلہ نہیں چکایا جاتا۔ آپ کا مشن اب ہمارا مشن بن چکا ہے۔ میں نے کہا اور برجیٹا ممنونیت کے جذبات سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس دوران' میں گفتگو تو برجیٹا سے کرتا رہا تھا لیکن میری پوری توجہ ان چٹانوں کی جانب مبذول تھی جو اب نزدیک آتی جا رہی تھیں۔ یہ چٹانیں سینہ تانے کھڑی ہوئی تھیں جن کا رنگ ہزارہا سال کی گردش لیل و نہار کے باعث گہرا سیاہ پڑ چکا تھا اور جنہیں دیکھ کر ہیبت طاری ہوتی تھی۔ سفید موجیں ان چٹانوں سے ٹکرا کر دو دور تک جھاگ بکھیر رہی تھیں۔

برجیٹا بھی اب خاموش ہو کر ان چٹانوں کو دیکھنے لگی تھی۔ چند ساعت تک خاموش رہنے کے بعد اس نے خوف بھری آواز میں کہا۔ "شہاب' ہم ان چٹانوں کو عبور کس طرح کریں گے؟ ان پر چڑھنا تو ناممکن ہے۔ کائی کی وجہ سے ان پر اتنی پھسلن ہو گی کہ قدم جمانا کسی طور ممکن نہ ہو گا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم کشتیوں کے ذریعے رخ بدل کر کوئی آسان راستہ تلاش کریں؟"

"آپ مسٹر ودل کی بات شاید بھول رہی ہیں مادام برجیٹا۔ انہوں نے کہا تھا کہ راستے کے لئے اس سے آسان جگہ دوسری نہیں ہے۔ دوسری سمتوں میں ہمیں پہاڑ کی بلند و بالا دیواریں ملیں گی جو ناقابل عبور ہیں۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔" برجیٹا نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے انہوں نے غلط نہیں کہا ہو گا اس لئے یہ کوشش بیکار ہے جس قدر آسانیاں وہ ہمارے لئے فراہم کر سکتے تھے کر دیں۔ اس کے بعد کوئی گنجائش نہ ہو گی۔"

برجیٹا خاموش ہو گئی۔ یوں بھی ربڑ کی ہلکی پھلکی کشتیاں اس قابل نہیں تھیں کہ ان پر کوئی لمبا سفر کیا جائے۔ رفتہ رفتہ ہم چٹانوں کے قریب پہنچ گئے اور پھر میں نے اپنی کشتی بھی ان دونوں کشتیوں کے قریب کر دی جن پر دوسرے افراد سوار تھے۔

"کیا خیال ہے شہاب ادھر پہنچنے کے لئے کیا کیا جائے؟" فیضان نے پوچھا۔

"ان کی بلندی پچیس تیس فٹ سے کم نہیں ہے لیکن پھسلن بہت خطرناک ہے۔ ہم ان پر پاؤں نہ جما سکیں گے۔" شارق بولا............موجیں بار بار ہمیں ایک دوسرے سے دور کر دیتی تھیں۔ اس لئے پہلا کام ہم نے یہ کیا کہ نائیلون کی مضبوط رسیوں سے تینوں کشتیاں ایک دوسرے سے متعلق کر دیں۔ کشتیوں میں بیٹھے لوگوں

نے رسیاں مضبوطی سے پکڑ لی تھیں۔ اس کے باوجود موجیں اپنی شوریدہ سری دکھا رہی تھیں اور ہم ادھر سے ادھر ڈول رہے تھے۔

"حضرات! میرا خیال ہے یہ ذمہ داری آپ لوگ میرے سپرد کر دیں۔" ماجد نے پہلی بار زبان کھولی۔

"کیا کرو گے ماجد؟"

پہلے میں اوپر پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں اس کے بعد آپ لوگوں کو آسانی فراہم کر دوں گا۔ مقصد صرف یہی ہے تاکہ نائیلون کی سیڑھی اوپر پہنچا دی جائے؟" ماجد نے کہا۔

"ہاں' اس کے بعد دقت نہیں رہے گی۔"

"تو پہلے ایک رسی فائر کر دی جائے۔" ماجد نے کہا اور تیاریاں ہونے لگیں۔ چوڑی نال کے ایک پستول نما آلے میں اس ہک کی ڈاٹ پھنسائی گئی جس میں ایک لمبی رسی بندھی ہوئی تھی۔ اور پھر جونہی ایک لہر کشتیوں کے نیچے سے گزری اور کشتیاں پرسکون ہوئیں فائر کر دیا گیا اسٹیل کا ہک اچھلا اور ایک چٹان کے اوپر جا پڑا۔ لیکن جب اسے کھینچا گیا تو وہ نیچے آ رہا۔ اس کے بعد جگہیں بدل بدل کر تین فائر کئے گئے اور تیسرے فائر کے بعد کامیابی حاصل ہو گئی۔ اس بار ہک کسی ایسے رخنے میں پھنس گیا تھا جو کافی مضبوط تھا۔ کافی زور لگا لگا کر اسے کھینچا گیا اور جب اس کی مضبوطی کا اندازہ ہو گیا تو ماجد تیاریوں کے بعد اس رسی کا سرا پکڑ کر لٹک گیا۔ زبردست مہارت کی ضرورت تھی لیکن ماجد ایک ماہر جمناسٹ تھا اور درحقیقت اس وقت وہ اپنی زندگی کا سب سے محیرالعقول کارنامہ انجام دے رہا تھا۔ پھسلوان چٹان پر مکھی بھی نہیں بیٹھ سکتی تھی لیکن ماجد بس جوتے کی نوک اس پر مار کر خود کو سنبھال لیتا تھا۔ اور اس پر ایک آدھ فٹ اوپر چڑھ جاتا تھا۔ گو اس کام میں خاصا وقت صرف ہوا لیکن کچھ دیر کے بعد ماجد اوپر پہنچ گیا۔ لیکن بڑی خوفناک صورتحال تھی۔ چٹان سے آگے بڑھنا بھی آسان کام نہیں تھا۔ ماجد کا کوئی قدم نہیں جم رہا تھا۔ بالآخر وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ موجوں کے شور کی وجہ سے اوپر کی کوئی آواز ہمارے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ لیکن تقریباً دس منٹ کے بعد ہماری آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں جب سیڑھی کھل کر نیچے آ رہی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک علیحدہ رسی بھی پھینکی گئی تھی۔ ہم نے جلد

بازی نہیں کی۔ چند ساعت کے بعد ماجد اوپر نظر آیا۔ "کیا میری آواز پہنچ رہی ہے؟" اس نے چیخ کر پوچھا۔

"ہاں ماجد' کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"رسی مضبوطی سے باندھ دی گئی ہے۔ اس دوسری رسی کا ایک سرا کمر میں باندھ لیا جائے۔ اس کے بعد سیڑھی کے ذریعے چڑھا جائے تاکہ اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تب بھی نقصان نہ ہو۔" ماجد نے کہا۔

"ٹھیک ہے' ایسا ہی ہو گا۔" میں نے جواب دیا اور پھر میرے اشارے پر پہلے فیضان اوپر گیا' اس کے بعد میں نے پرنس بورٹو کو اشارہ کیا۔ بورٹو بھی نہایت مہارت کے ساتھ اوپر پہنچ گیا۔ اس کے بعد مادام برجیٹا کی باری تھی۔ برجیٹا عام عورت نہیں تھی۔ میں نے اس کے چہرے پر کوئی تردد نہیں محسوس کیا۔ ماجد نے کام ہی ایسا کیا تھا کہ کسی کو کوئی مشکل نہیں پیش آئی۔ سب سے آخر میں اوپر پہنچنے والا میں تھا۔

لیکن اوپر پہنچ کر میں نے عجیب صورتحال دیکھی۔ وہ سب چٹان پر اوندھے پڑے ہوئے تھے اور سب نے ایک دوسرے کو پکڑ رکھا تھا۔ چٹان کی اوپری سطح بھی پانی سے بھیگی ہوئی تھی۔ اور اتنی پھسلوان تھی کہ کوئی چیز پکڑے بغیر اس پر ٹکا نہیں جا سکتا تھا۔ انہوں نے اپنی کلائیوں میں رسی کے بل دے لئے تھے۔ چنانچہ دوسری طرف کی صورت حال معلوم کرنا تھی۔ ماجد نے بتایا کہ دوسری طرف تھوڑی دور تک پانی ہے اس کے بعد ریت موجود ہے۔

"ہمیں رسی کی یہ سیڑھی اب دوسری طرف لے جانی ہو گی۔" میں نے کہا۔

"خادم حاضر ہے۔" ماجد بولا۔ اور پھر اس نے سیڑھی اوپر کھینچ لی۔ یہ سارے کام لیٹے لیٹے کرنے پڑ رہے تھے۔ کھڑے ہونے کا موقع ہی نہیں تھا۔ ماجد کی بے پناہ پھرتی بڑی کار آمد تھی۔ اس نے سیڑھی دوسری طرف اچھال دی اور پھر مچھلی کی طرح پھسلتا ہوا دوسری طرف اتر گیا۔ اس کے بعد میں اور پھر ایک ایک کرکے سبھی اتر آئے۔

نیچے پانی میں شدید بدبو تھی۔ کیکڑے اور دوسرے آبی جانور کثرت سے رینگ رہے تھے۔ وہ ہمیں دیکھ کر خوفزدہ ہو کر لوٹ گئے اور اس سے قبل کہ وہ جمع ہو کر ہمارے خلاف حملہ آور ہوتے ہم وہاں سے دور نکل گئے۔ بھوری ریت بھربھری تھی اور کافی مقدار میں تھی جس کی وجہ سے پاؤں ٹخنوں سے زیادہ اندر دھنس جاتے تھے۔ تمام

لوگ جمع ہو کر آگے بڑھنے لگے سب ایک دوسرے کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ ساتھ ہی خودرو جنگل پھیلا ہوا تھا لیکن انتہائی ناہموار۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ جنگل چٹانوں پر ہو۔ اونچے اونچے درخت کسی گہرے گڑھے میں ہونے کی وجہ سے زمین سے لگے نظر آتے۔ اگر انسان بے دھیانی میں آگے بڑھ جاتا تو تیس چالیس فٹ گہرے گڑھے میں گر سکتا تھا۔ اس کا اندازہ تھوڑی دور چل کر ہی ہو گیا تھا۔ اس زمین کی خوفناک کیفیت نے ہمیں آگے کے پرصعوبت سفر کا احساس دلا دیا تھا۔ اور ہم ضرورت سے زیادہ محتاط ہو گئے تھے۔

پھر ایک کسی قدر ہموار جگہ نظر آئی اور میں نے وہاں رک جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ہم پچھلی رات ایک لمحے بھی نہیں سوئے تھے اس لئے نیند کی ضرورت شدت سے ذہن پر حاوی تھی۔ اس کے علاوہ یہ مختصر وقت کی مشقت بھی اعصاب پر اثر انداز ہوئی تھی۔ میرے قیام کے فیصلے کا سب نے شکریہ ادا کیا تھا اور پھر کسی کو کسی کی سدھ نہیں رہی۔ سب ہی کھردری اور ناہموار زمین پر لیٹ کر ایسے سوئے جیسے اب روز قیامت ہی اٹھنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ آسمان پر بادل نہ ہوتے تو شاید دھوپ کی وجہ سے اتنی گہری نیند نہ آتی۔ جب ہم لوگ جاگے تو بادل اور گہرے ہو گئے تھے۔ سیاہ گھٹائیں اٹھ رہی تھیں۔ اور یوں لگ رہا تھا جیسے رات ہونے والی ہو۔ میں نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا تو تین بج رہے تھے۔ برجیٹا میرے بالکل قریب پڑی ابھی تک سو رہی تھی۔ مجھے ہنسی آگئی۔ برجیٹا کی شان و شوکت میں دیکھ چکا تھا۔ ایسی نفاست پسند اور کروفر کی عورت کی یہ کیفیت دیکھ کر میرے ذہن میں انسان کی بے وقعتی کا احساس جاگ اٹھا۔ حالات کتنے مختصر وقت میں فطرت میں تبدیلیاں پیدا کر دیتے ہیں۔ میں نے آہستہ سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے ہلایا اور برجیٹا جاگ گئی۔ چند لمحات کے لئے وہ جیسے ماحول سے بے خبر رہی لیکن اس کے بعد پوری طرح ہوشیار ہو گئی.........

"کیا شام ہو گئی؟" اس نے پوچھا۔

"تین بجے ہیں ابھی۔" میں نے جواب دیا اور وہ آسمان کی طرف دیکھنے لگی' اور پھر اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا.........."ہواؤں کی کیفیت سے پتہ چلتا ہے کہ بارش ہو گی۔ کیا ہمیں بارش سے بچنے کے لئے دن کی روشنی میں ہی کوئی پناہ گاہ

نہیں تلاش کر لینی چاہئے؟"

"بہتر تو یہی ہو گا لیکن پناہ گاہ کے بارے میں یقین سے تو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بہرحال تھوڑا سا کھا پی لیا جائے اس کے بعد آگے بڑھیں گے۔" میں نے کہا۔ ایک ایک کرکے تمام لوگ جاگ گئے تھے۔ چنانچہ بسکٹوں کے ڈبے کھولے گئے اور کافی کے گھونٹوں کے ساتھ حلق سے اتار لئے گئے۔ جنگل کے سفر کے لئے تمام ضروری اشیاء ہمارے پاس تھیں۔ اس کے بعد ایک مخصوص سمت کا تعین کرکے ہم سب آگے بڑھنے لگے۔ ہمارا ہر قدم محتاط تھا۔ اگر یہاں یہ گڑھے نہ ہوتے تو اس احتیاط کی ضرورت نہیں تھی لیکن گڑھوں سے محفوظ رہنے کے لئے سفر کی رفتار کافی سست رکھی گئی۔ جوں جوں ہم آگے بڑھ رہے تھے تاریکی پھیلتی جا رہی تھی۔ سیاہ گھٹاؤں میں اب بجلی بھی چمکنے لگی تھی اور اس کے کوندے صاف محسوس ہو رہے تھے۔

"یوں لگتا ہے جیسے ہم بارش شروع ہونے سے قبل کوئی پناہ گاہ نہ تلاش کر سکیں گے۔ بادل تیزی سے اسی طرف آ رہے ہیں۔" برجیتا نے کہا۔

"شہاب کیوں نہ ان درختوں کے نیچے چلیں۔ یقیناً" وہاں گڑھے نہ ہوں گے ورنہ درخت اتنے اونچے نظر نہ آتے۔" فیضان نے ایک طرف اشارہ کیا۔ اور میں نے بھی اس سمت دیکھا۔ حالات کے پیش نظر یہ اقدام درست تھا چنانچہ میں نے اس سے اتفاق کر لیا۔ اور ہم نے تیزی سے اس جانب سفر شروع کر دیا۔ عجیب خوفناک علاقہ تھا۔ چند قدم کے بعد معلوم نہیں تھا کہ کونسی مصیبت راستے میں حائل ہو جائے۔ یوں لگتا تھا جیسے زمین میں گہری گہری دراڑیں پڑ گئی ہوں۔ کہیں کہیں تو راستے ہی مسدود تھے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہمیں درختوں کے نیچے پہنچنے میں دقت نہیں ہوئی۔ ابھی ہم درختوں کے نیچے پہنچے بھی نہ تھے کہ آسمان سے موٹی موٹی بوندیں گرنے لگیں۔ درختوں تک کا تھوڑا سا فاصلہ ہم نے دوڑ کر طے کیا تھا۔ گھنے درختوں کا یہ سلسلہ نہ جانے کہاں تک چلا گیا تھا۔ بہرحال ان کے نیچے ہمیں پناہ مل گئی۔ لیکن یہاں ایک اور مصیبت ہماری منتظر تھی۔ موٹے موٹے مچھر جنہوں نے ہماری بو سونگھ کر یلغار کر دی تھی۔ تھوڑی سی دیر میں انہوں نے ہمارے ہوش اڑا دیئے۔ ادھر بارش تھی کہ تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

"یہ مچھر خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔" برجیتا تشویشناک لہجے میں بولی۔

"سامان میں سردی سے بچاؤ کے لئے پلاسٹک کے تھیلے موجود ہیں۔ میرا خیال ہے ہمیں ان تھیلوں میں پناہ لینی چاہئے۔"

"اوہ۔ نہایت عمدہ۔ کیا ایسے تھیلے موجود ہیں؟" برجیتا خوش ہو کر بولی۔

"بھان متی کے ان پٹاروں میں بہت کچھ ہے۔ تھیلے نکال لو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر بعد ہم تھیلوں میں بند ہو گئے۔ اس سے دوہرا فائدہ ہوا تھا۔ اول تو مچھروں سے نجات مل گئی تھی۔ دوسری بات یہ کہ درختوں سے چھن کر آنے والے پانی سے بھی محفوظ ہو گئے تھے۔ اپنا سامان بھی ہم نے پلاسٹک میں چھپا لیا۔

بادلوں کی مہیب گڑگڑاہٹ اور بجلی کی چمک صاف محسوس ہو رہی تھی۔ کافی دیر تک ہم تھیلوں میں آرام کرتے رہے لیکن پھر گھٹن سی محسوس ہونے لگی۔ میں نے تھیلے سے منہ نکالا تو پتا چلا کہ دوسرے مجھ سے پہلے ہی خود کو اس گھٹن سے نجات دلا چکے ہیں۔ مچھر اب بھی بھنبھنا رہے تھے۔ لیکن چہروں تک ان کی پہنچ نہیں ہو رہی تھی۔ بارش خوب زوردار ہو رہی تھی اور جگہ جگہ پانی جمع ہو گیا تھا۔ اس صورتحال نے ہمارے ذہنوں میں کسی قسم کے خوف کو جگہ نہیں دی تھی۔ ڈیمن آتے ہوئے ہمیں یہاں کی صعوبتوں سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ بارش کے انداز سے پتا چلتا ہے کہ یہ کافی دیر تک ہو گی۔" برجیتا نے کہا۔

"ہاں اسی بات کا امکان ہے۔"

"تو پھر اب تو سفر شروع کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"ظاہر ہے اس اجنبی جگہ پر یہ ممکن نہیں ہے۔"

"آرام کرو بھائیو اور ہاں بھوک کا کیا حال ہے۔" شارق بولا۔

"تم اپنی بتاؤ شارق؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"پچھلے دنوں میں نے بھوکا رہنے کی کافی مشق کی ہے۔ دو ایک دن اس حال میں گزار سکتا ہوں۔ لیکن اس کے بعد کم از کم ایک ہاتھی درکار ہو گا۔" شارق نے جواب دیا۔

"تم لوگ انگریزی میں گفتگو کرو ہمیں الجھن ہوتی ہے۔" برجیتا بولی اور میں نے اسے شارق کے بارے میں بتایا جسے سن کر وہ ہنسنے لگی۔ "تم سب منفرد ہو۔ میں نے کبھی کوئی ایسی ٹیم نہیں دیکھی جس میں ہر شخص کسی نہ کسی خوبی کا مالک ہو۔"

شارق اور فیضان مچھروں کی بھن بھن سے تنگ آکر پھر تھیلوں میں غروب ہو گئے۔ بورٹو نے بھی منہ اندر کر لیا تھا۔ ماجد کسی سوچ میں ڈوبا ہوا نظر آرہا تھا۔ صرف میں اور برجیٹا تھے جو ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر برجیٹا نے پھر کہا۔ "خود تمہاری اس مہم کے بارے میں کیا رائے ہے؟"

"اگر کوئی سیاسی الٹ پلٹ نہ ہوئی تو ہمیں کامیابی ہو گی۔"

"میرا مطلب ہے اس علاقے کا ہولناک سفر۔"

"یہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"تمہیں ان خطرات کا احساس نہیں ہے جو پیش آنے والے ہیں۔"

"نہیں۔ خطرات کے بارے میں ہمارا نظریہ ذرا مختلف ہے۔ ہر قسم کا خطرہ صرف زندگی کو لاحق ہوتا ہے۔ لیکن زندگی ایئرکنڈیشنڈ کمرے میں اور آرام دہ بستر پر بھی خطرات سے دوچار رہتی ہے۔ اس لئے ہم اس کے چکر سے آزاد ہیں۔"

"خدا کی قسم بڑے بے جگر ہو۔ میں نے اس رات بھی تمہاری بے جگری دیکھی تھی جب تم نے اسنو پوائنٹ پر اچانک حملہ آور ہونے والوں کو جہنم رسید کیا تھا۔"

"پرنس بورٹو بہت خاموش ہے۔" میں نے گفتگو کا رخ بدل دیا۔

"ہاں پرنس کو اچانک شدید ذہنی صدمات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ ان کے دل میں اپنوں کی شدید محبت جاگ اٹھی ہے۔ وہ اپنے باپ سے ملنے کے لئے بے چین تھے لیکن راستے میں یہ الجھنیں پیش آگئیں"

"کائی ٹس کی گرفتاری کے بارے میں اس کے تاثرات کیا ہیں؟"

"وہی جو ایک بیٹے کے ہونے چاہئیں۔ انہوں نے قسم کھائی ہے کہ اگر کائی ٹس کو کچھ ہو گیا تو وہ دشمنوں سے بھیانک انتقام لیں گے۔"

"لیکن پرنس بورٹو کا معطل ہونا مناسب نہیں ہے۔ تم کوشش کرو کہ وہ متحرک رہے۔ اس کی حفاظت انتہائی ضروری ہے اور اس میں آسانیاں اس طور ممکن ہیں جب پرنس خود بھی مستعد رہے۔"

میں مزید کوشش کروں گی۔" برجیٹا نے جواب دیا۔ اور تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد ہم دونوں نے بھی سونے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے بعد موت کی سی خاموشی چھا گئی۔ ہم سب تھیلوں میں گھسے سونے کی کوشش کر رہے تھے۔ بارش کبھی تیز ہو جاتی

کبھی آہستہ۔ اس کا احساس آوازوں سے ہو رہا تھا۔ پھر رات کے کسی پہر مجھے نیند آگئی۔

جس وقت آنکھ کھلی تو شدید گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ شاید اسی بے پناہ گھٹن کی وجہ سے آنکھ کھل گئی تھی۔ میں نے تھیلے سے منہ نکال لیا۔ صبح کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ بارش کا اب نام و نشان بھی نہیں تھا۔ البتہ آسمان پر بادلوں کی کجلاہٹ موجود تھی۔ اب نیند آنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ بھوک شدت سے لگ رہی تھی۔ میں نے بدن سے تھیلا اتار لیا اور اسے تہ کرکے بیگ میں رکھ لیا۔ میں نے سوچا کہ ان لوگوں کو سونے دوں، تھوڑی دیر کے بعد خودبخود جاگ جائیں گے کیونکہ کافی آرام کر چکے تھے۔ اور پھر میں چہل قدمی کرتا ہوا ان سے کافی دور نکل آیا۔ ڈیمن کا جو نقشہ مجھے سمجھایا گیا تھا اس کے مطابق جنگلوں کو عبور کر کے ہمیں سنگلاخ دروں میں داخل ہونا تھا۔ یہ نقشہ میرے پاس موجود تھے لیکن میں نے اسے اچھی طرح ذہن نشین بھی کرلیا تھا۔ گھنے جنگل میں، میں دور تک چلا گیا۔ خوش قسمتی سے اس طرف گڑھے نہیں تھے بلکہ راستہ ہموار تھا۔ راستے میں کہیں دو تین چھوٹے چھوٹے گڑھے نظر آئے جن میں پانی بھرا ہوا تھا۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ یک بیک جنگلوں کا سلسلہ ختم ہو گیا لیکن اس سے آگے ڈھلان تھا جو ایک درے میں اترتا تھا۔ یہ درہ تاحد نگاہ پھیلا ہوا تھا اور اس میں جابجا چٹانیں اور ٹیلے ابھرے ہوئے نظر آرہے تھے۔ ڈھلوان ناقابل عبور نہیں تھے۔ لیکن بارش کی وجہ سے یہاں بھی پھسلن تھی۔ بہرحال آگے بڑھنے کا راستہ مل گیا تھا۔ میں وہاں سے واپس لوٹ آیا۔ جس وقت میں ان لوگوں کے پاس پہنچا وہ سب تھیلوں سے باہر نکل آئے تھے۔ میں نے اپنی اسٹین گن رکھی اور ان لوگوں کو اس درے کے بارے میں بتانے لگا۔

"ہم کافی وقت ضائع کر چکے ہیں۔ اگر ایسا کوئی راستہ موجود ہے تو پھر کیوں نہ فوراً سفر شروع کر دیا جائے۔" پرنس بورٹو نے کہا۔

"یقیناً پرنس۔ لیکن اس سے بھی قبل ایک کام ضروری ہے۔" ماجد نے کہا۔

"کیا؟" اس نے پوچھا اور ماجد نے اپنے تھیلے کو کھول کر سینڈوچ کا پیکٹ اور کافی کا تھرماس نکال لیا۔ سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "بیشک یہ کام سب سے ضروری ہے۔ لیکن میرا خیال ہے اب ہمیں شکار کا خیال بھی رکھنا چاہئے۔ اگر تازہ

گوشت مل جائے تو اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔" برجیتا نے کہا۔

تھرماسوں میں کافی ابھی تک گرم تھی۔ بسکٹ' سینڈوچ اور گرم کافی نے اس وقت وہ لطف دیا کہ بیان سے باہر ہے۔ شارق مستقبل بھول گیا تھا۔ اور چند ساعت کے بعد اس کے سامنے دس بارہ ڈبے ڈھیر نظر آرہے تھے۔ پھر اس نے کافی بھی حلق میں انڈیل لی۔ اور ہاتھ جھاڑ کر کھڑا ہو گیا۔ "ارے ہاں' باربار کے جھگڑے سے ہی نجات مل گئی۔" اس نے کہا اور سب ہنس پڑے۔

"ویسے تم نے ہمارا مستقبل خطرے میں ڈال دیا ہے شارق۔" فیضان نے کہا۔

"کیوں؟"

"ظاہر ہے جب تمہارے پاس کھانے کو نہ ہو گا تو ہم سے مانگو گے۔"

"میں مانگ کر کھانے کا عادی نہیں ہوں۔ سمجھے تم............" شارق نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور فیضان ہنستا رہا۔ "ڈاکٹر برہان کو خود بھی میرا خیال رکھنا چاہئے تھا۔"

"آبدوز میں کوئی گدھا تو سفر کر نہیں سکتا جسے تمہاری خوراک کی باربرداری کے لئے ساتھ لایا جاتا۔"

"ڈاکٹر برہان نے تمہاری موجودگی نظر انداز کر دی ہو گی۔" شارق نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد ہم سب سفر کے لئے تیار ہو گئے اور پھر میری رہنمائی میں آگے بڑھنے لگے۔ جنگلوں کو چھوڑ کے ہم ڈھلوان پر پہنچ گئے اور پھر ایک قطار بنا کر اترنے لگے۔ پھسلن کی وجہ سے احتیاطاً رسی استعمال کی گئی تھی۔ جسے سب نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پکڑ لیا تھا اور فاصلہ اتنا رکھا تھا کہ اگر کوئی گرے تو دوسرا اس سے متاثر نہ ہو بلکہ گرنے والے کو سنبھلنے کا موقع مل جائے۔ خوفناک ڈھلان کی اترائی واقعی بے حد خوفناک ثابت ہوئی۔ سب سے آگے میں تھا۔ اور سب سے آخر میں شارق جسے آخر میں اس لئے رکھا گیا تھا کہ اس کی بے پناہ قوت سے سبھی واقف تھے۔ بلاشبہ وہ کسی نازک موقع پر ہم سب کو سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ لیکن ایسی کوئی نوبت نہیں آئی۔ بالآخر ہم اس عظیم الشان درے میں پہنچ گئے۔ نیچے پہنچ کر سب نے اطمینان کا سانس لیا تھا۔ لیکن ایسی کوئی نوبت نہیں آئی۔ بالآخر ہم اس عظیم الشان درے میں پہنچ گئے۔ نیچے پہنچ کر سب نے اطمینان کا

سانس لیا تھا۔ درے کا سفر اب تک کے سفر کی بہ نسبت بہت آسان تھا۔ چنانچہ ہم سب نے برق رفتاری سے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ مقصد یہی تھا کہ ضائع ہونے والے وقت کی تلافی کر لی جائے۔ اور چونکہ کافی وقت آرام کے لئے مل گیا تھا اس لئے کوئی تھکن بھی نہیں تھی۔ دوپہر ہوتے ہوتے ہم نے طویل سفر طے کر لیا تھا اور اب درے کی دوسری سمت نظر آنے لگی جہاں اونچے پہاڑی سلسلے نظر آرہے تھے۔ میں نے نقشہ نکال لیا اور سمت کا اندازہ کرنے لگا۔ ہم بالکل درست سمت جا رہے تھے۔

"بہتر یہ ہو گا کہ ہم رکے بغیر سفر جاری رکھیں اور آج ہی کم از کم ان پہاڑوں تک پہنچ جائیں۔ رات کو وہاں آرام کر کے دوسرے دن تازہ دم ہو کر سفر شروع کریں گے۔" بورٹو نے کہا۔

"یقیناً یہی بہتر ہو گا۔" میں نے تائید کی۔ ہم میں سے کسی نے تھکن کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اور دوپہر ڈھلنے تک ہم نہایت برق رفتاری سے سفر کرتے رہے۔ پہاڑیاں نزدیک آتی جا رہی تھیں اور اب ان کے خدوخال واضح ہو گئے تھے۔ ان کے درمیان ایسی دراڑیں موجود تھیں جن سے گزر کر دوسری سمت جایا جا سکتا تھا۔ لیکن پہاڑیوں تک پہنچتے پہنچتے اندھیرا پھیل گیا جس کی وجہ سے فیصلہ کیا گیا کہ رات کو پہاڑیوں کے اسی سمت قیام کیا جائے اور دوسری صبح انہیں عبور کرنے کی کوشش کی جائے۔ پہاڑیوں کے دامن میں بے شمار غار پھیلے ہوئے تھے۔ ہم نے کسی غار میں داخل ہونے کی بجائے ایک سائبان نما چٹان کے نیچے رات بسر کرنے کا فیصلہ کیا اور وہاں ڈیرے ڈال دیئے۔ موسم اچھا تھا۔ جگہ بھی صاف ستھری تھی اس لئے کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ دوسرے لوگ چھوٹے چھوٹے کاموں میں مصروف ہو گئے تھے۔ میں نے شارق کو ایک طرف جاتے دیکھا لیکن دفعتاً" ہم سب کو ٹھٹھک جانا پڑا۔ یہ آواز۔ یہ آواز کسی طیارے کی ہی تھی۔ ہماری نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ لیکن جہاز کی روشنیاں نہیں نظر آئی تھیں شاید وہ پہاڑی کی دوسری سمت تھا۔

"کیا یہ جہاز کی گزرگاہ ہو سکتی ہے؟" میں نے برجیتا سے سوال کیا۔

"ڈیمن کا علاقہ............عام جہازی پٹی پر تو نہیں ہے۔" وہ پر خیال انداز میں بولی۔

"ایک اور بات محسوس کرو۔" دفعتاً" فیضان بولا۔" جہاز کافی نیچا ہے۔ اتنی نیچی

پرواز عام حالات میں تو مناسب نہیں ہوتی۔"

"ممکن ہے پائلٹ حادثاتی طور پر اترنے کی جگہ تلاش کر رہا ہو.........." ماجد نے کہا۔

"یہ بھی ممکن ہے کہ جہاز راستہ بھٹک کر ادھر آ نکلا ہو۔ موسم کافی خراب رہ چکا ہے۔" برجیتا بولی۔

"ہم نے صاف محسوس کیا تھا کہ جہاز نے نیچی پرواز کر کے کئی چکر لگائے ہیں اور پھر وہ کسی سمت کو چلا گیا۔ آہستہ آہستہ اس کی آواز معدوم ہو گئی۔ برجیتا سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اگر یہ جہاز مورگیٹے میں اترے گا تو اسے ویلی لینڈ سے پرواز کرنا پڑا ہو گا۔ لیکن اس نے چکر کیوں لگائے؟" اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ یہ بھی نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ کسی کو ہمارے بارے میں اطلاع مل گئی ہے اور یہ طیارہ ہماری تلاش میں آیا ہو گا اور پھر وہ بھی رات کے وقت۔ چنانچہ یہی فیصلہ کیا گیا کہ طیارہ کسی مشکل کا شکار تھا اور بھٹک کر اس طرف آ گیا تھا۔ پھر زمین دیکھ کر اس نے اترنے کی جگہ تلاش کی اور ناکام ہو کر آگے بڑھ گیا۔ یہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ تھوڑی دیر تک ہم اس سلسلے میں گفتگو کرتے رہے اور پھر دوسرے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ شارق آگے بڑھ گیا تھا۔ چونکہ آواز فضا میں تھی اور کسی قسم کا خطرہ نہیں محسوس کیا گیا تھا۔ اس لئے کسی کو کوئی تشویش نہیں تھی۔

خوراک کے تھیلے کھولے گئے اور کھانے پینے کا بندوبست کیا جانے لگا۔ تب مجھے شارق کا خیال آیا۔ "یہ شارق کہاں گیا؟" میں نے سوال کیا اور سب گردنیں اٹھا اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے لگے.......... "معلوم نہیں کہاں گیا؟"

"وہ اپنی خوراک ختم کر چکا ہے۔ شرمندہ ہو کر تو نہیں چلا گیا؟" میں نے کہا۔

"ممکن ہے کہیں بیٹھا خالی تھیلا چبا رہا ہو۔" فیضان نے کہا۔

"نہیں اسے تلاش کرو۔ جو کچھ ہے مل جل کر کھائیں گے۔"

"اس کی عادت مت خراب کرو شہاب۔ ابھی تو سفر کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر اسے پیٹ بھرنے کی عادت پڑ گئی تو وہ ہم میں سے کسی کو کھا جائے گا۔" ماجد نے کہا۔

"بعض اوقات زیادہ بولنے کی عادت احمقانہ اور بے معنی گفتگو پر مجبور کر دیتی ہے۔" میں نے برا سامنا بنا کر کہا اور شارق کی تلاش میں چل پڑا۔ اس کے لئے زیادہ دور نہیں جانا پڑا۔ شارق ایک چٹان پر پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا۔

"کہاں چلے کمانڈر..........؟" اس کی آواز سن کر میں چونک پڑا۔ شاید کچھ کھا رہا تھا۔ میں اس کی طرف بڑھ گیا۔ شارق اطمینان سے پاؤں لٹکائے ہوئے کوئی چیز کھا رہا تھا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں اسے دیکھا۔

"تمہارا کیا خیال تھا ڈیئر شہاب کہ میں رات کو بھوکا سوؤں گا۔ بھئی اس سلسلے میں تو مجھے اپنا مذہبی عقیدہ یاد ہے کہ خدا صبح کو بھوکا اٹھاتا ہے لیکن رات کو بھوکا نہیں سلاتا۔" شارق نے منہ چلاتے ہوئے کہا۔

"مگر ہاتھ کیا لگ گیا؟"

"آؤ آؤ۔ تم بھی آؤ۔ عمدہ چیزیں ہیں۔ وہ چیزیں جو تمہارے پاس موجود نہ ہوں گی۔" شارق نے کہا اور میں تعجب سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ شارق نے گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ باقاعدہ تیار شدہ لذیذ گوشت تھا۔ میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.......... "یہ.......... یہ کہاں سے آیا؟"

"کھاؤ پہلے بعد میں بتاؤں گا۔"

"شارق یہ تم نے کیا کارنامہ دکھایا ہے۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔ سچ بتاؤ یہ کہاں سے آیا؟"

"صرف ایک شرط پر بتا سکتا ہوں۔" شارق نے کہا۔

"کیا؟"

"پہلے کھاؤ اور پھر اس کے بارے میں تفصیل معلوم کرو۔" وہ بدستور اسی انداز میں بولا۔ اور میں متحیرانہ انداز میں گردن ہلانے لگا۔ بہرصورت میں نے شارق کے ساتھ گوشت کھا لیا۔ اس نے چند اور چیزیں بھی مجھے دیں اور میں تعجب سے آنکھیں پھاڑتا رہ گیا۔ پھر شارق نے ایک غیرملکی پیکٹ نکالا اور پیکٹ میں سے ایک سگریٹ نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔ "شارق تم تو مجھے پاگل کر دینے پر تلے ہوئے ہو، پلیز جلدی بتاؤ یہ سب کچھ کہاں سے آیا؟"

"سگریٹ نہیں پیو گے؟" شارق نے سوال کیا۔

"نہیں............پہلے میں اس سلسلے میں تم سے ساری معلومات چاہتا ہوں۔ آخر یہ سب آیا کہاں سے؟" میں نے کہا۔

"تو جناب عالی آپ کے لئے انتہائی سنسنی خیز' حیرت انگیز اور دلچسپ معلومات حاضر ہیں۔" شارق چٹان سے نیچے کود آیا اور میرے شانوں پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ "یہ من و سلوا آسمان سے اترا ہے۔"

"پھر وہی بکواس............"

"بکواس نہیں حقیقت عرض کر رہا ہوں جناب عالی۔" شارق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں اب بھی کچھ نہیں سمجھا۔"

"ابھی تھوڑی دیر قبل ایک جہاز ادھر سے گزرا تھا۔ اس نے دو تین چکر بھی لگائے تھے۔" شارق نے پراسرار انداز میں کہا اور میں اس کی صورت دیکھتا رہا۔ "جہاز سے پلاسٹک کے بڑے بڑے تھیلے پھینکے گئے تھے۔ یہ تھیلے در حقیقت پہاڑ کی اس طرف کی وادی میں پھینکے گئے تھے۔ لیکن ان میں سے ایک تھیلا اس طرف بھی آپڑا۔ میرا مطلب ہے اس چٹان پر جو سامنے نظر آرہی ہے۔ میں نے اسے گرتے ہوئے تو نہیں دیکھا تھا' لیکن میں جب آگے بڑھا تو مجھے یہ تھیلا نظر آیا اور میں نے اس کی یہاں موجودگی سے یہی اندازہ لگایا۔"

"اوہ لیکن لیکن............" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"پوری بات تو سنو یار۔" شارق ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "جب یہ تھیلا مجھے مل گیا تو میں نے سوچا کہ کم از کم یہ تو پتہ لگایا جائے کہ یہ جادو کا تھیلا آیا کہاں سے۔ چنانچہ میں دراڑ سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ تقریباً آدھا فرلانگ چلنے کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا اور دراڑ کے دوسری جانب کا حصہ نظر آنے لگا۔ بڑی خوفناک جگہ ہے۔ اگر میں چند قدم آگے بڑھ جاتا تو سینکڑوں فٹ گہری کھائی میں جا پڑتا۔ بہرصورت میں نے جچے تلے انداز میں کھائی پر غور کیا اور میں حیرت زدہ ہو گیا۔ کھائی میں باقاعدہ آبادی ہے۔" شارق نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"کیا مطلب؟"

"ہاں............ایک ٹرک اور ایک جیپ موجود ہے۔ جس کے گرد چند افراد نظر

آئے ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔

"ظاہر سی بات ہے' یہ لوگ ہمارے دوستوں میں سے نہیں ہوں گے۔" شارق نے جواب دیا۔ "بہرصورت یہ دیکھ کر میں واپس آ گیا۔ میں نے سوچا پہلے کھا پی لوں۔ اس کے بعد تمہیں اس کے بارے میں اطلاع دوں گا۔"

"بڑی اہم بات ہے شارق' بہت ہی اہم بات ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ طیارہ واقعی ان لوگوں کو غذا پہنچانے کے لئے آیا تھا۔ لیکن یہ لوگ............یہ لوگ"

"بہتر یہ ہے کہ اب اگر دوسرے لوگ ٹھونس چکے ہوں تو انہیں بھی اس سلسلے میں اطلاع دیدی جائے۔ لیکن تم دیکھو شہاب خدا نے مجھے تم لوگوں کا محتاج نہیں کیا۔"

"ہاں خدا کو کسی کا محتاج نہیں کرتا۔" میں نے کہا اور شارق کا بازو پکڑے ہوئے دوسرے لوگوں کی جانب چل پڑا۔ بڑی سنسنی خیز اطلاع تھی۔ شارق تھیلا اٹھانا نہیں بھولا تھا۔ اب بھی اس تھیلے میں بہت کچھ تھا۔ چنانچہ اس نے اطمینان سے سگریٹ جلایا اور اس کے کش لیتا ہوا میرے ساتھ دوسرے لوگوں کے درمیان پہنچا۔ شارق عام طور سے سگریٹ نہیں پیتا تھا اس لئے اسے سگریٹ پیتے دیکھ کر تمام لوگ چونک پڑے۔ دوسری بات یہ کہ سگرٹوں کا کوئی ڈبہ ہمارے ساتھ نہیں تھا اور اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ہم میں سے کوئی بھی سگریٹ کا عادی نہیں تھا۔ سب کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔

"بھئی واہ یہ جادوگر کہاں سے برآمد ہوا؟" ماجد نے شارق کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوہ قاف سے۔" شارق نے جواب دیا۔

"واقعی واقعی............ میرا خیال ہے تم اپنے وطن واپس چلے گئے تھے۔" فیضان ہنس کر بولا۔

"سنجیدہ ہو جاؤ فیضان۔ شارق نے اس وقت واقعی ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔" میں نے کہا۔ اور یہ لوگ سنجیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے۔ پھر ماجد نے کہا۔ "مگر اس کے پاس سگریٹ کہاں سے آئی۔ کیا یہ وہاں بیٹھا سگریٹ بنا رہا تھا۔"

"ہاں شاید ایسا ہی تھا۔" میں نے جواب دیا اور پھر برجیٹا اور پرنس بورٹو کو بھی

اپنی جانب مخاطب کر لیا۔ میرے الفاظ نے سنسنی پھیلا دی تھی۔ میں نے نہایت سنجیدہ لہجے میں کہا تھا کہ پہاڑوں کے اس طرف ہمارے دشمن موجود ہیں۔ وہ سب چونک کر میری طرف دیکھنے لگے۔ چند ساعت خاموشی رہی پھر برجیٹا نے پوچھا ...."لیکن.......... لیکن کیسے معلوم ہوا؟" اور میں نے شارق کے ہاتھ میں پکڑا ہوا پلاسٹک کا تھیلا برجیٹا کے سامنے ڈال دیا۔ ذرا ڈرامائی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ سب تعجب سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ تب میں نے اس تھیلے کی کہانی سنائی اور ان سب کے چہروں پر مکمل طور پر سنجیدگی پھیل گئی............

"اس کا مقصد ہے کہ ہمارے دشمنوں نے ڈیمن کے اس ناقابل عبور علاقے کو بھی نظرانداز نہیں کیا۔" برجیٹا نے تلخ لہجے میں کہا۔

"یہی لگتا ہے۔"

"تو پھر کیا پروگرام ہے مسٹر شہاب؟"

"ظاہر ہے دشمن سامنے آگیا ہے اور وہ ابتدا جو ہمیں کچھ عرصے کے بعد کر لی تھی ذرا جلدی ہو رہی ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔" میں نے کہا اور وہ سب میری شکل دیکھنے لگے۔

"تو پھر اس سلسلے میں کیا پروگرام ہے؟" برجیٹا نے کہا۔

"پروگرام بھی بنائیں گے۔ پہلے کھا پی لیا جائے۔" میں نے اطمینان کے لہجے میں کہا اور سامان کا تھیلا کھولنے لگا۔" تم نے ابھی کھانا نہیں کھایا تھا؟" شارق نے پوچھا۔

"نہیں بھائی۔ میں کسی ممتا بھری اماں جان کی طرح تمہیں تلاش کرتا پھر رہا تھا تاکہ تمہیں کھانا کھلاؤں۔"

"شکریہ ۔ شکریہ۔" شارق نے کہا اور میں اپنا تھیلا کھول کر بسکٹ وغیرہ کھانے لگا۔ حالانکہ گوشت بھی کافی مقدار میں موجود تھا لیکن گوشت کا ایک ٹکڑا میں پہلے ہی کھا چکا تھا۔ اور ظاہر ہے دوسروں کا خیال بھی رکھنا تھا۔ چنانچہ گوشت کا باقی ٹکڑا ہم نے حفاظت سے رکھ لیا۔

اس دشوار گزار سفر میں صعوبتیں تو تھیں لیکن سنسنی نہیں تھی۔ اس لئے ایک الجھن کا سا احساس تمام ذہنوں پر حاوی تھا لیکن اس سنسنی خیز خبر نے تمام ذہنوں کو چونکا دیا تھا اور ایک دم سے طبیعت کو فرحت کا احساس ہوا تھا۔ کم از کم میری یہی کیفیت

تھی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں نے دوسروں کو بھی چست و چالاک محسوس کیا۔ ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔

"پھر اب کیا پروگرام ہے؟" ماجد نے پوچھا۔

"راتوں رات صفایا.......... انہیں دن کی روشنی نہیں نصیب ہونی چاہئے۔" میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"لیکن کیا ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ضروری نہیں ہے۔ ممکن ہے کوئی دوسرا چکر ہو۔" فیضان بولا۔

"شاید غذا تمہارے معدے میں گڑبڑ کر رہی ہے۔ کوئی دوسرا چکر کیا ہو سکتا ہے۔ یہ مورگیٹے کی ایک ایسی سرحد ہے جس کے دوسری طرف سمندر کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ڈیمن کے علاقے کو ناقابل عبور سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے اس سے قبل اس طرف کوئی خصوصی توجہ نہیں دی گئی لیکن نئ چالاک حکومت نے ناقابل عبور علاقے کو بھی نظرانداز نہیں کیا اور یہاں بھی کسی طور اپنے آدمی پہنچا دیئے۔ بہرحال یہ ذہانت کی بات ہے لیکن ہمارے حق میں نہیں ہے۔ کیوں مادام برجیٹا' آپ کا کیا خیال ہے؟"

"میں آپ سے پوری طرح متفق ہوں مسٹر شہاب۔ ان لوگوں کے علاوہ یہاں کسی اور کے آنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔" برجیٹا نے جواب دیا۔ تمام لوگ خاموش ہو کر غور کرنے لگے تھے۔ تب پرنس بورٹو نے کہا۔ "مسٹر شہاب کی بات پوری طرح ذہن میں اترتی ہے۔ ان لوگوں نے حفظ ماتقدم کے طور پر اس علاقے کو بھی نظرانداز نہیں کیا۔ ہمیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچنا چاہئے۔"

"تو پھر اب کیا ارادہ ہے پرنس بورٹو؟" میں نے سوال کیا۔

"میرے سامنے میرے باپ کے دشمنوں کی پہلی کھیپ آئی ہے۔ میری تو خواہش ہے کہ صرف مجھے اس بات کی اجازت دی جائے کہ میں انہیں ہڑپ کر لوں۔ آپ لوگ یقین کریں بڑی پیاس محسوس کر رہا ہوں۔" بورٹو کے لہجے میں بڑی درندگی تھی۔ ہم سب ہی اس کے جذبات سمجھ رہے تھے' لیکن ظاہر ہے بورٹو کی یہ بات نہیں مانی جا سکتی تھی۔ میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "تمہارے حصے میں کچھ نہ کچھ ضرور آئے گا بورٹو لیکن اس وقت جو جذبات تمہارے سینے میں ہیں دوسرے بھی اس سے خالی نہیں ہیں۔ بہرحال سب سے پہلے ہمیں ان کی تعداد کا جائزہ لینا چاہئے۔ اس کے

بعد ان کے خلاف کارروائی کا کوئی جامع پروگرام بنانا ہو گا۔"

"تب پھر تیاریاں کی جائیں؟" برجیتا نے سوال کیا۔

"ہاں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور تمام لوگ اٹھ گئے۔ ہم نے اپنا اسلحہ تیار کر لیا۔ اسے چیک کرنے کے بعد تھیلے شانوں سے کسے گئے اور سب پوری طرح تیار ہو گئے۔ اب صرف ایک سوال ہے۔" شارق بولا۔

"کیا؟"

"اس وادی تک پہنچنے کا راستہ۔ کیا رات کی تاریکی میں ہم احتیاط سے ان تک پہنچنے کا راستہ تلاش کر لیں گے؟"

"کوشش کر لیں گے۔ تم پہلے اس دراڑ تک ہماری رہنمائی کرو۔"

"ٹھیک ہے.........." شارق بولا اور پھر ہم احتیاط سے اس کے پیچھے چل پڑے۔ لمبی دراڑ اتنی تنگ تھی کہ اس میں سے صرف ایک آدمی گزر سکتا تھا۔ چنانچہ ہم قطار بنا کر چلنے لگے۔ سب سے آگے شارق ہی تھا۔ دراڑ کے کنارے پہنچ کر شارق رک گیا۔ اس کی نگاہیں وادی میں دوڑ رہی تھیں۔ پھر وہ ایک گہری سانس لیکر پلٹا۔ آگے کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں ہم سب کھڑے ہو کر وادی کا نظارہ کر سکیں۔"

"تم پیچھے آؤ شارق۔" میں نے کہا۔ اور پھر بڑی مشکل سے میں آگے بڑھا اور میں نے نیچے نگاہ دوڑائی۔ آگ جل رہی تھی۔ اس کے علاوہ ٹرک کے اندر بھی روشنی تھی۔ لیکن اس سے ان لوگوں کی تعداد وغیرہ کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ وادی پیالے نما ڈھلان کی شکل رکھتی تھی۔ جس میں نیچے اترنا بھی تقریباً ناممکن تھا۔ میں دیر تک جائزہ لیتا رہا۔ میری نگاہیں حملے کے لئے جگہ تلاش کر رہی تھیں۔ پھر میں ایک گہری سانس لیکر پیچھے ہٹ آیا اور اس بار برجیتا کو جگہ ملی تھی۔ یکے بعد دیگرے تمام لوگوں نے انہیں دیکھ لیا۔ لیکن وادی کی پوزیشن دیکھ کر سب کو مایوسی ہوئی تھی۔

"ان لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔" برجیتا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"گویا یہاں تک آنے کے لئے راستہ موجود ہے۔" بورٹو بولا۔

"گڈ۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ وہ لوگ اس جگہ سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔" فیضان نے کہا۔

"ہاں، کم از کم ٹرک وغیرہ کے لئے تو کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"پھر مسٹر شہاب؟"

"آپ لوگوں میں سے کسی کے ذہن میں کوئی سکیم ہے؟"

"وادی میں اترنے کا معاملہ سب سے ٹیڑھا ہے۔"

"ایک بار پھر اجازت چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور دراڑ کے کنارے پہنچ گیا۔ اب میں گہری نگاہوں سے مکمل جائزہ لے رہا تھا۔ پہاڑی دیواریں دور دور تک چلی گئی تھیں اور چاروں طرف ڈھلان ہی ڈھلان تھی۔ اگر ہم اوپری حصے سے نیچے اترنے کی کوشش کرتے تو خود کو سنبھال نہیں سکتے تھے۔ جب کہ وہ لوگ ہماری طرف سے ہوشیار ہو جاتے۔ اب صرف ایک ہی ترکیب تھی۔ میں نے پہاڑیوں کے اس حصے کا جائزہ لیا جو ان سے قریب تر تھا۔ بس ہمیں وہاں تک پہنچنا تھا اور اوپر ہی سے ان کے خلاف کارروائی کرنی تھی۔ چنانچہ میں نے اس بات کا اظہار کر دیا اور سب نے میری تائید کی۔

"بے شک، اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی۔ اگر ہم رات کی تاریکی میں نیچے اترنے کی اندھی کوشش کریں اور وہ لوگ جاگ جائیں تو الٹا ہمیں ہی نقصان ہو گا۔" برجیتا نے کہا۔

"تب پھر سب لوگ میری رائے سے متفق ہیں؟"

"تم ہمارے لیڈر ہو شہاب۔" برجیتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بہرحال یہاں سے ہم نے اس سمت کا تعین کیا اور پھر دراڑ سے واپس نکل آئے۔ رات کی تاریکی میں پہاڑیوں کی بلندیوں کا اندھا سفر ایک خوفناک تجربہ تھا۔ ہمیں پہاڑیوں کے دامن سے گزر کر ان کی بلندیوں تک پہنچنا تھا۔ قدم قدم پر خوفناک خطرات منہ کھولے کھڑے تھے۔ بعض جگہوں پر بڑی پھسلن تھی۔ کئی بار خطرناک حادثات ہوتے ہوتے بچے۔ ایک ایک قدم پھونک کر رکھنا پڑا تھا.........یہاں تک کہ ہم چوٹی تک پہنچ گئے اور پھر اس سمت بڑھنے لگے جہاں سے ہمیں حملے کی پوزیشن لینی تھی۔ یہ سفر نسبتاً آسان تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں پہنچ گئے اور پھر ایک مناسب جگہ کا انتخاب کر کے رک گئے۔ "فاصلہ بہت ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن بہرحال وہ ہماری رینج میں رہیں۔"

"ٹرک کے دوسری طرف ایک جیپ بھی موجود ہے۔" ماجد نے کہا۔

"ہاں صاف نظر آ رہی ہے۔ بہرحال اگر ایک ٹرک اور جیپ میں چند افراد سفر کریں تو ان کی تعداد کتنی ہو سکتی ہے۔"

"کم از کم بیس اور پچیس کے درمیان۔"

"تو ہمیں ان لوگوں کی تعداد کا تعین کر لینا چاہئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہم ان پر حملہ کریں گے تو وہ پوزیشن کہاں لیں گے؟ اس کے لیے ان کے پاس ٹرک اور جیپ کے علاوہ اور کوئی جگہ نہیں ہے۔"

"لیکن ٹرک وغیرہ ہمیں درست حالت میں ملنا چاہئے۔" میں نے کہا اور سب میرے الفاظ پر غور کرنے لگے۔ بورٹو نے میری اس بات کو سراہا تھا اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بلاشبہ آپ کا ذہن بہت تیزرفتاری سے سوچتا ہے مسٹر شہاب۔ واقعی یہ ٹرک ہمارے کام آ سکتا ہے۔"

"لیکن اب ترکیب کیا ہو۔ ویسے یہ لوگ اس وادی میں جان نہیں بچا سکتے۔ ہاں اگر یہ وادی کے دامن میں پڑی ہوئی چٹانوں کے عقب میں پوشیدہ ہونے کی کوشش کریں تو دوسری بات ہے۔" ہم سب سوچنے لگے تب شارق نے کہا۔

"اس کے لئے ہمیں تھوڑی سی پوزیشن بدلنی پڑے گی۔"

"وہ کیسے؟"

"جس جگہ ہم موجود ہیں وہ یہاں سے قریب تو ہیں لیکن اس کے بعد ان لوگوں کو پوزیشن لینے کے لئے ٹرک اور جیپ کے علاوہ اور کوئی آڑ نہیں مل سکے گی۔ اس کے برعکس ہم ذرا سا فاصلہ اختیار کر لیں اور اس جگہ سے فائرنگ کریں تو یہ آڑ ان کے لئے بے مقصد ہو جائے گی اور وہ لازمی طور پر ان چٹانوں کے عقب میں آنے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح ٹرک اور جیپ محفوظ رہیں گے۔"

"عمدہ خیال ہے۔ لیکن شارق اس جگہ سے ہم موثر حملہ نہیں کر سکیں گے اور اگر ہم نے ان چٹانوں کی آڑ میں پوزیشن لے لی تو پھر ہمیں کافی دقتیں پیش آئیں گی۔" میں نے کہا۔

"واہ ڈیئر شہاب۔ دراصل میں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہے اس لئے میری عقل

زیادہ تیزی سے کام کر رہی ہے۔ کیا ضروری ہے کہ ہم تمام لوگ اسی طرف چلے جائیں۔ میرا مقصد ہے دو پارٹیاں بنا لی جائیں ایک پارٹی کو یہیں چھوڑ دیا جائے اور ایک پارٹی اس طرف چلی جائے۔ صرف اس مقصد کے تحت کہ وہاں سے ان پر فائر کر کے انہیں چٹانوں کے پیچھے آنے کے لئے مجبور کر دیں۔ جب وہ چٹانوں کے پیچھے آ کر پوزیشن لے لیں گے تب دوسری پارٹی یہاں سے ان پر حملہ کر دے گی۔ اس طرح مسئلہ طے ہو جائے گا۔" شارق نے کہا اور میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"واقعی اگر تمہارا معدہ بھرا ہوا ہو تو تمہارا ذہن پوری طرح کام کرنے لگتا ہے۔"

برجیٹا بھی اس بات کو تحسین کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"بے شک یہ تو بہت ہی عمدہ کارروائی ہے۔ ان چٹانوں کے عقب میں انہیں آرام سے مارا جا سکتا ہے اور پھر وہ یہاں سے نکل بھی نہیں سکیں گے۔ گویا ٹرک اور جیپ اس طرح سے قطعی محفوظ ہو جائیں گے۔" بورٹو نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

"تو اس ترکیب پر سب کا فیصلہ متفقہ ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"یقیناً۔" بورٹو نے جواب دیا۔

"ویسے مسٹر شارق کی تجویز مجھے کافی پسند آئی ہے۔" برجیٹا نے کہا اور شارق سینہ پھلا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پھر میں نے ایک اور تجویز پیش کی۔ "میرا خیال ہے حملے کا وقت صبح کے تقریباً پانچ بجے رکھا جائے۔ کیونکہ اس کے بعد آہستہ آہستہ روشنی پھوٹنے لگتی ہے اور یہ روشنی ہمارے کام میں معاون ہوگی۔" میں نے کہا۔

"یہ بھی بہت عمدہ تجویز ہے۔" بورٹو نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور ہم ساری باتوں پر متفق ہو گئے۔ چنانچہ طے یہ کیا گیا کہ شارق، ماجد اور فیضان اسی جگہ رکیں گے۔ میں برجیٹا اور بورٹو اس جگہ جائیں گے جہاں سے ہمیں حملے کی پہل کرنا ہے۔ یہ ساری باتیں طے کرنے کے بعد میں برجیٹا اور بورٹو کے ساتھ اپنی پوزیشن سنبھالنے چل پڑا۔ گھڑی میں اس وقت پونے چار بج رہے تھے.........چونکہ ہمیں ایک بار پھر تکلیف دہ سفر کرنا پڑا تھا اس لئے خاصی احتیاط کی ضرورت تھی۔ اگر کوئی پتھر بھی لڑھک جاتا تو ان لوگوں کو شبہ ہو سکتا تھا اور رات کی تاریکی میں ایسی کسی چیز کا اندازہ لگانا بے حد مشکل کام تھا۔ چنانچہ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑا اور بالآخر ہم اپنی

مطلوبہ جگہ پہنچ گئے۔“ شارق ماجد اور فیضان کو ہم نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔

ویسے میں نے محسوس کیا تھا کہ شارق کا ذہن کافی تیزی سے کام کر رہا ہے اور یہ اس آدمی کی خاصیت تھی کہ کبھی کبھی تو وہ اتنا ٹھس ہو جاتا کہ کوئی کام ہی نہیں کر پاتا۔ لیکن جب اس کا ذہن چلتا تو وہ اتنی دور کی کوڑی لاتا کہ سب لوگ حیران رہ جاتے۔ یہ اس وقت ہوتا جب اس کا معدہ مکمل طور پر بھرا ہوا ہو۔ حالانکہ عموماً یہ ہوتا ہے کہ زیادہ کھانے کے بعد آدمی کا ذہن معطل ہو جاتا ہے۔ لیکن شارق کا ذہن اسی وقت کام کرتا تھا جب اس کا پیٹ مکمل طور پر بھرا ہوا ہو۔

”ہم لوگ ہلکی اسٹین گنیں تیار کرکے پتھروں کی آڑ میں بیٹھ گئے۔ یہاں سے نیچے والوں کا فاصلہ کافی تھا لیکن بہرصورت وہ اسٹین گن کی رینج میں تھے۔ پانچ بجے کا وقت چونکہ طے ہو چکا تھا اس لئے ہم لوگ اپنی اپنی گھڑیوں پر نگاہ دوڑا رہے تھے۔ پھر جونہی سوئی پانچ کے ہندسے پر پہنچی تو میں نے برجیٹا اور بورٹو کو اشارہ کیا اور اسٹین گن کا پہلا فائر گونج اٹھا۔ چاروں طرف کی پہاڑیاں چیخ اٹھی تھیں۔

نیچے والے گہری نیند سو رہے تھے۔ ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ دشمن ان سے کس قدر قریب ہے.........فائر کی آواز نے غالباً سب ہی کو چونکا دیا۔ پھر ان میں سے ایک آدمی باہر نکلا اور برجیٹا کی گولیوں کا نشانہ ہو گیا۔ بلاشبہ اس کا نشانہ بہت شاندار تھا۔ اس آدمی کی طویل چیخ ہم نے صاف سنی تھی۔ اور اس کے بعد بدحواس لوگوں کا اپنی کمین گاہوں سے نکل آنا فطری امر تھا۔ گو وہ ہمارے نشانوں پر تھے لیکن ہم نے اندھا دھند فائر نہیں کھولا اور بچا بچا کر گولیاں چلاتے رہے۔ نتیجہ وہی نکلا جو ہماری توقع کے مطابق تھا۔

ان لوگوں نے حملے کی سمت کا اندازہ لگایا اور چٹانوں کی طرف دوڑ پڑے۔ برجیٹا خوشی سے مسکرانے لگی تھی۔ بھاگتے ہوئے لوگوں پر ہم نے گولیاں چلائیں اور ان میں سے دو کو ڈھیر کر دیا۔ باقی چٹانوں کے عقب میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور وہاں سے انہوں نے گولیاں چلانا شروع کر دیں۔

شارق کی پارٹی ابھی خاموش تھی۔ وہ بہتر پوزیشن میں حملہ کرنا چاہتے تھے۔ ہم لوگ وقفے وقفے سے فائرنگ کرتے رہے اور وہ لوگ ہمیں جواب دیتے رہے۔ ان کے پاس شاید بھاری اسلحہ تھا اور اس وقت ان کا اسلحہ ہمارے مقابلے میں زیادہ موثر تھا۔

لیکن ہماری پوزیشن بہتر تھی اس لئے ہمیں ان کی گولیوں سے نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ دفعتاً“ ایک دھماکہ ہوا اور ہم چونک پڑے۔ دھماکہ اس جگہ ہوا تھا جہاں شارق وغیرہ موجود تھے تیز روشنی بھی ہوئی تھی.........”یہ.........یہ کیا ہوا.........؟“ برجیٹا کی لرزتی آواز ابھری۔ میں بھی ساکت رہ گیا تھا۔ فوراً بعد ایک اور دھماکہ ہوا اور ایک بڑی چٹان نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ وہ خوفناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ اپنی جگہ سے اچھلی اور نیچے ایک دوسری چٹان سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ اور پھر اس کے بڑے بڑے پتھر منتشر ہو کر نیچے جانے لگے دوسرے لمحے میرے حلق سے ایک زوردار قہقہہ نکلا۔

نیچے سے چیخیں سنائی دے رہی تھیں اور پوزیشن لینے والے بدحواسی میں اپنی جگہیں چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ وہ اوپر سے برسنے والے پتھروں سے بچنا چاہتے تھے۔ لیکن اوپر سے ان پر قیامت نازل ہو گئی۔ تینوں شیطان ان پر گولیاں برسا رہے تھے۔ آن کی آن میں انہوں نے انہیں بھون کر رکھ دیا۔ شاید ہی کوئی بچا ہو۔ اس کے ساتھ ہی وہ تینوں اپنی جگہ سے نکل آئے اور گولیاں برساتے ہوئے نیچے اترنے لگے۔

”برجیٹا اور بورٹو ششدر رہ گئے تھے۔ تب میں بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ”آہ دوستو۔ ان لوگوں نے وقت سے پہلے میدان مار لیا ہے۔ اب ہماری ضرورت نہیں رہ گئی۔“ بورٹو اور برجیٹا بھی میرے ساتھ چل پڑے نیچے اترنے کے لئے اس سے موزوں جگہ اور کوئی نہیں تھی جہاں سے شارق وغیرہ اتر رہے تھے۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر ہم بھی نیچے اترنے لگے۔ نیچے اب چیخوں اور کراہوں کے سوا اور کوئی آواز نہیں رہ گئی تھی۔ خاصی بڑی تعداد کو چند ہی لمحات میں زیر کر لیا گیا تھا۔ دن کی روشنی آہستہ آہستہ پھیلتی جا رہی تھی۔ جب ہم نیچے پہنچے تو ہمارے تینوں دوست ان کا اسلحہ جمع کرنے میں مصروف تھے۔ ان میں سے تقریباً اٹھارہ آدمی ہلاک ہو گئے تھے اور تین چار موت و زیست کی کشمکش میں گرفتار تھے۔

میں نے ان میں سے دو کا انتخاب کیا۔ ان میں سے ایک صرف پتھر سے زخمی ہوا تھا اور اس کی پنڈلی کی ہڈی چور چور ہو گئی تھی۔ میں نے اسے اٹھایا اور ایک کپڑے سے اس کی پنڈلی کس دی۔ میں بورٹو کی مدد سے اسے اٹھا کر ٹرک میں لے آیا

اور اسے لٹا دیا۔ برجیٹا کو میں نے ہدایت کر دی تھی کہ وہ دوسرے لوگوں کو دیکھے اور قرب و جوار میں بھی نگاہ رکھے۔ ممکن ہے یہاں ان کی کوئی دوسری پارٹی بھی موجود ہو۔ اس کے بعد ہم نے ان دونوں زخمیوں پر توجہ دی۔ دوسرا زخمی بے ہوش ہو گیا تھا۔ میں نے اس شخص کا گریبان پکڑ کر اسے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا تم زندہ رہنا چاہتے ہو؟“

”ہاں‘ ہاں۔ میری مدد کرو۔ میری مدد کرو............ آہ۔ میری مدد کرو۔“ وہ کربناک لہجے میں بولا۔

”کیا تمہارے پاس برانڈی ہے؟“

”وہ............ وہ سامنے............“ اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ پرنس بورٹو باسکٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے باسکٹ سے برانڈی کی چھوٹی بوتل نکالی اور اسے کھول کر اس شخص کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ بوتل منہ سے لگا کر پوری بوتل خالی کر گیا۔ اس کی حالت خراب ہوتی جا رہی تھی۔

”تمہارے دوسرے ساتھی کہاں ہیں؟“ میں نے پوچھا۔ وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ ”جواب دو۔ ورنہ دوسری ٹانگ بھی۔“

”نہیں نہیں............ بتاتا ہوں............ وہ............ وہ پل کے پاس ہیں............“

”کونسا پل؟“

”ہم نے بنایا ہے۔ ادھر آنے کے لئے۔ راستے میں پڑتا ہے۔“

”مور گیٹے کے راستے میں؟“

”ہاں۔“

”تم لوگ کنگ ڈورس کے لئے کام کر رہے ہو؟“

”ہاں۔“

”یہاں کیوں آئے تھے؟“

”پپ............ پرنس بورٹو کی نگرانی کے لئے۔ وہ آزاد ہے۔ ہمیں ہدایت ملی ہے کہ اس حصے پر نگاہ رکھیں۔“ اس نے جواب دیا۔

”پل کے پاس کتنے آدمی ہیں؟“

”بہت ہیں۔ ان کی تعداد ساٹھ ستر سے کم نہیں ہے۔“

”شاہ کائی لُس کہاں قید ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”یہ مجھے نہیں معلوم۔ یقین کرو مجھے نہیں معلوم۔“ اس نے بتایا۔ اور میں پرنس بورٹو کی طرف دیکھنے لگا۔

”میرا خیال ہے یہ اس سے زیادہ نہیں بتا سکتا۔“ بورٹو نے نفرت بھرے لہجے میں کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

”ٹھیک ہے بورٹو تم یہاں رکو۔ میں ذرا ان لوگوں کو دیکھ لوں۔“ میں نے کہا اور بورٹو نے گردن ہلا دی میں ٹرک سے اتر کر دوسرے لوگوں کے قریب پہنچ گیا۔ اب وہ لاشوں کو گھسیٹ رہے تھے اور ایک جگہ جمع کر رہے تھے۔ ماجد اور فیضان ان کی وردیاں اتار رہے تھے جو خون سے خراب ہو گئی تھیں۔ میں نے دلچسپی سے ان کے کام کو دیکھا۔ دفعتاً عقب سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی اور میں نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ بورٹو نے اس آخری آدمی کو بھی ٹرک سے نیچے پھینک دیا تھا۔ اور پھر وہ خود بھی نیچے اتر آیا اور اس کی لاش کی ٹانگ پکڑ کر اسے گھسیٹتا ہوا اس طرف آنے لگا۔

بڑا سنسنی خیز منظر تھا۔ بورٹو کا یہ انداز بڑا وحشیانہ تھا اور اس سے اس کی فطرت کا اندازہ ہوتا تھا۔ ”تو تم نے اسے بھی گولی مار دی۔“ میں نے کہا۔

”ہاں۔ اس کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی تھی۔“ بورٹو نے لاپرواہی سے جواب دیا اور میں خوش ہو گیا۔

روشنی پوری طرح پھیل گئی تھی اور دن کی روشنی میں لاشیں بے حد بھیانک لگ رہی تھیں۔ ان میں صرف تین سیاہ فام تھے۔ باقی سب سفید فام تھے۔ ماجد اور فیضان کے ساتھ شارق بھی شریک ہو گیا۔ اس نے اپنے تن و توش کے ایک مردہ سپاہی کی وردی اتاری اور اسے چاروں طرف سے دیکھنے لگا۔ اس نے وردی کے تین سوراخوں کے قریب سے خون کے دھبے دھوئے اور پھر اسے لٹکائے ہوئے ایک چٹان کی آڑ میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ وردی پہنے برآمد ہوا تھا۔

”تمہارا معدہ ابھی تک خالی نہیں ہوا؟“ میں نے اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے

پوچھا۔

"ہو چکا ہے لیکن اب فکر نہیں ہے۔ ان لوگوں کے پاس خوراک کے کافی تھیلے ہوں گے۔" شارق نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ مجھے ان لوگوں کی یہ خود اعتمادی بے حد پسند تھی۔ انہوں نے بہتر سوچا اور اس پر عمل شروع کر دیا۔ بلاشبہ ان لوگوں کی وردیاں ہمارے لئے کار آمد تھیں۔ اس طرح ہم کسی اچانک حملے سے محفوظ رہ سکتے تھے اور مزید کام بھی کر سکتے تھے۔ میں نے برجیٹا کو ان کی اس کاروائی کے بارے میں بتایا اور برجیٹا گردن ہلا کر رہ گئی۔

"کیا آپ اس بات سے متفق نہیں ہیں مادام برجیٹا؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں تو صرف یہ سوچ رہی ہوں کہ تم کتنے خود اعتماد ہو۔ اور کس قدر تیزی سے فیصلے کرتے ہو۔ اگرچہ ان اکھاڑنے والی حرکت نہ کی جاتی تو ہمیں اتنی جلدی کامیابی نہیں نصیب ہو سکتی تھی۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے مادام برجیٹا"۔ میں نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد سب اپنے کاموں سے فارغ ہو گئے۔ وردیوں سے خون کے دھبے دھو لئے گئے تھے اور سب نے اپنے ناپ کے مطابق انہیں پہن لیا تھا۔ پرنس بورٹو کو بھی ایک وردی دی گئی۔ اور شارق ایک وردی برجیٹا کے لئے بھی لایا۔ "بہتر ہو گا کہ آپ بھی اب صرف ایک خاتون نہ رہیں کیونکہ ہمارے درمیان اب کسی خاتون کی گنجائش نہیں رہی ہے۔"

"شکریہ مسٹر شارق" برجیٹا نے وردی لی اور خود بھی ایک چٹان کی طرف بڑھ گئی۔ وردی پہن کر ورحقیقت وہ بھی کوئی افریقی مرد ہی لگ رہی تھی۔ اچھے خاصی تن و توش کی مالک تھی۔ اپنے بال وغیرہ چھپانے میں اس نے مہارت کا ثبوت دیا تھا۔

پھر چند لاشوں کو چٹان کی آڑ میں ڈال دیا گیا اور اس کے بعد تمام کاموں سے فارغ ہو کر سب ٹرک کے پاس آ گئے۔ اس کے بعد ٹرک اور جیپ کی تلاشی کا مسئلہ تھا۔ وہ اب.......... اس کام میں مصروف ہو گئے۔ تمام فالتو چیزیں ٹرک سے باہر پھینک دی گئیں۔ صرف خوراک' پانی اور اسلحے کا ذخیرہ رہنے دیا گیا تھا۔ اس کے بعد آئندہ پروگرام کے لئے ایک نشست ہوئی۔

"ہمیں سفر کے لئے ان دونوں میں سے کسی چیز کا استعمال کرنا چاہئے ٹرک یا جیپ؟" میں نے پوچھا۔

"میرے خیال میں ٹرک مناسب رہے گا"۔ شارق نے جواب دیا۔

"وہ کیوں؟"

"جیپ میں تمام لوگوں کو آسانی سے دیکھ لیا جائے گا جب کہ ٹرک میں کوئی کاروائی کرنے کا موقع بھی مل سکتا ہے۔"

"مناسب خیال ہے"۔ فیضان نے تائید کی۔

"اس کے علاوہ سامان اور اسلحہ وغیرہ بھی بہ آسانی رکھا جا سکتا ہے۔ اسلحہ ہمارے پاس جس قدر زیادہ ہو بہتر ہے۔ اگر وہ ساٹھ ستر آدمی ہیں تو نہایت احتیاط سے کام کرنا پڑے گا۔ ورنہ ہم شکار ہو سکتے ہیں۔"

"ویسے ان لوگوں کے اسلحے میں بھاری چیزیں بھی ہیں۔"

"ہاں یہ ہمارے لئے کار آمد ہوں گی۔"

"خاص طور سے ڈائنامائیٹ کے یہ بنڈل۔" فیضان بولا۔

"چلئے' ٹھیک ہے ٹرک استعمال کئے لیتے ہیں لیکن آئندہ پروگرام کیا رہے گا؟" میں نے پوچھا۔

"پروگرام تو بس ایک ہی ہے۔"

"یعنی؟"

"مور گیٹے میں داخل ہونا۔" برجیٹا نے جواب دیا۔

"تو پھر اب یہاں وقت کیوں ضائع کیا جائے۔ میرا خیال ہے بقیہ گفتگو ٹرک میں ہی کی جائے۔"

"ٹرک کا پٹرول چیک کرو۔" میں نے ماجد سے کہا اور ماجد نے اسٹیرنگ پر بیٹھ کر سوئچ آن کیا۔ سوئی دیکھ کر بولا۔ ------ "پورا ٹینک بھرا ہوا ہے۔"

"بس ٹھیک ہے آگے دیکھا جائے گا۔ ڈرائیونگ کون کرے گا؟"

"میں بیٹھ جاتا ہوں۔" بورٹو نے پیشکش کی۔

"نہیں پرنس بورٹو۔ مناسب نہیں رہے گا۔ ماجد تم اسٹیرنگ سنبھال لو۔ فیضان

تمہارے پاس رہے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم سیٹ بدل لیں گے۔" میں نے کہا اور ان دونوں نے میری ہدایات پر عمل کیا۔

اسٹین گن سے گولیاں چلا کر ہم نے جیپ کے چاروں ٹائر برسٹ کر دیئے اور پھر ماجد نے ٹرک اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دیا۔ ہمارے ذہن اس پہلی شاندار کامیابی پر بڑی فرحت محسوس کر رہے تھے۔ راستے میں برجیتا نے مسکراتے ہوئے شارق سے پوچھا۔ "مسٹر شارق چٹان اکھاڑنے کی ترکیب کس کی تھی؟"

"اس ناچیز کی۔ آپ کو کوئی اہم کام ہو۔ عمدہ قسم کی غذاؤں سے میرا پیٹ بھر دیں اور اس کے بعد دیکھیں کیا کیا شگوفے کھلتے ہیں۔" شارق نے مسکراتے ہوئے کہا اور سب مسکرانے لگے۔

"آپ کو اس کا خیال کیسے آیا؟"

"بس اس چٹان کے پاس کھڑا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ یہ چٹان بہت معمولی سی جمی ہوئی ہے۔ دو دستی بموں سے کام چل گیا اور اسی لئے ایک ہی حملہ فیصلہ کن ثابت ہوا۔ آپ لوگوں کی ترکیب کامیاب ہو ہی چکی تھی۔" شارق نے جواب دیا۔ بہرحال تم نے خوب ترکیب سوچی اور بلاشبہ تمہاری اس ترکیب نے ہمیں خاطرخواہ کامیابی دلائی۔ مگر اب مسئلہ یہ ہے کہ ابھی ان لوگوں کے بہت سے آدمی موجود ہیں۔ ان سے کس طرح نمٹا جائے گا؟"

"مسٹر شہاب' آپ نے اس شخص سے جو زخمی تھا اور جسے بعد میں پرنس بورٹو نے گولی مار دی کچھ معلومات حاصل کی تھیں؟"

"ہاں اس نے یہی جواب دیا تھا کہ ان لوگوں کی ایک بڑی تعداد پل کے قریب موجود ہے۔ اب یہ پل کونسا ہے یہ مجھے نہیں معلوم۔ کیونکہ میرے پاس جو نقشہ ہے اس میں کسی پل کا تذکرہ نہیں ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں کہ وہ پل انہوں نے عارضی طور پر بنایا ہو گا۔ کیونکہ اس علاقے میں کسی پل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں وہ اپنی سرگرمیوں کو باقاعدہ جاری رکھنا چاہتے ہوں گے۔ بہرصورت اس وقت اس امکان کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ ڈیمن کا یہ علاقہ ان کے لئے خطرناک ہے اور مورگیٹے میں وہاں سے داخل ہونے کے

خاصے امکانات موجود ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلے میں بھی موثر اور جامع کارروائیاں کی ہیں۔" برجیتا نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"ٹھیک ہے۔ بہرصورت ہمیں صرف یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم براہ راست پل کی طرف چلیں یا کسی اور طریقے سے ان پر قابو پانے کی کوشش کریں۔ ان کی تعداد کے پیش نگاہ یہ تشویش حق بجانب ہے۔" میں نے کہا۔

"گڈ.......... اس کا مقصد ہے کہ اس کے علاوہ بھی کوئی اور ترکیب تمہارے ذہن میں آئی ہے شہاب؟"

"ذہن میں تو نہیں آئی لیکن سوچا جا سکتا ہے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے مسٹر شارق..........؟" برجیتا نے شارق سے پوچھا۔

"میرا خیال.........." شارق پرخیال انداز میں بولا۔ "میرا خیال یہ ہے کہ ہمیں ان کے درمیان اس طرح نہیں گھس جانا چاہئے۔ بلاشبہ ہم ان میں گھس کر ان کے خلاف کارروائی کرسکتے ہیں لیکن تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ بھی تو ہمارے خلاف موثر کارروائی کر سکتے ہیں اور پھر ہمیں اس جگہ کی پوزیشن بھی اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔ کیا ضروری ہے کہ ہم وہاں بھی اسی موثر طریقے سے کامیاب ہو جائیں۔"

"تشویش غلط نہیں ہے۔" میں نے شارق کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر اس کے علاوہ کچھ اور سوچنا چاہئے۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ پل کتنی دور ہے اور ہمیں اس بارے میں سوچنے کے لئے کتنا وقت مل جائے گا۔ لیکن بہتر یہ ہو گا کہ ہمیں پہلے اس سے سلسلے میں طے کرلینا چاہئے۔" برجیتا نے کہا۔

"نہایت مناسب بات ہے۔" بورٹو بولا۔

"تو پھر دوستو میرے ذہن میں صرف ایک ہی ترکیب آئی ہے وہ یہ کہ وہی ڈرامائی انداز اختیار کر لیا جائے جو ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں.........."

"یعنی؟" شارق نے بھنویں اٹھا کر پوچھا۔

"سب سے پہلے تو ہمیں پل سے اس طرف رک کر صورتحال کا جائزہ لینا چاہئے۔ اس کے بعد ہی کوئی مناسب فیصلہ کیا جا سکے گا۔"

"گویا یہ وردیاں اور یہ ٹرک صرف اس مقصد کے تحت استعمال کئے جا رہے ہیں

کہ اگر ہم پروگرام سے پہلے دیکھ لئے جائیں تو محفوظ رہ سکیں؟" بورٹو نے پوچھا۔

"بالکل پرنس بورٹو میرا یہی خیال ہے۔"

"لیکن اگر ہم پل سے اس طرف رکے اور ان لوگوں نے ہمیں دیکھ لیا اور ہماری طرف بڑھے تو کیا صورتحال رہے گی؟"

"میرا خیال ہے کہ کسی بھی اتفاقیہ حادثے کے لئے تو ہمیں ہروقت تیار رہنا ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تو پھر کسی خاص بات کا تعین کرنا مناسب نہیں ہے۔ بلکہ جوصورت حال پیش آئے اس کے مطابق عمل کرنا زیادہ مناسب ہو گا.........." اور یہ بات طے پا گئی۔

سفر جاری تھا۔ درے میں ٹرک لے جانے میں کوئی دقت پیش نہیں آرہی تھی۔ یہ راستہ اتنا ناہموار اور خطرناک نہیں تھا کہ ہم مشکلات کا شکار ہو جاتے۔ بہرصورت وہ لوگ بھی یہاں آئے ہی تھے۔ اس لئے ہمیں بھی آگے بڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور ٹرک کا سفر مناسب رفتار سے جاری رہا۔ کافی فاصلہ طے کر لیا گیا اور کوئی پل نظر نہیں آیا۔ پھر اس وقت جب سورج ڈھل رہا تھا اور ہم لوگ سفر کرکے تھک چکے تھے۔ کافی وقت ہو چکا تھا جب ہم نے دور سے پل کو دیکھا اور ہم سب ششدر رہ گئے۔

بلاشبہ ڈیمن کے اس علاقے کو عجیب ترین کہا جا سکتا تھا۔ اب تک ہم نے ایک نہایت پرسکون سفر کیا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے اب مور گیٹے تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں پیش آئے گی۔ لیکن آگے جاکر اچانک یہ سلسلہ ختم ہو گیا تھا اور تقریباً" بیس فٹ کا خلا آگیا تھا۔ اس خلا کی گہرائی تو قریب جاکر ہی معلوم ہوسکتی تھی لیکن اس کے اوپر بنا ہوا پل ہمیں صاف نظر آرہا تھا۔ خلا کے دوسری جانب درختوں کے طویل سلسلے نظر آرہے تھے اور انہی درختوں کے پورے پورے تنے کاٹ کر اس درمیانی خلا پر رکھ دیئے گئے تھے۔ ان موٹے موٹے تنوں کو جس محنت سے جوڑا گیا تھا وہ بلاشبہ قابل تحسین تھی۔ موٹی موٹی میخیں ٹھونک کر ان تنوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا گیا تھا اور ظاہر ہے اس مضبوط پل پر سے ہر قسم کا ٹریفک اب آسانی سے گزر سکتا تھا۔

ہم نے ٹرک روک دیا اور صورتحال کا جائزہ لینے لگے۔ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ ہمیں دیکھا گیا ہے یا نہیں۔ ابھی ہمارے دیکھے جانے کا امکان نہیں تھا کیونکہ ہم کافی دور تھے اور چونکہ ہماری پر تجسس نگاہیں پل کی تلاش میں تھیں اس لئے ہم نے اسے دور ہی سے دیکھ لیا تھا۔ میری ہدایت پر ماجد نے ٹرک کو سامنے راستے سے بائیں جانب کی ڈھلان میں اتار دیا۔ ہمیں سب سے پہلے اس امکان کا جائزہ لینا تھا کہ ہمیں دیکھا گیا ہے یا نہیں۔ اس کے لئے فوری طو رپر یہ اقدام کیا گیا کہ ٹرک چھوڑ دیا گیا اور اپنا خاص اسلحہ لیکر ہم ڈھلان میں دور تک بڑھتے چلے گئے۔ اس سمت اونچے نیچے ٹیلے بکھرے ہوئے تھے جن میں گہرے کٹاؤ تھے۔ انتہائی پھرتی سے دوڑتے ہوئے ہم ایک بڑے ٹیلے کی آڑ میں پہنچ گئے۔ یہ جگہ ٹرک سے تقریباً" نصف فرلانگ دور تھی۔ چند ساعت ہم وہاں چھپے رہے۔ پھر میں ان لوگوں کو وہیں رکنے کی ہدایت کرکے عقب سے ٹیلے پر چڑھ گیا۔ یہاں سے پل تو نظر نہیں آرہا تھا لیکن ٹرک کو آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا۔ تقریباً" آدھے گھنٹے تک میں ٹرک پر اور پل کی جانب سے آنے والے راستے پر نگاہیں جمائے رہا۔ لیکن اس طرف کوئی تحریک نہیں نظر آئی تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ٹرک کو نہیں دیکھا جا سکا۔ اس کی وجہ صرف ان کا اطمینان ہی ہو سکتا تھا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتے ہوں گے کہ دشمن اس طرف سے موثر کارروائیاں کرکے اندر داخل ہو چکا ہے۔

لیکن کیا ضروری تھا کہ دیر تک ٹرک کو نہ دیکھا جا سکے۔ ممکن ہے تھوڑی دیر کے بعد کسی کی نظر اس پر پڑ ہی جائے۔ اس سلسلے میں صرف شام کی سیاہی ہی مدد کر سکتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ماجد کو آواز دی اور وہ اوپر آگیا۔

"اب تم ٹرک پر نگاہ رکھو۔ اگر کوئی اس طرف آتا نظر آئے تو فوراً اطلاع دینا۔" میں نے کہا۔ اور ماجد نے گردن ہلا دی۔ میں نیچے اتر آیا اور میں نے دوسرے لوگوں کو صورتحال بتائی۔

شام کی کجلاہٹیں جھکتی آرہی تھیں اور تھوڑی دیر میں اندھیرا چھا گیا۔ ابھی تک حالات پرسکون تھے جس کی وجہ سے بہت خوشی ہو رہی تھی۔ اس دوران میرے ذہن میں بہت سے پروگرام آئے تھے لیکن ابھی تک کوئی بات طے نہیں ہو سکی تھی۔ عجیب

سی گھٹن طاری ہو گئی تھی۔ پھر جب مکمل تاریکی پھیل گئی تو میں نے خوشی کی گہری سانس لی۔ "ان لوگوں کی غفلت اور اطمینان ہماری کامیابی بن گیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں اب ہمیں اس پوری مہم کی سب سے خطرناک کارروائی کا آغاز کرنا ہے۔"

"کوئی ترکیب آپ کے ذہن میں آگئی ہے مسٹر شہاب؟" بورٹو نے پوچھا۔

"ہاں۔ لیکن ہے وہ خطرنک۔ یہ کام آسان نہ ہو گا۔"

"بتانا پسند کریں گے؟"

"کیوں نہیں۔ دراصل مجھے اندھیرا پھیلنے کا انتظار تھا۔ ان لوگوں نے ہمیں نہیں دیکھا۔ ورنہ اپنے ٹرک کو دیکھ کر صورتحال معلوم کرنے ضرور آتے۔ ابھی تک کسی کے اس طرف نہ آنے کا مقصد یہ ہے کہ انہیں ہماری آمد کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔"

"یقیناً۔"

"بہرحال آپ لوگ میرا پروگرام سن لیں اور اس پر تبادلہ خیال کر لیں۔ ٹرک سے سارے ڈائنا مائیٹ اتار لئے جائیں۔ یہ آگ سے پھٹنے والے بم ہیں۔ ہم یہ بم پل کے اس کنارے پر درختوں کے تنوں کے ساتھ لگائے دیتے ہیں اور یہاں بارود بچھا دیں گے۔ اس کے بعد ہم ٹرک کو سامنے کی سمت کھڑا کرکے اس میں آگ لگا دیں گے۔ ٹرک میں لگی آگ دیکھ کر کچھ لوگ اس طرف ضرور آئیں گے اور ہم ان میں شامل ہو جائیں گے۔ پھر ایک ایک کرکے ہم پل سے گزر کر دوسری طرف پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ انکے اپنے لوگوں کی وردی میں ہیں۔ اس لئے کسی کو شبہ نہیں ہو گا۔ دوسری طرف پہنچ کر ہم کوشش کریں گے کہ ان کے کہ ان کے زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو اس طرف بھیج دیں۔ اور جب خاطرخواہ لوگ اس طرف آجائیں گے تو بچھے ہوئے بارود پر دستی بم پھینک دیں گے۔ اس طرح یہ پل اڑ جائے گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت میرے ذہن میں نہیں آتی............" میرے ان الفاظ کے بعد کافی دیر تک کسی کی آواز نہیں ابھری۔ بلاشبہ جو پروگرام میں نے پیش کیا تھا یہ سب کا سب انتہائی خطرناک تھا اور ضروری نہیں تھا کہ ہر مرحلے پر کامیابی ہی نصیب ہو جاتی۔ سارے کا سارا کھیل ہر اقدام کی کامیابی پر مشتمل تھا لیکن اس کے متبادل اور کوئی صورت بھی نہیں تھی۔

چنانچہ سب اس پر متفق ہو گئے۔

اور پھر تاریکی مکمل ہوتے ہی اس سکیم پر عمل درآمد شروع کر دیا گیا۔ ڈائنا مائیٹ ٹرک سے اتار لیے گئے اور ہم سب زمین پر رینگتے ہوئے اس خطرناک مشن پر چل پڑے۔ برجیٹا اور پرنس بورٹو کو ٹرک کے پاس چھوڑ دیا گیا۔ ان کے سپرد ٹرک میں آگ لگانے کا کام کیا گیا تھا۔ انتہائی احتیاط سے چلتے ہوئے ہم پل کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں سے میں نے پہلی بار گہرائیوں میں جھانکا تو چکرا گیا۔ نیچے تاریکی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ گویا گہرائی کا اندازہ لگانا ہی ممکن نہیں تھا۔ دوسرے راستوں کا بھی یہی حال تھا۔ بہرحال ہم اپنا کام کرتے رہے۔ ڈائنا مائیٹ ایسی جگہ رکھے گئے جہاں وہ مکمل طور پر کارآمد ہوں۔ اس کام میں ایک گھنٹہ صرف ہوا۔ ہم نے اپنا کام ختم کر لیا۔ اس کے بعد باریک شعاع والی ٹارچ سے برجیٹا اور پرنس بورٹو کو سگنل دیا گیا اور ان کی کارروائی کا انتظار کیا جانے لگا۔ ٹرک اسٹارٹ ہونے کی آواز رات کی تاریکی میں ابھری اور پھر وہ درے کے درمیان اس جگہ آگیا جہاں سے دوسری طرف آگ کے شعلے نظر آسکیں۔ ڈائنا مائیٹ کی وجہ سے فاصلہ کافی رکھا گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد روشنی چمکی۔ ٹرک پر پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دی گئی تھی۔ اس کارروائی کے فوراً بعد برجیٹا اور بورٹو دوڑتے ہوئے ہمارے پاس پہنچ گئے۔ تاکہ شعلوں کی چھاؤں میں وہ دور سے دیکھے نہ جاسکیں۔ ٹرک نے اب پوری طرح آگ پکڑ لی اور دھڑا دھڑ جلنے لگا اور چند ہی ساعت کے بعد ہم نے بے شمار انسانی آوازیں سنیں۔ "دوڑو۔ کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ دوڑو کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔" وہ لوگ چیخ رہے تھے اور پل پر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پھر بہت سے لوگ ہمارے قریب سے گزر گئے۔ پیچھے سے اور لوگ بھی آرہے تھے۔ ایک اندازے کے مطابق بیس پچیس آدمی دوسری طرف چلے گئے تو میں نے سگنل دیا۔ اور ہم سب اٹھ کر پل کے اوپر پہنچ گئے۔ سامنے سے چند اور آدمی دوڑتے آرہے تھے۔ ہم لوگ ان کی طرف بھاگنے لگے۔ "دوڑو کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔" میں نے نعرہ لگایا اور بدحواس لوگ ہمارے قریب سے گزر گئے۔ دفعتاً" ٹرک کے پٹرول کی ٹینکی پھٹ گئی۔ لیکن فاصلہ اتنا تھا کہ جلتے ہوئے ٹکڑے ڈائنا مائیٹ تک نہ پہنچ سکے۔ اس فاصلے کا خیال رکھا

گیا تھا۔ اس دھماکے نے اور ہلچل مچا دی۔ اور مزید لوگ دوڑ دوڑ کر ادھر آنے لگے۔ ہم لوگ وہی جملے دوہرا رہے تھے اور ان کی مخالف سمت بھاگ رہے تھے۔

ترکیب بے حد کامیاب رہی۔ تیس چالیس آدمی پل کے دوسری صرف جا چکے تھے اور اب اندازے کے مطابق بیس پچیس افراد ہی ادھر رہ گئے تھے۔ چنانچہ ہم پل کے دوسری طرف پہنچ گئے اور پھر میں نے اپنے کام کی ابتدا کر دی۔ میں نے اسٹین گن سے اندازے سے اس طرف گولیاں برسائیں جہاں بارود پھیلی ہوئی تھی۔ گولیوں کی رگڑ سے بارود میں آگ لگ گئی اور ایک جلتی ہوئی لکیر سی بن گئی اور اس کے بعد کان پھاڑ دینے والا پہلا دھماکہ ہوا۔ اور پھر تو قیامت ہی آگئی۔ ڈائنا مائیٹ یکے بعد دیگرے پھٹنے لگے اور درختوں کے تنوں سے بنے ہوئے پل کے کناروں کی زمین ادھڑنے لگی۔ ہزاروں ٹن وزنی پل ایک خوفناک آواز کے ساتھ ایک طرف سے جھکا اور دوسری طرف زمین پر رکھے تنوں نے خودبخود جگہ چھوڑ دی اور مٹی کے اس ڈھیر کو ادھیڑتے ہوئے نیچے گرنے لگے جو گاڑیوں کو گزارنے کے لئے ہموار کیا گیا تھا..........

دھماکوں اور اس خوفناک تباہی سے وہ سب حواس باختہ ہو گئے۔ شاید ہی کوئی ایسا ہو جو باہر نہ نکل آیا ہو۔ اور ان بدحواس لوگوں کو ہم نے گولیوں کی باڑھ پر رکھ لیا اور ان میں بھگدڑ مچ گئی۔

پل سے تھوڑے فاصلے پر ان کے خیمے لگے ہوئے تھے اور وہ خیموں میں بھی گھسے تھے۔ ظاہر ہے کینوس کی دیواریں اسٹین گنوں کی گولیوں کو روکنے کے قابل نہیں تھیں۔ ہم نے ان خیموں کو ہی نشانہ بنا لیا۔ اور بدحواس لوگوں کی دلدوز چیخیں گونجنے لگیں۔ کسی نے ایک گولی بھی نہیں چلائی تھی۔ ہم نے خیموں کو چھلنی کر کے رکھ دیا اور چاروں طرف پھیل کر انہیں تلاش کرنے لگے۔ چند ساعت کے بعد پل کے دوسری طرف کچھ گولیاں چلیں لیکن ہم میں سے کوئی ان کا نشانہ نہیں بنا تھا۔ بس وہ اندھا دھند ایمونیشن ضائع کر رہے تھے اور ان کی یہ کوشش سراسر احمقانہ تھی۔ وہ چیخ چلا رہے تھے۔ اپنے ساتھیوں کو ہدایات دے رہے تھے۔ لیکن یہاں ان کی سننے والا کوئی نہیں تھا۔ اور ان کا اس طرف آنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا تھا۔

اس خوفناک معرکے میں ہمیں مکمل کامیابی نصیب ہوئی تھی۔ گو یہ پوری مہم

صرف اتفاقات کی کامیابی پر منحصر تھی لیکن حالات نے ہمارا پورا پورا ساتھ دیا تھا اور ہم سب بے حد خوش تھے۔ "دوستو۔ اب جو کچھ ضائع ہو چکا ہے اسے اکٹھا کرنا ہے۔" میں نے کہا۔

"یہاں ان کا کافی سامان موجود ہے۔ وہ غالباً ٹرک کھڑے ہوئے ہیں۔" شارق نے کہا۔

"ہاں لیکن اس کے باوجود احتیاط ضروری ہے۔ ممکن ہے کوئی زندہ بچ گیا ہو۔ اس بات کا خیال رکھا جائے۔" میں نے کہا اور ہم خیموں میں گھس پڑے۔ یہاں ہمیں اچھا خاصا اسلحہ مل گیا تھا۔ اس کے علاوہ کھانے پینے کی چیزوں کے پیکٹ بھی حاصل کر لئے گئے۔ جو آگے کے سفر کے لئے ضروری تھے۔ اس کے بعد ہم نے ایک ٹرک کا انتخاب کیا اور اسے پوری طرح ساز و سامان سے آراستہ کر دیا۔ حالانکہ پیش آنے والے واقعات کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ لیکن بہرحال تیاریاں تو کرنا ہی تھیں۔ آگے نہ جانے کیا حالات پیش آئیں۔

خلاء کے اس طرف سے بدستور گولیاں چلائی جا رہی تھیں لیکن ہم نے کوشش کی تھی کہ ان کی رینج سے دور رہیں۔ وہ لوگ اس طرف نہیں آسکتے تھے۔ اور اجتماعی طور پر گولیاں برسا رہے تھے۔ یہ بھول کر کہ اس طرف ان کے ساتھی بھی ہیں۔ وہ سب کے سب بری طرح بدحواس ہو گئے تھے۔ سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ کہیں ان کے پاس کوئی وائرلیس وغیرہ نہ ہو۔ حالانکہ اس کا امکان نہیں تھا۔ جس افراتفری کے عالم میں وہ بھاگ رہے تھے اس میں ایسی چیزیں لے جانے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ ہمیں یہاں بہت سے وائرلیس سیٹ ملے تھے' جنہیں ہم نے تباہ کر دیا۔ البتہ ان میں سے دو سیٹ ہم نے اپنے پاس رکھ لئے تھے۔ بہت تیزی سے ہم نے یہاں سے سامان بھرا اور آگے بڑھ گئے۔ یہاں رکنا خطرناک تھا۔ سب کے چہرے سرخ ہو رہے تھے اور ہم لوگ بڑی سنسنی محسوس کر رہے تھے۔ ماجد نے حسب معمول اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور ٹرک سیدھا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اپنی اس کامیابی پر ہم بے حد نازاں تھے اور تھوڑی دیر کے بعد برجیتا نے اس بات کا اظہار بھی کر دیا۔ "بڑا احیرت انگیز اقدام تھا شہاب۔ یقین کرو مجھے اس کی کامیابی کی امید نہیں تھی۔ لیکن جس طرح ہمارا پلان کامیاب ہوا

ہے بس اس کے بارے میں' میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔" میں خاموش رہا۔ ظاہر ہے اس بات کا میں کیا جواب دیتا۔ سفر جاری رہا اور تھوڑی دیر کے بعد بورٹو کہنے لگا۔ "مسٹر شہاب کیا نقشے کے مطابق ہم صحیح جا رہے ہیں؟"

"ہاں' بلاشبہ' حالانکہ جو نقشہ مجھے فراہم کیا گیا ہے اس میں اتنی تفصیلات نہیں ہیں لیکن جو راستہ ہم نے اختیار کیا ہے وہ نقشے کے عین مطابق ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آگے کیا ہے۔"

"جو کچھ ہے سامنے آجائے گا۔" شارق کی آواز ابھری۔ ان حالات میں بھی اس کے چہرے پر کوئی تردد نہیں تھا۔ اس بات کو سب نے محسوس کیا اور برجیٹا بولی۔

"آپ کے معدے کا کیا حال ہے مسٹر شارق؟"

"آدم خور نہیں ہوں۔ کبھی کبھی بھوک لگتی ہے۔"

"یوں تو آپ سب ہی انوکھے ہیں مسٹر شہاب لیکن شارق صاحب کی فطرت میں' میں نے ایک خاص بات محسوس کی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"خطرناک سے خطرناک حالات میں بھی یہ ماحول سے بالکل لاپرواہ نظر آتے ہیں۔ جو کچھ کر رہے ہوتے ہیں اس کے بارے میں انہیں یقین ہوتا ہے کہ اسے مکمل کر لیں گے اور کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی۔"

"اس کے علاوہ بھی یہ بڑی خوبیوں کے مالک ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شارق مجھے گھورنے لگا۔

"یقیناً تمہیں میرے لئے یہ تحسین کے الفاظ پسند نہیں آئے ہوں گے۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ تم خود پرست ہو' اپنے علاوہ تمہیں کوئی قابل تحسین نظر نہیں آتا۔"

"بات تو یہی ہے شارق لیکن خیر۔ اس حد تک تم بھی چل سکتے ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا گفتگو کرنے لگے تم دونوں؟" برجیٹا ہنس کر بولی۔

"لڑ رہے ہیں آپس میں۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟"

"شارق کا خیال ہے کہ آپ اسے بے وقوف بنا رہی ہیں۔ اور میں کہہ رہا ہوں .... کہ بے وقوف آدمی کو بے قوف بنانا سب سے مشکل کام ہے۔" میں نے کہا اور پرنس بورٹو بری طرح ہنس پڑا۔ ہم نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر ہمیں احساس ہوا کہ ہم ایک احمقانہ بات کر رہے ہیں۔ وہ تو ہماری زبان اہل زبان ہی کی طرح سمجھتا تھا۔ ہم بھی اس کی ہنسی میں شریک ہو گئے اور بات آئی گئی ہو گئی۔

سفر جاری رہا۔ ہم کامیابی سے آگے بڑھتے رہے اور رات ہمارے سروں پر سے گزرتی رہی۔ اس علاقے میں دن اور رات کا چکر ختم کر دیا گیا جو کام جس وقت بھی ہو جائے ظاہر ہے اسے ختم کرنا ہی ہوتا تھا۔ چنانچہ ہم لوگ ہر کام مستعدی سے کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد پرنس بورٹو بولا۔ "نقشے کے مطابق مسٹر شہاب ہمیں مزید کتنا سفر طے کرنا ہے۔"

"ایک منٹ۔" میں نے کہا اور نقشہ نکال کر ان کے سامنے پھیلا دیا۔ سب نقشے پر جھک گئے تھے۔ دیر تک ہم دیکھتے رہے۔ "یہ وہ جگہ ہے جہاں سے یہ دو حصے علیحدہ ہوتے ہیں۔ بلاشبہ اس کی نشاندہی کر دی گئی تھی حالانکہ اس وقت ہم نے غور نہیں کیا تھا۔" میں نے ایک لکیر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "دو لکیریں درمیان میں بنا دی گئی تھیں جس پر ہمیں لکھا ہوا تھا' گویا یہ بیس فٹ چوڑائی نشاندہی تھی۔"

"یہ غالباً پل کا حصہ ہے۔" پرنس بورٹو نے کہا۔

"ہاں۔"

"نقشہ تیار کر کے دے دیا گیا اور اس میں نشاندہی بھی کر دی گئی لیکن اس بات کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا کہ اس خوفناک جگہ کو عبور کرنے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے؟"

"ہاں یہ بات تو ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔

"آپ کا خیال ہے۔ کیا اس کے لئے رہنمائی ضروری نہیں تھی؟"

"اس خطرناک مہم کے بارے میں ہمیں تھوڑی بہت تفصیلات تو بتا دی گئی

تھیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بلاشبہ یہ درست ہے لیکن کم از کم ان ناقابل عبور راستوں کی نشاندہی کے ساتھ ان کو عبور کرنے کا انتظام تو ہونا ہی چاہئے تھا۔"

"اس کا جواب مادام برجیٹا دیں گی۔"

"میں؟"

"ہاں۔ کیا میں نے آپ کی غلط نشاندہی کی ہے؟"

"اوہ' میں سمجھی۔ ہاں پرنس بورٹو یہ حقیقت ہے۔ دراصل یہ ٹیم ایسے ہی حیرت انگیز کارنامے انجام دینے کی ماہر ہے۔ مسٹر شہاب کچھ وقت میرے ساتھ گزار چکے ہیں۔ جو کچھ انہوں نے کیا وہ بعید از عقل ہے۔ میرے خیال سے ان کے انچارج کو یہ بات معلوم تھی کہ بہرحال یہ اس مشکل پر قابو پالیں گے۔" برجیٹا نے کہا۔

"مثلاً کس طرح؟ کیوں مسٹر شہاب' ان حالات میں فرض کریں یہاں پل نہ ہوتا اور وہ لوگ بھی نہ ہوتے تب آپ یہ دراڑ کس طرح عبور کرتے؟"

"ہماری' مشکلات کے حل ہمارے ساتھ سفر کرتے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ اگر کبھی وہ راستہ بھٹک جائیں۔" پرنس نے مسکرا کر پوچھا۔

"تو انہیں راستے پر لایا جاتا ہے۔" میں نے جواب دیا اور شارق منہ چلانے لگا۔ اس کا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔ میں بدستور ہنستا رہا تھا۔ معمولی بات نہیں تھی۔ جن خوفناک حالات سے ہم گزر کر آئے تھے اس گفتگو میں ان کا کوئی احساس نہیں جھلکتا تھا اور ہم سب مطمئن تھے۔

"ویسے مجھے ان لوگوں پر حیرت ہے۔ انہوں نے بڑی باریک بینی سے سارے کام کئے ہیں۔ حالانکہ یہ علاقہ ناکارہ ترین سمجھا جاتا ہے اور اس کے بارے میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ کسی کا ادھر سے گزر ہو سکتا ہے لیکن ان لوگوں نے اسے بھی نظرانداز نہیں کیا۔ ویسے میرا خیال ہے یہاں اس سے زیادہ افراد نہ ہوں گے۔"

"اچھا اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مقامی لوگ ان کے ساتھ بھرپور طور پر نہیں ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہیں تو سہی لیکن وہ بھرپور طور والی بات درست ہے.......... پہاڑوں سے اس طرف ہمیں دو تین سیاہ فام ملے تھے۔ میرا مطلب ہے جنہیں ہم نے ہلاک کیا۔ اسی طرح ممکن ہے ان لوگوں میں بھی سیاہ فام شامل ہوں۔ ظاہر ہے ہمیں انہیں دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا۔" برجیٹا نے کہا۔

"ایک اور بات قابل غور ہے۔" شارق نے بھی گفتگو میں دخل دیا۔

"وہ کیا؟"

"دوسرا ملک یعنی وہ ملک جو نئے حکمران کنگ ڈورس کا بھرپور ساتھ دے رہا ہے اس کے آدمی جگہ جگہ براہ راست ان کاموں میں ملوث نظر آتے ہیں جب کہ دوسرا ملک جو شاہ کائی ٹس کا حامی ہے کھل کر کام نہیں کر رہا۔ وہ اتنا محتاط ہے کہ اس نے ہمارے اپنے آدمیوں کو بھی ہمارے ساتھ نہیں رہنے دیا۔ حالانکہ پہلے میں یہ سمجھا تھا کہ وہ دو آدمی جو ڈاکٹر برہان سے ملاقات کے وقت ہمارے ساتھ آبدوز پر آئے تھے ہمارے رہنما ہوں گے لیکن وہ بھی آبدوز پر رک گئے اس لئے کیا نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے؟"

"اوہ مسٹر شارق اس سلسلے میں خاص طور سے مسٹر کائی ٹس نے درخواست کی تھی۔"

"وہ کیا؟"

"شاہ کائی ٹس نے کہا تھا کہ وہ ملک براہ راست اس معاملے میں ملوث نہ ہوا اور کوشش یہ کرے کہ وہ کسی ہنگامی حالت سے دور ہی رہے۔ ورنہ اس شکل میں مورگیٹے دو بڑی طاقتوں کی کشمکش کا براہ راست نشانہ بن جائے گا اور یقینی طور پر ان دونوں کا میدان جنگ مورگیٹے ہو گا۔"

"شاہ کائی ٹس کے دل میں اپنے وطن اور اپنے ملک سے متعلق لوگوں کے لئے بڑی ہمدردی اور بڑا احساس ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ وہاں خونریزی ہو۔ یہ سب کچھ اس کے بس سے باہر تھا۔ ورنہ وہ بات اس حد تک بڑھنے نہ دیتا۔" برجیٹا نے بتایا اور میں نے مکمل طور پر اس سے اتفاق کیا۔

"ہاں یہ حقیقت ہے شارق' اگر اس ملک کے افراد بھی اس ملک کے لوگوں کی

مانند ہنگامے میں شامل ہو جائیں تو خاصی خطرناک فضاء پیدا ہو سکتی ہے۔" میں نے کہا اور شارق خاموش ہو گیا تھا۔

ٹرک ساری رات سفر کرتا رہا تھا اور صبح کا آغاز ہونے لگا تھا۔ افق پر چمکدار لہریئے نمودار ہونے لگے تو ماجد نے ٹرک کی رفتار ست کر دی۔ اس نے ٹرک کو ایک ایسی جگہ پر روک دیا تھا جو کسی قدر آڑ میں تھی.......... اور پھر اس کی آواز نے ہم سب کو چونکا دیا۔ "آگے ایک چیک پوسٹ ہے۔"

"اوہ۔" برجیٹا اچھل پڑی۔ پرنس بورٹو بھی چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ تب پرنس بورٹو نے کہا۔

"کیا تم اسے دیکھ چکے ہو؟"

"ہاں.......... وہ ذرا بلندی پر ہے اور ہم نشیب میں۔"

"تو پھر کیا خیال ہے؟"

"رات بھر کی تھکن کے بعد طبیعت کسی قدر نڈھال ہو گئی ہے۔ ویسے مسٹر ماجد چیک پوسٹ کا فاصلہ کتنا ہے؟" برجیٹا نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے زیادہ سے زیادہ دو فرلانگ۔"

"ویسے ہمیں وہاں سے دیکھا تو نہیں جا سکا ہو گا؟"

"میں نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ بلندی کے فوراً بعد یہ نشیب تھا۔ جس میں ہم فوراً آ گئے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے مادام برجیٹا؟" بورٹو نے پوچھا۔

"نہیں، اس سلسلے میں مسٹر شہاب جو مناسب سمجھیں۔" برجیٹا بولی۔

"چیک پوسٹ ہونے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی منزل کے بالکل قریب پہنچ گئے ہیں۔ اس کے بعد ہمیں دریائے کالینی ملے گا جس کے اس طرف مور گیٹے آباد ہے۔"

"کونسا دریا؟" برجیٹا چونک پڑی۔

"نقشے کے مطابق دریائے کالینی۔"

"براہ کرم ذرا نقشہ مجھے دکھائیں۔" برجیٹا کسی قدر بے چینی سے بولی اور میں نے نقشہ کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ برجیٹا دریائے کالینی کے نشان کو دیکھنے لگی،

پھر بولی۔ "میرے خدا اب میں اس جگہ کو بخوبی پہچان گئی ہوں۔ ہم ڈیمن کی مغربی سمت سے آئے ہیں۔ میں کبھی اس علاقے میں نہیں آئی۔ لیکن دریائے کالینی تک ضرور آئی ہوں۔"

"کوئی خاص بات ہے مس برجیٹا۔ آپ بے حد پرجوش ہو گئی ہیں۔"

"ہاں اگر ہم صحیح جگہ پہنچے ہیں تو میرا خیال ہے کہ اب ہماری مشکلات کے خاتمے کا وقت ہے۔ کم از کم وقتی مشکلات کے خاتمے کا۔"

"کیا مطلب؟"

"ابھی نہیں بتاؤں گی۔ پہلے اس چیک پوسٹ کا معاملہ طے کریں۔"

"ماجد۔ آگے بڑھو.......... فیضان ہوشیار۔ پہلے اندازہ لگانا ہے اس کے بعد عمل کرنا۔" فیضان میرا مقصد سمجھ گیا۔ ماجد نے ٹرک اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا اور ہم سب اسٹین گنیں اور دستی بم لیکر تیار ہو گئے۔ صرف ایک خطرہ تھا اور وہ یہ کہ کہیں پل کے دوسری طرف رہ جانے والوں نے چیک پوسٹ کو وائرلیس پر اطلاع نہ دے دی ہو۔ حالانکہ اس کا امکان بہت کم تھا۔ جوں جوں چیک پوسٹ قریب آتی جا رہی تھی ہمارے جسموں میں اینٹھن پیدا ہو رہی تھی۔ فیضان ہمیں صورتحال سے آگاہ کر رہا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق صرف دو آدمی رکاوٹ کے نزدیک کھڑے ہوئے تھے۔

ٹرک رک گیا اور فیضان نیچے اتر گیا۔ پھر دوسرے لمحے ہم نے اسٹین گن کی آواز سنی۔ اس کے ساتھ ہی دو چیخیں ابھریں۔ ہم سب برق رفتاری سے نیچے کود گئے۔ اندھا دھند پوسٹ کیبن پر گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد اندازہ ہو گیا کہ چیک پوسٹ پر ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ تاہم احتیاطاً اندر جا کر بھی دیکھ لیا گیا اور ہمارے چہروں پر اطمینان دوڑ گیا۔ گویا اس مرحلے سے بھی گزر چکے تھے۔

"اب دریائے کالینی پر ہی جا کر آرام ہو گا۔ چلو۔" برجیٹا نے کہا اور ہم لوگ دوبارہ ٹرک پر سوار ہو کر چل پڑے۔ حالانکہ آنکھیں نیند سے بوجھل ہوئی جا رہی تھیں لیکن ان مسلسل کامیابیوں نے حوصلے بڑھا دیئے تھے اور تھکن کا کوئی خاص احساس نہیں ہو رہا تھا.......... میں نے برجیٹا سے پھر دریائے کالینی کے بارے میں سوال کیا اور وہ مسکرا کر بولی۔

"میں متوقع تھی اس سوال کی.......... دراصل دریائے کالینی کے کنارے کچھ لوگ آباد ہیں' ان میں میرا ایک بہت ہی گہرا دوست بھی ہے۔ اس کا نام روٹر ہے۔ روٹر جرائم پیشہ تھا اور ایک نیم وحشی قبیلے کا سردار بھی۔ اس نے اپنے قبیلے کو جرائم کے لئے متحد کیا تھا اور کافی عرصے تک وہ مور گیٹے میں دہشت گردی پھیلاتا رہا۔ پھر وہ گرفتار ہو گیا۔ گرفتار ہونے کے بعد اس پر مقدمہ چلایا گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی موت کا فیصلہ صادر کر دیا گیا۔ روٹر کے ساتھ اس کے قبیلے کے بیس افراد بھی شامل تھے۔ لیکن شاہ کائی لُس نے صرف اس کی ایک بات سے متاثر ہو کر اسے زندگی بخش دی اور خاصے انعام و اکرام سے نوازا۔ یہ بات اس کی اعلیٰ ظرفی کی تھی اور بلاشبہ روٹر ایک انتہائی اعلیٰ ظرف انسان تھا۔ جب تک وہ دہشت گرد رہا اس نے پوری قوت سے جرائم کو فروغ دیا اور جب وہ شاہ کائی لُس کے سامنے تھا تو اس نے ایک ایسی بات کہی کہ شاہ کائی لُس اس سے بے پناہ متاثر ہو گیا لیکن شاہ کائی لُس کے اس اعلان سے روٹر بھی اپنے جرائم سے تائب ہو گیا۔ اس نے شاہ کائی لُس کے سامنے اعلان کیا کہ اب وہ ایک پُرسکون زندگی بسر کرے گا۔ چنانچہ اس نے وہ شہر ہی چھوڑ دیا۔ اور دریائے کالینی کے کنارے آباد ہو گیا۔ اب وہ وہاں کاشت کرتا ہے۔ اور اپنے اہل خاندان اور قبیلے کے افراد کے ساتھ رہتا ہے۔ اس کی گرفتاری کے سلسلے میں میں نے بھی بڑی کاوشیں کی تھیں۔ تم یقین کرو تو میں یہ عرض کرنے کی کوشش کروں کہ اس کی گرفتاری کا سہرا میرے ہی سر تھا۔ چنانچہ روٹر نے میری برتری تسلیم کی اور میرا بھی دوست بن گیا۔ اس نے مجھ سے میرے سامنے عہد کیا کہ آئندہ زندگی بہتر طور پر گزارے گا اور مجھ سے فرمائش بھی کی کہ آئندہ اگر مجھے اس کی خدمات کی کوئی ضرورت محسوس ہو تو میں تعرض نہ کروں۔ اس وقت مجھے وہی یاد آ گیا تھا کہ اگر وہ زندہ ہوا تو یقینی طور پر ہمارے لئے کار آمد ہو گا۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ ویسے اس واقعے کو کتنا عرصہ گزر گیا؟"

"تقریباً" چھ سال۔"

"خیر چھ سال میں کسی انسان کی موت کا یقین تو نہیں کیا جا سکتا بشرطیکہ کوئی حادثہ یا واقعہ نہ ہوا ہو" میں نے کہا اور برجیٹا گردن ہلانے لگی۔

برجیٹا کی اس بات نے ہمیں کافی حوصلہ دیا تھا۔ اب یہ تھا کہ روٹر کے مل جانے سے ہمیں اندرونی امداد مل جاتی اور یہ بات کافی دلچسپ تھی۔ چنانچہ اب برجیٹا کے اشارے پر ٹرک کا رخ بدل دیا گیا اور ہم دریائے کالینی کی تلاش میں آگے بڑھتے رہے۔

سورج کی تیز چمک نے دریائے کالینی کے پانی کو نمایاں کر دیا اور برجیٹا خوشی سے چیخ اٹھی۔ "وہ رہا۔ وہ دریائے کالینی ہے۔" اور پھر اس نے چیخ کر کہا۔ "مسٹر ماجد براہ کرم ٹرک روک دیں۔ میں آگے آؤں گی۔" اور ماجد نے ٹرک روک دیا۔ برجیٹا نیچے اتر گئی اور فیضان اس کے لئے جگہ خالی کر کے ہمارے پاس آ گیا۔

برجیٹا کے اشارے پر ماجد نے ٹرک آگے بڑھا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دریائے کالینی کے کنارے آباد اس بستی تک پہنچ گئے جس کے چاروں طرف سبزہ زار پھیلا ہوا تھا۔ جہاں پھلوں کے بے شمار درخت لہلہا رہے تھے۔ بستی کے سامنے کے حصے میں صرف تین افراد کھڑے نظر آ رہے تھے۔ ان میں درمیانی شخص معمر لیکن بے حد طویل القامت تھا۔ باقی دو نوجوان بھی سیاہ فام تھے لیکن قدوقامت میں درمیانی شخص سے چھوٹے نظر آ رہے تھے۔ ٹرک رک گیا اور برجیٹا کی تیز آواز سنائی دی۔

"اوہ۔ روٹر.......... میرے دوست۔ کیسے ہو تم؟" ہم لوگ بھی ٹرک سے نیچے کود آئے تھے۔ میں نے بھی روٹر کو دیکھا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے برجیٹا کو دیکھ رہا تھا۔"

"کون ہو تم؟" اس کی آواز میں گرج تھی۔

"نہیں پہچانے۔ میں برجیٹا ہوں۔ برجیٹا گرین سن۔ اب بتاؤ پہچانے یا نہیں؟"

"اور دفعتاً" روٹر چونک کر آگے بڑھ آیا۔ "اوہ برجیٹا.......... مادام برجیٹا۔ میرے خدا کیا یہ آپ ہی ہیں؟"

"پہچان گئے مجھے؟" برجیٹا خوش نظر آ رہی تھی۔

"ہاں دیر سے پہچاننے کی معافی چاہتا ہوں لیکن قصور میرا بھی نہیں ہے۔ تمہارے اندر کافی تبدیلیاں نظر آ رہی ہیں۔" روٹر نے کہا اور پھر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ دوست ہیں۔ آجاؤ۔"

اور ہم نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ قرب و جوار کے درختوں سے بہت سے مسلح

جوان نیچے کود آئے۔ یہ سب جدید اسلحے سے لیس تھے۔ برجیٹا چونک کر انہیں دیکھنے لگی اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم نے دشمن کے خاتمے کا معقول بندوبست کر لیا تھا۔"

"ہاں مادام........... آج کل کے حالات سے تو آپ واقف ہوں گی۔ ہمیں ہر طور پر اپنی بستی کی حفاظت کا بندوبست کرنا ہی ہے۔ سفید سور دریائے کالینی سے گزرتے ہیں اور خود کو بہت کچھ سمجھتے ہیں۔ اگر وہ کبھی مجھ سے الجھے تو میں انہیں معقول سبق دوں گا۔"

"ہم بے حد تھکے ہوئے ہیں روڈر۔"

"آؤ........... آؤ........... اپنے ساتھیوں کو بھی لاؤ۔ میں تمہارے لئے آرام کا بندوبست کروں۔"

"اس سے قبل ایک کام اور کرنا ہے روڈر۔"

"ہاں۔ ہاں کہو۔"

"یہ ٹرک دشمن سے چھینا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں بے شمار لوگوں کو قتل بھی کرنا پڑا ہے۔ اس سے سامان اتار کر اسے کہیں پوشیدہ کرنا ہے۔"

"اوہ ٹھیک۔ گویا تم مصروف ہو مادام!"

"ہونا ہی چاہئے تھا۔ لیکن ذرا یہ تو بتاؤ تمہاری خدمات تو نہیں بدل گئی ہیں؟" روڈر نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تم میرے دوست شاہ کائی ٹس کی ساتھی تھیں بدلے ہوئے قوانین کے تحت تم کنگ ڈورس کے تحت تو نہیں آگئیں؟"

"روڈر مجھے گالیاں نہ دو........... تم میرے دوست ہو۔"

"میں معافی چاہتا ہوں مادام' یہ سوال میرے ذہن میں ایک قدرتی طور پر اٹھا تھا۔ تاہم مجھے امید ہے کہ وہ جو اہل دل ہوتے ہیں اور جو اہل ہوتے ہیں اور جو روڈر جیسے آدمی کو گرفتار کر سکتے ہیں اتنے کمزور کردار کے مالک نہیں ہوتے کہ بدلتے ہوئے وقت کے ساتھ خود بھی بدل جائیں۔ بس اب مجھے اطمینان ہو گیا........... اور رہا یہ ٹرک تو

یہ دریائے کالینی بہت گہرا ہے۔ اس طرح کے سینکڑوں ٹرکوں کو اپنے اندر چھپا سکتا ہے۔ ابھی بندوبست کئے دیتا ہوں۔"

"گینگ!" روڈر نے ایک نوجوان سے کہا۔

"جناب۔" نوجوان آگے بڑھ آیا۔

"ٹرک سے سارا سامان اتار کر اسے دریا میں ڈال دو۔" روڈر نے حکم دیا اور ہم سب کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھ گیا۔

روڈر کے مل جانے سے ہمارا حوصلہ بے حد بڑھ گیا تھا۔ اس کے علاوہ اس مختصر وقت میں جو کچھ دیکھا وہ احساس دلاتا تھا کہ روڈر اب بھی بہت بڑا دہشت گرد ہے۔ برجیٹا نے اسے پورا منصوبہ بتایا اور روڈر مسکرانے لگا۔ "میرا خیال تھا میڈم کہ شاہ کائی ٹس کے اس احسان کا بدلہ ادا کرنے کا موقع مل گیا ہے جو اس نے مجھ پر کیا تھا۔ لیکن' نہ سہی۔"

"کیا مطلب روڈر۔" برجیٹا نے پوچھا۔

"تین ہزار مسلح اور تربیت یافتہ جوان میری سرکردگی میں کنگ ڈورس کے محل پر حملے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اب ان کی قیادت خود پرنس بورٹو کرے گا۔ ایک بیٹا اس کا مکمل حقدار ہے۔" ہم سب یہ سن کر دنگ رہ گئے۔ اس سے عمدہ حل اور کیا ہو سکتا تھا۔ روڈر نے ایک احسان اور کر دیا تھا۔ سارا منصوبہ مکمل تھا۔ چنانچہ وہ بادلوں بھری رات مور گیٹے کی تاریخ کی سب سے بھیانک رات ثابت ہوئی جب تین ہزار کمانڈوز نے مور گیٹے میں کنگ ڈورس کے محل پر حملہ کیا تھا۔ انسان اس طرح قتل کیے گئے کہ سڑکیں خون میں ڈوب گئیں۔ کنگ ڈورس البتہ ایک دلیر انسان تھا۔ اس نے اس وقت تک جنگ کی جب تک اس کے بدن میں گولیوں کی گنجائش رہی۔ اس کی لاش میں اتنے سوراخ تھے کہ گنے نہ جا سکیں۔ تمام جنرل مار دیئے گئے۔ تین دنوں تک انسانوں کے خون کی ہولی کھیلی گئی۔ تب کہیں جا کر کنگ ڈورس نے ہتھیار ڈالے۔ خون کی کیچڑ سڑکوں پر جم گئی تھی اور اسی خون آلود ماحول میں کائی ٹس نے اپنے بیٹے کو تاج حکومت پہنایا تھا اور اس کے بعد اسی خون بھرے ماحول میں سات دن تک جشن مسرت منایا گیا تھا۔

ہم شاہی مہمان تھے اور ہمارے رتبے بے حد عظیم۔ پھر جب ہمیں مورگیٹے میں عہدوں کی پیش کش کی گئی تو ڈاکٹر برہان نے ہم سب سے مشورہ کرنے کے بعد کہا۔

"پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ حکومتی مزاج کے حامل نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ہمارا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر نہیں ہے۔ اس وسیع زندگی میں ابھی نہ جانے کتنے انسانوں کو ہماری ضرورت ہے۔ ہمیں یہاں روک کر ان ضرورت مندوں کا راستہ نہ روکا جائے۔"

مور گیٹے سے ہماری واپسی البتہ بے حد شاندار تھی۔ اور اب ہم ایک ملک کے دوست تھے جس نے ہمارے لئے اپنے در کھول دیئے تھے۔ رانی اثر پور نے بھی ہمارا پرجوش استقبال کیا۔ اس کے استفسار پر ڈاکٹر برہان نے کہا۔

"افسوس رانی صاحبہ۔ ہم کرگس نہیں شاہین ہیں۔ پرواز کرتے رہنا ہماری شان ہے۔ ہماری تھکن صرف موت ہو گی۔ جو نہ جانے کب ہمارے مقدر میں ہے۔ اور جب تک موت ہمارا فیصلہ کر دے ہماری پرواز جاری رہے گی۔ اور اس کے بعد مسافر چل پڑے۔ نئے جہانوں کی تلاش میں کہ کائنات کی وسعتیں لامحدود ہیں۔

========= ختم شد =========